فتنۂ انکارِ حدیث کا منظر و پس منظر

حصّۂ اوّل

انتخار احمد بلخی

مکتبۂ حرا غ راہ کراچی

Marfat.com

فتنۂ انکارِ حدیث کا منظر و پس منظر

حصہ اوّل

افتخار احمد بلخی

[illegible] ۔ کراچی

Marfat.com

59774

حرفِ اوّل

یہ کتاب ہمارے اندازے سے کہیں زیادہ ضخیم نکلی، مصنف تو یہ کہکر الگ ہو جائیں گے کہ

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم

لیکن اس "دراز تر گفتم" کی توجیہ محض "لذیذ" ہونے کی خیال آفرینی ہو یا فی الواقع ضرورت کا تقاضا۔ نشر و اشاعت کی واقعاتی دنیا کی مشکلات تو اس سے حل ہونے سے رہیں؟ کیونکہ غیر معمولی ضخامت اور قیمت کی زیادتی لازم و ملزوم ہیں اور قوتِ خرید کے کم ہو جانے سے اشاعت کی توسیع پر جو اثر پڑتا ہے وہ بھی ظاہر ہے، اس لئے بدرجۂ مجبوری ہمیں اس کتاب کے تین حصّے کرنے پڑے +

اگرچہ اس کتاب کے تمام حصّے ایک ہی سلسلہ کی مختلف کڑیاں ہیں، مگر ایسا بھی نہیں کہ کوئی حصّہ اپنے سابق یا مابعد حصّہ پر اس طرح موقوف ہو کہ کتاب کی وحدت ناقابلِ تقسیم بن جائے! کتاب کا ہر حصّہ دوسرے حصّوں سے مربوط ہونے کے باوجود ایک مستقل حیثیت بھی رکھتا ہے اس بنا پر ہر حصّہ کے فی نفسہٖ مباحث میں ایسی تشنگی نہیں جس کے دُور کئے بغیر وہ سمجھ میں نہ آئیں۔

ہر حصّہ کے مندرجات کی فہرست کے ساتھ ساتھ دوسرے حصّوں کے مندرجات کی فہرست بھی ہم ہر حصّہ میں دے رہے ہیں تاکہ کسی بھی حصّہ کے ناظرین کے سامنے پوری کتاب کا ایک دھندلا سا خاکہ یا ایک ہلکی سی جھلک آجائے اور اس سے ایک حد تک یکجائی اشاعت کی کمی پوری نہیں تو کم از کم اسکی تشنگی شروع ہو جائے گی۔

ناشر

Marfat.com

ترتیب

سخنہائے گفتنی	۱۰
پس منظر	۱۳
خیر القرون	۱۴
خلافت علیٰ منہاج النبوۃ	۱۵
دو اہم باتیں	۱۶
ملک عضوض	۱۷
بنو امیہ کا دور	۱۸
بنو امیہ کا سیفٹی ایکٹ	۱۹
لڑاؤ اور حکومت کرو	۱۹
بنو امیہ کا انڈمنٹی ایکٹ	۲۰
علمار سوء کا ظہور و نمود	۲۲
یہ بزم مے ہے	۲۳
مزید برآں	۲۵
اگر مدنظر امر بالمعروف ہوتا	۲۶
بنو عباس	۲۷
اس کا سبب ؟	۲۸
ایک حکیمانہ قول	۲۹
کلیدی عہدے	۲۹
تقلید عجمیت	۳۰

Marfat.com

ایک عبرت انگیز تاریخی واقعہ	۳۱
نصابِ تعلیم	۳۲
مناظرہ بازیاں	۳۲
منکراتِ کی تہمت افزائیاں	۳۳
وہ کون لوگ تھے ؟	۳۵
ایسا کیوں نہ ہوتا ؟	۳۶
بقیہ ادوار	۳۹
مستثنیات	۳۹
کچھ راس نہ آیا	۴۱
تنازع للبقا	۴۲
خطرناک سازش	۴۳
انکار حدیث	۴۴
دوسری سازش	۴۶
جمعیۃ اخوان الصفا	۴۶
تحریک شعوبیہ	۴۸
علمائے حق غافل نہ رہے	۴۸
یہ علماء سوء	۴۹
مرعوبیت ذہن	۵۱
محاذ جنگ	۵۲
یہ محاذِ جنگ کیوں ؟	۵۳
ذوق دشنام طرازی	۵۶

Marfat.com

	ماحصل	۵۷
۲۔ منظر	(انفرادی مساعی)	۶۱
	انگریزی اقتدار میں انکار حدیث کی پہلی آواز	۶۲
	اس آواز کا محرک	۶۴
	وحدت فکر و برہان	۶۶
	اس مرحلہ کا پہلا قدم	۶۷
	دوسرا کام	۷۵
	تیسرا کام	۷۷
	ایجادِ حوالہ	۷۸
	قطع و برید	۷۸
	غلط انتساب	۸۰
	ایک اصطلاح	۸۳
	اس کے بعد	۸۴
	دوسرا مرحلہ	۸۵
	چکڑالوی دعوت	۸۵
	نادر و شاہکار تفاسیر	۸۶
	سرزمینِ امرتسر	۹۱
	وہی پرانا استدلال	۹۲
	دوسرا قدم	۹۳
	نفس رسالت کی بیخ کنی	۹۳
	تیسرا قدم	۹۹

Marfat.com

فساد ہی فساد ۱۰۰
ایمان باللہ میں فساد ۱۰۱
ایمان بالرسول میں فساد ۱۰۳
ایمان بالکتاب میں فساد ۱۰۹
ایک ضمنی بات ۱۱۵
ایمان بالملائکہ میں فساد ۱۱۸
ایمان بالیوم الآخر میں فساد ۱۱۹
تخریب صلوٰۃ ۱۲۹
صوم ۱۳۴
تملق اور مرعوبیت ذہن ۱۴۰
توہین رسالت اور رسولؐ پر مداہنت کا بہتان ۱۵۴
متاع علم و فن ۱۵۴
اخلاقی سرمایہ ۱۸۲

مندرجات حصّۂ دوم (اجتماعی جدوجہد)

ادارۂ طلوع اسلام
اصلیت
جزوی فرق
مرکزِ ملت کا منصوبہ
فرقِ مراتب
یہ فساد انگیز تجویزیں کیوں ؟

Marfat.com

ے

نبوت تو ختم ہو گئی مگر رسالت باقی ہے

ذہنی بیخ کنی

عقیدۂ آخرت کی مجروحی

جنت و جہنم کیا ہیں؟

بنیادی تخیل

ایمان بالغیب

کائناتی قوتیں

بین الملیت

نماز نہیں بلکہ نظام صلوٰۃ

جوشِ عناد و طوفانِ مخالفت

بات کیا ہے؟

اس کے برخلاف

تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

غیظ و غضب کی پہلی چنگاری

مزاحمت کے اسلحہ

سر دو بہ مستاں ......

کیا نہیں ہے؟

بہتان و افترا کی شانِ نزول

مزاج شناس رسول

...... اور سینہ زوری

لیکن

اصل و نقل

Marfat.com

آخری سوال

خدع و فریب

اظہارِ حقیقت

نبوتِ جدیدہ میں شاطرانہ اقتباسات:

"آہنی ڈکٹیٹر شپ میں" ناقص اقتباسات

جادو وہ جو.....

میں سند ہوں

حق ادا نہ ہوا

مسئلہ کشمیر

آمدم برسرِ مطلب

ایک قدم اور آگے

چہ می فرمایند؟

کتمانِ واقعہ

سطحیت

منافرت

ایک مثال اور

خدائی دبندگی

ایسا بھی ہوتا ہے

ایک تفریحی منطق

مافی الصدور کی آئینہ دار ایک منطق

بیک جنبش قلم

جبر و تشدد کی تلقین

Marfat.com

غلط فہمی نہ ہو

مندرجات حصۂ سوم

تیسری خدمت
مبلغ علم
"علمی دیانت و امانت"
ناطقہ سر بہ گریباں ہے.....
اصلی موقف
اور یہ حیلہ سازیاں
افتراق و اختلاف و انتشار
میں ہوں اپنی شکست کی آواز
مآخذ
نگاہِ بازگشت

۳- متوقع مراحل
۴- پس چہ باید کرد؟
۵- حجیتِ حدیث و سنّت
قرآنی تصریحات
تاریخی شواھد
عقلی ثبوت

Marfat.com

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ؕ

سخنہائے گفتنی

زیرِ نظر کتاب نہ بحث و مناظرہ کے مقصد سے لکھی گئی ہے اور نہ یہ منکرین حدیث کے رد میں ہے بلکہ اس میں فتنۂ انکارِ حدیث کی پوری عکاسی کر دی گئی ہے اور اس کے صحیح خد و خال دکھا دیئے گئے ہیں گویا یہ ایک آئینہ ہے جس میں انکارِ حدیث کے علمبرداروں کی اصلی صورتیں منعکس ہو رہی ہیں اس آئینے میں اگر کچھ لوگوں کو اپنی شبیہہ نظر آئے تو انھیں اختیار ہے کہ اسے اس حبشی کی طرح اٹھا کر دور پھینک دیں جس نے راستہ میں پڑے ہوئے آئینہ میں اپنی صورت دیکھ کر کہا تھا کہ جبھی تو مجھے کسی نے پھینک دیا ہے یا اس آئینہ کو اپنی شکل و شباہت کے سنوار لینے کے کام میں لائیں۔

یہ محض ایک آئینہ ہی نہیں ہے بلکہ ضمیر و دیانت کی زندگی و موت کے لئے ایک کسوٹی بھی ہے جن کا ضمیر بالکل مردہ نہیں ہو گیا ہے اور جن کے قلوب میں انصاف و دیانت کی ایک رمق بھی باقی ہے وہ مجبور ہوں گے کہ اپنی روش پر نظرِ ثانی کریں لیکن جن کے قلوب لاعلاج مرض کے شکار ہوں گے وہ جدل و مکابرہ کا فتح باب کریں گے اور اس طرح ان کے مرض میں زیادتی ہی ہوتی چلی جائے گی اسی طرح یہ ان لوگوں کے لیے بھی ایک امتحان ہے جو "قرآنی دعوت" کے دلکش نعرے پر لبیک کہہ کر مخلصانہ تلاشِ حق کی خاطر اس سے وابستہ ہوئے ہیں ایسے مخلصانہ جستجوئے حق میں سرگرداں لوگوں کو اس میں عبرت و موعظمت کے کافی سامان ملیں گے اور جن فریب میں وہ

Marfat.com

مبتلا کئے گئے ہیں جب اس کا طلسم ٹوٹے گا "قرآن کی حق پسندی (یعنی "ترک موالات" پر اُبھارے گی مگر جن لوگوں کی نیت ہی اسلامی حدود کی بندش سے گلو خلاصی کی ہوگی ان کے نزدیک چونکہ "قرآنی دعوت" ان کے "جذبہ حریت" کے لئے ایک غنیمت راہ عمل ہو گی اس لئے ان کے عتاب و جلال کی آگ بھڑک اُٹھے گی۔

اس سلسلہ میں اس کا اظہار بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چاہے کوئی جس قدر بھی مجنونانہ انداز سے اپنی لاعلمی کا اعلان کرے کہ :-

"ہمیں منکرین حدیث کی بابت تو معلوم نہیں کہ وہ کون لوگ ہیں اور ان کا کیا کہنا ہے" (طلوع اسلام نومبر ۵۳)

اور چاہے کوئی جتنا بھی شور مچائے کہ :-

"چونکہ یہ آواز قوت و عمل کی طرف دعوت دینے والی ہے اس لئے اہل نگاری اور آرام طلبی تعصبتی طور پر اس کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور اپنی عادت مستمرہ کے مطابق دلائل و براہین کے بجائے لیبل تراشی سے کام لیا چنانچہ اس کے لئے منکر حدیث کا لیبل وضع کر کے عوام کے جذبات کو مشتعل کرنے کو غلبتہ چھوڑ دیا گیا۔"

(مقام حدیث ج ا صفحہ ۲۲۹ شائع کردہ ادارہ طلوع اسلام)

اور چاہے جتنی بھی کوشش یہ مغالطہ دینے کی کی جائے کہ :-

"منکر حدیث کے لفظی معنی ہیں "حدیث کا انکار کرنے والا" ہم پوچھتے ہیں کہ کیا دنیا میں کوئی ایسا بھی شخص ہے جو حدیث کے وجود کا انکار کرے، خود طلوع اسلام کے پاس حدیث کی کتابوں کی بڑی بڑی ضخیم جلدیں موجود ہیں"۔ (مقام حدیث ج ۲ صفحہ ۳۸۶)

مگر اس کو کیا کیجئے کہ گھر کے بھیدی ہی نے لنکا ڈھا دیا اور اپنے ایک دعویٰ میں صاف صاف اس کا اعتراف کیا تو منکر حدیث ہونے پر فخر و مباہات کا اظہار فرمایا :-

Marfat.com

"جب سے حدیثوں کی تدوین شروع ہوئی ہے اسی وقت سے اہل علم کی ایک جماعت ایسی ہوتی چلی آئی ہے جو اس کی دینی حیثیت کی منکر رہی یعنی ان کے انکار کا مطلب یہ نہیں کہ وہ حدیث کے وجود یا اس کی حقیقت ہی کو نہیں جانتے یا اس کو بالکل جھوٹ جانتے ہیں بلکہ صرف یہ ہے کہ اس کو دینی حجت نہیں تسلیم کرتے"

(مطالعہ حدیث صفحہ ۲۵ مضمون "منکرین حدیث" از حافظ اسلم جیراجپوری)

الغرض منکرین حدیث کی ایک جماعت اسلام میں رہی ہے ... یہ ارباب فکر وہ لوگ تھے جو غور کرتے کرتے اس حقیقت تک پہنچ گئے کہ حدیثیں دینی حیثیت نہیں رکھتیں اصل دین قرآن ہی ہے" (مضمون "منکرین حدیث")

اس لئے لاعلمی کا اظہار بے سود ہے اور کتب حدیث کی ضخیم جلدوں سے الماریوں کے بھرے ہوئے ہونے کا مغالطہ دینا چاہیے جو پر شوکت الفاظ کے ساتھ زوردار طریقہ سے ادا کردہ مرغوب نی پسندانہ "واہ سبحان اللہ" مکرر ارشاد فرمائیے کہہ سکے ورنہ ظاہر ہے کہ سر ولیم میور کے کتب خانہ میں قرآن کے متعدد نسخے مختلف مطابعوں کے مختلف سائز کے حجم کے لحاظ سے مختلف درجنوں کی تعداد میں رہے ہوں گے اندر سجے ہوئے تھے اس کے باوجود وہ "منکر قرآن" ہی تھا اسی طرح یہ لیبل سازی بھی نہیں بلکہ خود پسند کیا ہوا خطاب ہے پھر اس سے چڑھنے کی وجہ؟ پھر اس کے باوجود اگر منکر حدیث کہنے سے برا لگتا ہے تو اس کو کیا کیا جائے کہ آخر کوئی ایسا امتیازی نام تو ہونا چاہیئے جو یہ عقیدہ - حدیث دینی حیثیت نہیں رکھتیں - رکھنے والے گروہ کے حسب خیال ہو محض مسلم کہنے سے تو کام نہیں چلتا اس میں وہ لوگ بھی تو ہیں جو حجیت حدیث کے قائل ہیں اس لئے امتیاز کیلئے بغرض تحریر کے موقع پر اس گروہ کے لئے کوئی نہ کوئی تعارفی اسم تو ہونا چاہیئے اور جب فاخرانہ طور پر اس نام کو پسند کر لیا گیا ہے تو پھر آخر پسندیدہ نام سے مذکرہ کئے جانے پر آتش زیر پا ہونے کے کیا معنی؟

Marfat.com

پس منظر

Marfat.com

اسلامی نظام حکومت کی خاصیت، اس کی علامت اور اس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ ایک اللہ وحدہ لاشریک کی بندگی و محکومی اور غلامی کے علاوہ دوسری تمام غلامیوں اور محکومیوں سے انسان کی گردنیں آزاد ہوتی ہیں، فضائیں حاکم کائنات کی الوہیت و ربوبیت کے نعروں سے گونجتی رہتی ہیں، انسان اپنے خالق و مالک کی عظمت و کبریائی اس کی حمد و ثنا اور تسبیح و تہلیل میں رطب اللسان رہتا ہے اور اسی کی دی ہوئی نعمتوں اور رزق کے حقوق کی ادائیگی میں سرگرم۔ زمین پر بھلائیوں اور نیکیوں ہی کی کارفرمائیاں رہا کرتی ہیں، فتنۂ و فساد اور منکرات و فواحش کے سر اٹھانے اور فروغ پانے کی ساری راہیں مسدود ہوتی ہیں، ذمہ داران نظم و نسق اور صاحبان اختیار اپنی ساری صلاحیتیں اور اقتدار کے سارے ذرائع و وسائل المعروف کو فروغ دینے اور المنکر کے انسداد و استیصال کے لئے وقف رکھتے ہیں۔

الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ و امروا بالمعروف ونھوا عن المنکر۔

یہ گروہ مومنین وہ ہے کہ اگر ہم اس کو زمین میں حکومت و طاقت عطا کریں تو یہ نماز قائم کرے گا اور زکوٰۃ دے گا اور معروف کا حکم دے گا اور منکر سے روکے گا۔

خیر القرون | زمانے کا سب سے زیادہ قیمتی سرمایہ، اسلام کا تابناک دور۔ عہد نبوت

Marfat.com

—فی الواقع خیر القرون تھا جس کی نظیر انسانی مجد و شرف کی پوری تاریخ پیش کرنے سے عاجز ہے اس آسمان کے نیچے اور اس زمین کے اوپر اس دور سے زیادہ خیر و برکت کا دور نہ کبھی گزرا ہے اور نہ آئندہ آنے کا امکان ہے وہ دور جس کے لیل و نہار کی گردشیں انسانی سعادتوں کے طواف کا دوسرا نام تھا انسانیت کی وہ معراج و عظمت دراصل تو اس نبوت کا فیض تھا جو بذات خود ایک رحمت عامہ ہوتی ہے اور زمین کی پیٹھ جس کا وجود و قیام آسمان و زمین کی ساری نعمتوں کا ضامن ہوتا ہے پھر یہ کہ اقامت دین وہ مقصد وحید اور وہ مطمح نظر جو اسلام تحریر کرتا ہے بغیر کسی طرح کے ضعف و اضمحلال کے اپنی پوری شان کے ساتھ کارفرما رہا معروفات و حسنات پروان چڑھتے رہے اور منکرات و سیئات کا استیصال کیا جاتا رہا کسی منکر کے سر اٹھانے کا نہ کوئی موقع تھا نہ کوئی ایسا رخنہ و خلا تھا جس سے کسی طرح کا منکر ابھر سکے بر و تقویٰ کی نہریں جاری تھیں اور اثم و عدوان کی سوتیں خشک کر دی گئی تھیں۔

خلافت علیٰ منہاج النبوۃ اس کے بعد خلافت راشدہ کا دور آتا ہے اس دور میں بھی معروفات و حسنات اسی طرح فروغ پاتے رہے اور منکرات و سیئات اسی طرح مٹائے جاتے رہے جس طرح اس کے پیش رو اقتدار و طاقت نے اپنا لائحہ عمل بنایا تھا ہر ایک کا مطمح نظر اور ہر آنے والی حکومت کی کارکردگی کا محور وہی رہا جو پہلے سے آ رہا تھا اور جسے قرآن نے اسلامی اقتدار کا طغرائے امتیاز اور اس کا مقصد وجود قرار دیا ہے یعنی امروا بالمعروف و نھوا عن المنکر۔ خلیفہ ثالثؓ کے زمانہ خلافت کی شورش و فتنہ اسلام کی نظر میں بہر حال ایک منکر ہی تھا جس نے سر اٹھایا، حضرت عثمانؓ نے اپنا سر دے کر اس منکر کو فرو کرنا چاہا اور خلیفہ چہارمؓ اس منکر سے

Marfat.com

اپنے پورے زمانۂ خلافت میں نبرد آزما رہے۔

دو اہم باتیں یہاں دو چیزیں خاص طور پر ذہن میں محفوظ رکھ لینے کی ہیں ایک تو یہ کہ خلیفۂ سوم رضؓ کے زمانہ کی شورش میں نہ کسی "ملا" کا ہاتھ تھا' اور نہ اس وقت تک "ملائیت" کا کوئی نام و نشان تھا اور نہ کسی "عجمی سازش" نے اس وقت تک مسلمانوں کو "مذہب" کا کھلونا دے کر بہلایا تھا' بلکہ وہ فتنہ خالص غیر اسلامی سیاست اور اقتدار و قیادت کی حرص و تمنا کا ایک نفرت انگیز مظاہرہ تھا' اسی طرح خلیفۂ چہارمؓ کے دور میں جو ایک اور فتنہ رونما ہوا' یعنی فتنۂ خارجیت' وہ فتنہ بھی کسی "ملا" کا کھڑا کیا ہوا نہیں تھا' اور نہ عجمیت کی سحر طرازیاں تھیں جن کے باعث "امت" روایات میں کھو گئی' بلکہ اس کے برعکس اس طرح کی کوئی بات تھی بھی تو وہ "خالص قرآنی دعوت و تبیغ" — ان الحکم الا للہ — کے کلمۂ حق سے ارادۂ باطل کا کرشمہ تھا' جاہ طلبی اور سیاسی دھڑے بندیاں ہی تھیں جو شیعیت اور خارجیت کے روپ میں ظاہر ہوئیں' حضرت علیؓ تیغ بکف ہو کر ان منکرات کا قلع قمع کرنے آئے اور انھیں مٹانے کے لئے اس وقت تک جد و جہد فرماتے رہے جب تک دنیا پرستوں اور اقتدار کے حریصوں نے ان کی زندگی کا چراغ گُل نہ کر دیا۔

دوسری چیز یہ کہ عہد نبوت اور خلافت راشدہ کے پورے دور میں "علما سو" کا کہیں سراغ نہیں ملتا' اس کی وجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ علما رسو اپنی روح اور حقیقت کے لحاظ سے منکرِ اعظم ہیں اور وہ حکومت جو اپنے حدود مملکت میں منکرات کے انسداد کی ذمہ دار ہو بھلا وہ کس طرح اس "منکر اعظم" کی پیدائش گوارا کر سکتی ہے پھر یہ کہ اس منکر کی پہلی تخم ریزی تو "قصر خلافت" ہی میں ہوتی ہے اور امر بالمعروف

Marfat.com

دہی عن المنکر کو اپنا شعار اور اپنی پالیسی بنانے والی امارت وحکومت اس منکر کی تخم ریزی، اس کی آبیاری اور اس کی کاشت کس طرح کر سکتی ہے۔

یہ خیال کرنا کہ خلافت راشدہ میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ہستیاں علما رسوء کا لباس نہیں پہن سکتی تھیں، اور اس دور میں علما رسوء کے فقدان کا سبب یہی تھا، درست نہیں، اس لئے اس دور میں محض صحابۂ کرام ہی تو نہ تھے بلکہ ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں غیر صحابہ بھی تھے، پھر یہ کہ جب حضرت عثمانؓ کی خلافت میں (جو صحابہ ہی کا دور تھا) ایک فتنہ و منکر اُبھر سکتا تھا، تو پھر علما رسوء اور ان کی ریشہ دوانیوں کے ناممکن ہونے پر صحابۂ کرام کا محض وجود کس طرح دلیل بن سکتا ہے؟ لہٰذا خلافت راشدہ کے دور تک علما رسوء "پائے نہ جانے" کا سبب وہی ہے جو اوپر بیان ہوا۔

ملک عضوض

خلافت راشدہ کے بعد جب ملوکیت مسندِ اقتدار پر قابض ہوئی تو اس نے حکومت کی وہ اساس منہدم کر دی جو اسلامی حکومت کی اصل اساس ہے، اب حکومت کا مقصدِ قیام امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہ رہا۔ مقصد بدلنے کے ساتھ طریقے بھی بدل گئے۔ جن کے قبضے میں زمام اقتدار آئی انھوں نے اپنی ذات، اپنے خاندان اور "اپنوں" کے لئے مسند اقتدار ہمیشہ کے واسطے محفوظ کر لینے کی خاطر وہ سارے ہتھکنڈے استعمال کرنے شروع کئے جو ایک خدا ناترس حکومت کر سکتی ہے، قہر و جبر اور ظلم و تشدد کے شکنجے تیار کئے گئے، قبائلی عصبتوں کو ابھارنے اور بھڑکانے کی ترکیبیں کی گئیں، اپنا اثر و نفوذ اور غلبہ باقی رکھنے کے لئے اسلام کے نام سے کام نکالنے (EXPLOIT) کی پالیسی بنائی گئی، اپنی "خدمات" اور اپنے "کارناموں" کی نشر و اشاعت کیلئے شعراء و قصّاص اور ادیبوں کی ضرورت

Marfat.com

تھی اس لئے کہ اس زمانہ کے یہی لوگ اخبار اور ریڈیو تھے جو ملک کے گوشے گوشے میں ان کی "کارگزاریوں اور شاندار سرگرمیوں" کا پروپیگنڈہ کر سکتے تھے چنانچہ کچھ لوگ تو اس کام کے لئے کارخانۂ اقتدار سے ڈھالے گئے اور کچھ ایسے لوگوں کی "خدمات" حاصل کی گئیں جو یا تو اسلام کے شہر میں بالکل نو وارد تھے اجنبی کی حیثیت رکھتے تھے اور اسلامی مزاج و تعلیمات سے ابھی ناآشنا تھے، یا پھر غیر مسلم ہی تھے، غرض مکّار سیاست اور اسلام سے منحرف اقتدار کا جو تقاضا ہونا چاہیئے وہ پورا ہونے لگا حکومت پر ان سعید روحوں کا قبضہ نہ تھا جو قرآن کی اصطلاح میں اولیاء الرحمان کہلاتے ہیں اور جن کا کام یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ہوتا ہے بلکہ عنان سلطنت ان خود غرض منفعت کوش عیش پسند اور جاہ طلب ہاتھوں میں تھی جن کا کام قرآن کی زبان میں یامرون بالمنکر وینھون عن المعروف ہوتا ہے، منکر کو فروغ دینے اور معروف کو پامال کرنے والی سیادت و امارت ہی وہ اُمّ الخبائث ہے جس کے بطن سے سارے منکرات پیدا ہوتے ہیں۔

بنو امیہ کا دور

چنانچہ بنوامیہ کی وہ حکومت جو خاندانی مفاد اور وراثتی نظام کو سامنے رکھکر قائم کی گئی تھی اس کے بقاو قیام کا دارومدار منکرات کی ترویج و اشاعت اور معروفات کے انسداد پر تھا ورنہ اگر وہ معروفات کو اجاگر کرنے اور منکرات کو مٹانے کی "غلطی" کر بیٹھتی تو بھلا اس کا موقع کہاں تھا کہ "خلفا" حج کے لئے نکلیں تو چھ سو اونٹوں پر صرف ان کے بدن کے کپڑے ہوں[۱]

---

[۱] ماخوذ از تاریخ افکار سیاسیات (عبدالوحید خاں بی۔اے) بحوالہ عقدالفرید ذکر ہشام بن عبدالملک۔

Marfat.com

محل سے صرف اولی جرابوں کی تعداد میں تیس ہزار کیوں کر نکل سکتی تھی[1] عیش پرستی و سرمستی اور فسق و فجور کی انتہا ہے کہ "امیر المحج" بن کر جاتے ہیں تو صندوقوں میں کتے بھی ساتھ ہیں اور شامیانے اور شرابوں کے مٹکے بھی حج کے "ہدایا" میں ہمراہ رکھے جاتے ہیں[2]، "خلافت" پر متمکن ہونے کی خوشخبری ملنے پر مسلسل دو شبانہ یوم غرق مے ناب رہتے ہیں[3] تصور دیا نہ ہے "خلافت" کی زرنگاریاں، مجالس رقص و سرود اور لوازم چنگ و رباب کی عیش فراوانیاں ممکن کیسے تھیں، اگر حکومت کا نظریہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر رکھا جاتا۔

بنو امیہ کا سیفٹی ایکٹ

مفاد پرستی، عیش کوشی اور بندگان خدا پر اپنی خدائی و کبریائی کو مستحکم سے مستحکم کرنے کے لئے ضرورت تھی کہ چیرہ دستیوں کی کوئی شکایت اٹھا نہ رکھی جائے، چنانچہ ان کے آمرانہ جبر و تشدد کی پیدا کردہ دردناکیوں سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں منجملہ ان کے ایسے پچاس ہزار مردوں اور تیس ہزار عورتوں کی اسیری ہے، جنھیں خود اپنے ان جرائم کا علم نہ تھا جن کی بنا پر حجاج نے انھیں محبوس کر رکھا تھا اور جو قید و بند میں نہایت اذیت کے ساتھ مشق ستم بنائے جا رہے تھے جنھیں حجاج کی موت کے بعد مصائب قید و بند سے نجات ملی۔

لڑاؤ اور حکومت کرو

محض اس خیال سے کہ اقتدار پر کسی کا قبضہ نہ ہونے

---

[1] ماخوذ از تاریخ افکار و سیاسیات" بسلسلہ بیان اصلاح عمر بن عبد العزیز رح

[2] ماخوذ از طبری

[3] ماخوذ از مروج الذھب (مسعودی)

Marfat.com

پائے اور حکومت ان کے خاندان سے منتقل ہو کر کسی دوسرے خاندان میں نہ چلی جائے جبر و تشدد اور سخت گیریوں ہی پر اکتفا نہ کی گئی بلکہ عرب کے مختلف قبائل کو ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما کر کے اُن کی قوتیں ضعیف کرتے رہنے کی پالیسی بھی اختیار کی گئی، چنانچہ مُضری اور یمنی قبائل جو عہدِ جاہلیت میں برسرِپیکار رہا کرتے تھے، اور جنہیں اسلام نے رشتۂ اخوت میں منسلک کر کے شیر و شکر کر دیا تھا، بنو امیہ نے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے اُن کے پرانے قبائلی تعصبات کی دبی ہوئی چنگاریوں کو اپنے دامنِ افساد سے ہوا دے کر مشتعل کر دیا جس کا نتیجہ افسوسناک کشت و خون کی شکل میں ظاہر ہوا[۱]۔

بنو امیہ کا انڈمنٹی ایکٹ

اپنے ظلم و جور، اپنی سخت گیری اور اپنے تشدد کو دینی جواز دینے کے لئے بنو امیہ نے "مسئلۂ جبر" کا اختراع کیا[۲]، یہ اختراع گویا اُن کا "انڈمنٹی ایکٹ" تھا، اُن کے آمرانہ قہر و مظالم کے لئے ایک سبیلِ برارت تھی، یعنی یہ کہ انسان مجبورِ محض ہے، جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے، انسان تو محض ایک کٹھ پتلی ہے جس کا تار خدائی ہاتھ میں ہے جس کے ہلانے پر وہ حرکت کرتا ہے۔ پس انسان اپنے اعمال کا ذمہ دار و جوابدہ نہیں، اس کی ذمہ داری خدا پہ عائد ہوتی ہے لہٰذا وہ سفاکیاں جو کی جا رہی ہیں، خدا کی "مشیّت" ہی ایسی ہے کہ وہ کی جائیں، اگر خدا کے "اشارۂ کُن" کو اس معاملہ میں دخل نہ ہوتا تو بھلا اربابِ کار کی کیا مجال ہے کہ وہ لوگوں کو مشقِ ستم بنائیں،

۱۔ ماخوذ از "مسلمانوں کا عروج و زوال" (سعید احمد ایم اے)

۲۔ ماخوذ از رسالہ "اہل السنت والجماعت" (سید سلیمان ندویؒ) بحوالہ مقریزی ج ۲ ۔

Marfat.com

پس صاحبانِ قوت اپنی ان تمام شعاریوں اور اُن ایذاؤں سے "بری الذمہ" ہیں جو وہ کیا کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک گمرہ کن اختراع تھی، اور جب ایسا تھا تو پھر اہلِ حق کی ذمہ داری تھی کہ وہ اس فاسد خیال کا فوری البطال کر دیں چنانچہ سب سے پہلے حضرۃ ابوموسیٰ اشعریؓ نے اس کی تخلیط کی۔

"یہ مسئلہ جبر" وہ پہلا درخت تھا جس سے اُن سارے فرقوں کی شاخیں پھوٹیں، جنھیں ہم آج "فرقِ اسلامیہ" کے نام سے یاد کرتے ہیں اور اس شجرِ خبیث کا بیج خدا ناآشنا سیاست اور آخرت فراموش اقتدار نے بویا، فضا میں ایک آواز اُٹھ چکی تھی اور اس کے ارتعاش کا ردِ عمل ہونا لازمی تھا، چنانچہ ہوا اور یہ ردِ عمل بھی اُن دیرینہ سیاسی رقابتوں سے پاک نہ تھا جو شام و عراق کے مابین کارفرما تھیں، اسی لئے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ وغیرہم کی طرح اس کی محض تغلیط پر اکتفا نہ کی گئی بلکہ اہلِ شام کے اس نظریہ — جبر — کے توڑ میں عراق نے باضابطہ "جوابِ آں غزل" سوسن نامی ایک عجمی نژاد کی زبان سے "نظریہ قدر" کی صورت میں دیا[1]، یعنی یہ کہ انسان اپنے تمام افعال و اعمال کا "مختارِ مطلق" اور ذمہ دار ہے، تقدیر کوئی شے نہیں، خدا نے انسانی افعال کی باگیں اپنے ہاتھ میں نہیں لے رکھی ہیں، بلکہ انسان خود جس طرح چاہتا ہے، کرتا ہے، معبد جہنی نے اس نظریہ کو اصول عقائد میں داخل کیا جو عبدالملک اموی کے حکم سے قتل کیا گیا، معبد کے بعد عمرو بن عبید، جعد بن درہم اور غیلان دمشقی وغیرہم اس نظریہ کے علمبردار بنے، اور سب یکے بعد دیگرے بنو امیہ کے ہاتھوں سے قتل ہوئے، ان کے قتل نے اس فرقہ میں اور زیادہ جوش پیدا کر دیا، اور ایک دوسرا

---

[1] رسالہ "اہل السنت والجماعت" بحوالہ کتاب الصفات بیہقی۔

Marfat.com

اصول ان میں مسلّم ہوا، وہ یہ کہ سفاکوں اور ظالموں کے خلاف ہر طرح کی (جائز و ناجائز؟) سرگرمیاں فرض ہیں، اس فرقہ کا نام ابتدا میں قدریہ پڑا جو بڑھتے بڑھتے معتزلہ بن گیا۔

علمائے سوء کا ظہور و نمود

فرقہ سازی کا یہ دروازہ کھولا جانا تھا کہ پھر تو جسے دیکھئے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنانے کی فکر میں نظر آنے لگا، ایک آواز اٹھی، سو پچاس آدمی اس کے ساتھ ہو گئے، لوگوں نے اسے ایک فرقہ کا نام دے دیا، اور ہر فرقہ اپنی "حقانیت" کے ثبوت میں سب سے پہلے قرآن ہی کی آیات پیش کیا کرتا[1]۔ فرقہ وارانہ تعصبات کے سلسلہ میں سب و شتم، طنز، استہزا اور جدل و نزاع میں سے وہ کون سی چیز تھی جو نفسانیات کی کارفرمائی کے نتیجہ میں رونما ہوا کرتی ہے اور وہ نہ ہوئی ہو، حتی کہ اپنے اکاذیب و موضوعات کو رسولؐ کی طرف منسوب کرنے کا دبال تک مول لیا گیا، اور ہر فرقہ یہ سوچنے سے بے نیاز تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے، کہاں جا رہا ہے، اپنے لئے کس طرح کا ذخیرہ جمع کر رہا ہے۔

یہ منکرات زمین پر ابھرے، بڑھے، پھیلے اور پھیلتے گئے، مگر ارباب اقتدار نے ان کے انسداد کی کوئی فکر نہ کی، اور وہ کیوں کرتے؟ ان کا تو مطمح نظر امر بالمنکر تھا، تمکن فی الارض کے اسلامی مقصد (امر بالمعروف و نہی عن المنکر) کی انجام دہی کی توقع اس حکومت سے کیوں کر رکھی جا سکتی ہے جس کی پالیسی ہی یہ ہو کہ معاشرے کو منکرات

---

[1] ہر نظریہ کے علمبرداروں کے دلائل قرآن سے دیکھنے ہوں تو ابوبکر رازی کی "نہج القرآن" کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

59774

Marfat.com

وفواحش اور فساد و انتشار سے بھر دیا جائے'۔

یوں یہ دنیا پرست اقتدار' جو اپنی سلامتی اسی میں سمجھتا تھا کہ منکرات کو فروغ دینے اور معروفات کو پامال کرنے کی خاطر اپنے ذرائع و وسائل کے استعمال میں کوتاہی نہ کرنی چاہیئے' ایک منکرِ اعظم کو جنم دینے کا موجب بنا' اور وہ منکرِ اعظم تھا "علمائے سوء" کا ظہور و نمود۔ اس لئے کہ اس اقتدار کے پیش نظر تو محض اپنی عیش سامانی اور اپنی بقا و استحکام تھا' عامۃ المسلمین کو اپنے استبداد کے شکنجے میں جکڑنے اور جکڑے رکھنے کی شکل یہ تھی کہ ان کی مذہبی حس کو ایسی غذا دی جائے جس سے وہ اس حکومت کو عوام کی ہمدرد' ان کے معیارِ زندگی کو بلند کرنے والی اور اسلام کی محافظ و خدمت گزار سمجھتے رہیں' چنانچہ انھیں ان کاموں کے لئے استعمال کیا جانے لگا' اور خسروانہ سرپرستیاں ان پر سایہ فگن رہنے لگیں۔

یہ بزم مے ہے .....

جب اشرفیاں لٹائی جا رہی ہوں تو کتنا بدنصیب سمجھا جاتا ہے وہ دامن جو اس موقع پر سمٹا رہے' چنانچہ ہر دامن پھیلا' فرقہ سازی کی تخم ریزی کر ہی دی گئی تھی جس کا درخت جبریہ اور قدریہ' مرجیہ اور معتزلہ وغیرہ کی شکلوں میں پھل لا چکا تھا' جبریہ تو خیر' عنایاتِ خسروانہ کے "جائز" مستحق تھے' کیونکہ بنو امیہ کی طرف سے "مسئلہ جبر" کا مصرع جب پڑھا گیا تو انھوں نے اس مصرع کو اٹھایا اور بزم میں اس پر داد دینے اور مراد حاصل کرنے کی خاطر اپنے پھیپھڑے اور حلق کی پوری طاقت صرف کی تھی۔ مرجیہ نے اقتدارِ وقت کے تیور دیکھ کر اپنا دامن بھرنے کا پلان یہ بنایا کہ بنو امیہ کی تائید بجائے ایجابی طور کے سلبی طور سے کیجائے' تاکہ باغبان بھی خوش رہے' راضی

Marfat.com

ضیا دیتی چنانچہ انھوں نے کہا کہ —— "ایمان کے ساتھ کوئی معصیت مضرت رساں نہیں، جس طرح کفر کے ساتھ کوئی طاعت نفع بخش نہیں —— اور ظاہر ہے کہ اموی خلفاء زیادہ سے زیادہ معصیت کار ہو سکتے تھے' کافر تو تھے نہیں' لہٰذا ان کی حکومت مرجیہ کی نظر میں "حکومت شرعیہ" قرار پائی، چنانچہ انھیں بھی انعاماتِ جاہ و مال سے نوازا گیا' معتزلہ اس بہتی گنگا سے آخر کیا وجہ تھی کہ سیراب نہ ہوتے' چنانچہ انھوں نے ایک تعدیل کی راہ پیدا کی[1]' نہ خوارج کی طرح مرتکبِ گناہ کبیرہ کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیتے اور نہ مرجیہ کی طرح ایمان کے ساتھ معصیت کاریوں کو غیر مضر سمجھتے' تنقید کا جہاں تک تعلق تھا' یہ سب پر تنقید کرتے' حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں کی لغزشیں بیان کی جاتیں' مگر حضرت علیؓ کی محض "خطائیں" شمار کر دی جاتیں اور حضرت معاویہؓ کی "لغزشوں" کے ساتھ ان کی تاویل و تصویب بھی کی جاتی۔ اس طرح لوگ معتزلہ کو منصف مزاج سمجھتے' لیکن ان کی تنقیدوں کے فوائد امویوں کو پہنچتے' یوں ان پر بھی نگاہ لطف و کرم ڈالی جانے لگی' اور وہی اقتدار جس نے "مسئلہ جبر" اختراع کر کے اپنے جور و تشدد کے لئے وجہ جواز پیدا کیا تھا' معتزلہ کو' جو "نظریۂ جبر" کے دشمن خیال کئے جاتے تھے' اپنا مقرب بناتا ہے' تقرب بارگاہ سے "معتزلہ" کو "کام" کے مواقع ملے' "مسئلۂ خلقِ قرآن" کی داغ بیل ڈالی گئی[2]' جو بحث و مناظرہ اور تالیفات و تصانیف کے جلو میں اپنے ارتقائی منازل طے کرتا رہا' تا آنکہ مامون کے عہد میں ایک

---

[1] جسے منزلۃ بین المنزلتین سے تعبیر کیا جاتا ہے یعنی مسلم فاسق نہ کافر ہے نہ مومن' نہ جنتی ہے نہ جہنمی بلکہ دونوں کے درمیان کوئی چیز ہے۔

[2] ماخوذ از ضحی الاسلام (احمد امین)

Marfat.com

فتنۂ عظیم کا موجب بنا، ساتھ ہی ان کی تبلیغ سے یزید بن الولید اور مروان بن محمد مسلک اعتزال قبول کر لیتے ہیں اور معتزلہ یہ وہ فرقہ تھا جس نے "جبریہ" کی اینٹ کا جواب پتھر سے دینے میں تنقید و عدل اور اخلاق و ادب کے حدود کی بھی پرواہ نہ کی تھی، اور اب یہی وہ معتزلہ تھے جو یزید بن الولید کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے افضل شمار کرتے[1] ۔

مزید برآں

ایک طرف یہ گل کھلائے جا رہے تھے، اسی کے ساتھ ساتھ یونان و عجم کے فلسفوں اور ان کے علوم و فنون کے تراجم کی داغ بیل ڈالی گئی، اس کام کے پیش نظر اگر دین کی کوئی خدمت ہوتی تو اس کی ترتیب و تدوین کے لئے نقشۂ کار ہی کوئی اور تیار کیا جاتا، مگر ان علوم و آداب کی ترتیب و تدوین کا آغاز جس طرز پر کیا گیا، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا تھا کہ افکار و اذہان پر اسلامی عقائد و حقائق کے غلبہ کے بجائے ان علوم و فنون کا تسلط ہونے لگے اور چونکہ سرکاری طور پر یہ کام شروع ہوا تھا، اس لئے پورے معاشرے کا اس سے متاثر ہونا لازمی تھا، چنانچہ افکار اسلامی پر عجمی فلسفۂ حیات کی گرفت اور سوسائٹی میں غیر اسلامی تصورات کے نفوذ کی راہ کھل گئی، شاہان عجم کی سوانح عمریاں اور ان کی سلطنتوں کے قواعد کے تراجم پر خاص توجہ فرمائی گئی، تاکہ نظام حکومت اور فن سیاست کے باب میں رہنمائی حاصل کی جا سکے۔ ملوک عجم کے کارناموں کے تراجم اگر فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین کے نقطۂ نگاہ اور کسی طرح کی عبرت پذیری کے خیال سے ہوتے تو یہ ایک نیک مقصد ہوتا، اور اس کا رد عمل کچھ اور ہی ہوتا، مگر مدنظر تو یہ تھا کہ ان کے طرز زندگی

---

[1] ماخوذ از مروج الذہب۔

Marfat.com

اور آئین جہانبانی کو سامنے رکھ کر اپنی قیصریت و کسرائیت کی تکمیل کی جا سکے۔

اگر مدنظر امر بالمعروف ہوتا

اگر خدا ترس اقتدار کی کارفرمائیاں ہوتیں جس کی پالیسی امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہوتی ہے، تو "مسئلۂ جبر" کے اختراع کی حاجت ہی نہ تھی، اور جب اس کی نوبت ہی نہ آتی تو فرقہ سازیوں کا دروازہ ہی نہ کھلتا اور "علمار سوء" کی پیدائش ہی نہ ہوتی، اور اگر کوئی فتنہ سر اٹھاتا تو اس کی پہلی آواز ہی پر اس کا گلہ گھونٹ دیا جاتا، اور اگر وہ فتنہ ایسا ہی سخت جان ہوتا تو اس کی پامالی و ہلاکت کی خاطر قوت و طاقت کے سارے ذرائع و وسائل لگا دیئے جاتے، مگر جب ماں ہی ڈائن ہو تو اس کی کوکھ سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ لامحالہ شیطان ہی ہوگا، اور جس دودھ اور جس غذا پر پلے گا اس کی فتنہ سامانیاں اور فساد انگیزیاں کیا کچھ رنگ نہ لائیں گی، شیطان کا انسان کے لئے "عدوٌ مبینٌ" ہونا قرآن کی شہادت ہے، متاع دنیوی کی حرص اور جاہ و منصب کی طمع ایسے دام ہیں جن میں گرفتار ہونے سے کسی کا محض علم و فن نہیں روک سکتا، یا تو ایسی صالح اور خدا ترس قوت ہو جو اس کا موقع ہی نہ آنے دے اور معاشرے میں یہ چیز ابھرنے ہی نہ دے کہ انسان ان فتنوں کا شکار ہو سکے یا پھر خدا ہی کی ایسی توفیق شامل حال ہو کہ ہدایت اور استقامت علی الحق کی سعادت نصیب ہو جائے، اس لئے مقام تعجب یہ نہیں کہ متاع دنیا اور جاہ و منصب کے گہواروں میں جبہ و دستار کی خمیر تیار کس طرح ہوئی۔ مقام تعجب یہ ہے کہ کچھ ایسے اللہ کے بندے، جنھیں علمار حق کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، ان داموں میں پھنسنے سے بچ کس طرح گئے جو اقتدار وقت کی جانب سے پھیلائے گئے تھے۔

Marfat.com

بنو عباس

بے دین سیاست اور خدا نا آشنا نظام حکومت کے پیدا کردہ یہ منکرات اپنے ارتقائی منازل طے کر رہے تھے کہ بنو عباس سریر آرائے سلطنت ہوئے، ہر چند کہ انھوں نے اسلام کی سربلندی اور کتاب و سنت کی اطاعت کے کھوکھلے نعروں اور دعووں پر سیاوت وقیادت حاصل کی تھی مگر اپنے عزائم اور مقصود حکومت میں اپنے پیش رو ارباب اقتدار سے نہ صرف یہ کہ کسی طرح کم نہ تھے بلکہ اسلام سے انحراف، جاہلیت پسندی، عیش و عشرت اور بندگان خدا پر خدائی و کبریائی کی حرص و تمنا میں اُن سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھے، اس نئے ایذا رسانی تشدد اور خوں ریزی میں بھی انھوں نے اپنے پیش رو اقتدار کو مات کر دیا تھا، ان کے سیاسی انتقام کی ستم شعاریوں کے سلسلہ میں ان کی قساوتِ قلبی کی جھلک اس ایک واقعہ میں دیکھی جا سکتی ہے کہ سفاح کے زمانہ میں عبد اللہ بن مروان کی اسیری عمل میں آئی اور منصور، پھر مہدی اور پھر ہادی کے پورے دور حکومت (تقریباً چالیس سال) تک یہ سلسلۂ اسیری دراز رہا، ہارون رشید نے رہا کیا، رہائی کے بعد کیفیت دریافت کرنے پر عبد اللہ نے جو جواب دیا ہے، وہ ہر اُس قلب کی رقت انگیزی کے لئے کافی ہے جو "انسان" کے سینے میں دھڑک رہا ہو۔ جواب یہ تھا کہ:-

یا امیر المؤمنین! حُبِستُ غلاماً بصیراً واخرجت شیخاً ضریراً۔	امیر المؤمنین! جب میں قید کیا گیا ہوں تو روشن آنکھیں رکھنے والا ایک لڑکا تھا، اور اب جو قید سے نکالا گیا ہوں تو عالم پیری ہے اور بصارت زائل ہو چکی ہے

(التنبیہ والاشراف، مسعودی)

Marfat.com

بنوامیہ اور بنوعباس کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے کسی کے اس تبصرہ پر کہ — بنوامیہ نباش اول (پہلے گورکن) تھے اور بنوعباس نباشِ ثانی" رحمۃ اللہ علی النباش الاوّل — تاریخ کا ہر ورق شہادت دے رہا ہے۔

ان کے دور میں فرقہ سازیوں اور علماء سوء کی فتنہ سامانیوں کی وہ ساری کسر پوری ہوگئی جو بنوامیہ کے دور میں رہ گئی تھی' اس لئے کہ یہ لوگ اپنی مملکت کی "ترقی واستحکام" اور اس کو تمدنی لحاظ سے مثالی بنانے کے جذبات سے "سرشار" تھے' یونانی فارسی' ھندی' سریانی اور کلدانی علوم وفنون کے تراجم کا کام منظم طور پر پورے زور وشور سے شروع کیا گیا' تہذیب وتمدن اور اخلاق وآداب کی ٹریننگ حاصل کرنے کے لئے کچھ اپنے وفود بھیجے گئے اور مملکت کو عروج دینے اور اہل ملک کے اخلاق وسیرت کی تربیت کے لئے ایران وہند وغیرہ سے کچھ "ماہرین" بھی امپورٹ کئے گئے' اعیان سلطنت میں مجوسی بھی تھے اور مانوی بھی' یہودی بھی تھے اور عیسائی بھی' تاکہ سب کی متحدہ مساعی جمیلہ سے ملک استحکام وخوشحالی کے بام عروج تک پہنچ جائے' طاؤس ورباب اور رقص وموسیقی کی سرپرستی فرمائی گئی تاکہ "آرٹ" اور "تہذیب وثقافت" میں دوسرے ممالک کے سامنے نظریں نہ جھکانی پڑجائیں' ان کارناموں اور ان شاندار کارگزاریوں کے سبب اس دور کا جیسا کچھ "اسلامی کلچر" بنا وہ تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے۔

اس کا سبب؟ ایسا کیوں ہوا؟ وجہ ظاہر ہے' کہ عباسی سلطنت کا نظام بھی چونکہ اسلامی بنیاد پر نہ تھا' اس لئے ضروری تھا کہ اس دور میں بھی معروفات وحسنات پامال ہوتے رہیں اور منکرات وسیئات فروغ

پاتے رہیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا' امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے بجائے امر بالمنکر ونہی عن المعروف کی کار فرمائیاں رہیں۔

ایک حکیمانہ قول

معاشرے میں صلاح وفساد پھیلنے کے اسباب وعوامل کے متعلق حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا یہ حکیمانہ ارشاد آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہے کہ ــــ "حکومت کی مثال ایک بازار کی سی ہے جس میں وہی چیزیں لائی جاتی ہیں جن کی مانگ ہوتی ہے حاکم وقت نیک ہوگا تو لوگ برّ وتقویٰ کے سرمائے لگائیں گے' اور اگر فاسق وفاجر ہوگا تو منکرات ومعاصی کی بضاعتیں لائی جائیں گی[1]" ــــ چنانچہ دیکھئے کہ غیر اسلامی رجحان رکھنے والی حکومت معاشرے میں منکرات کی ترویج واشاعت کے کیسے کیسے اور کتنے اسباب فراہم کر کے رکھ دیتی ہے۔

کلیدی عہدے

عہد نبوی یا خلافت راشدہ کے دور میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ کسی غیر مسلم کو نظام مملکت میں دخیل بنایا گیا ہو' حالانکہ یہودی' عیسائی اور مجوسی ایک بڑی تعداد میں ذمیوں کی حیثیت سے موجود تھے اور خلافت راشدہ کے زمانے میں تو مسلمانوں سے زیادہ غیر مسلموں پر سلطنت کی رِدا یا مشتمل تھی' مگر نہ کسی کو مجلس شوریٰ کا رکن بنایا گیا' نہ کسی کو گورنر' نہ فوج کا سالار' نہ قاضی اور نہ کوئی ایسا منصب دیا گیا جو پالیسی پر اثر انداز ہو سکے' اس لئے کہ ان ادوار میں اساس حکومت اسلام تھا اور جب ایسا تھا تو ظاہر ہے کہ اس کے نظام کے ذمہ دار اور اُسے چلانے اور اس کی پالیسی کی تشکیل کرنے والے وہی افراد ہو سکتے تھے جو اسلام کے اصولوں پر ایمان رکھتے ہوں' مگر اب یہ حالت تھی کہ مجوسیوں' یہودیوں عیسائیوں اور صابئیوں کو کلیدی مناصب تفویض کئے گئے' کسی کو وزارتِ عظمیٰ

[1] ماخوذ از "ضحی الاسلام"

Marfat.com

پر فائز کیا گیا، کسی کو وزارت خارجہ سونپی گئی اور کوئی وزیر خزانہ بنا، ساتھ ہی بہت سے ایسے عجمیوں کو سکریٹری کا عہدہ دے کر مقرب و معتمد علیہ بنایا گیا جو اسلام کی تخریب کے درپے تھے، اور جنھوں نے محض اس لئے اسلام قبول کیا تھا کہ اس طرح اسلام کے گھر میں گھس کر اس عمارت کو تہ و بالا کریں گے اور جب اعدائے دین اور مخالفین اسلام کو ایسے مواقع دیئے جائیں گے کہ وہ حکومت کے ذرائع و وسائل کو کام میں لاکر اسلام کی بیخ کنی کریں تو پھر سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ دولت و طاقت اور اثر کے بل بوتے پر اسلام کو کس قدر شدید نقصان پہنچا سکتے ہیں، چنانچہ یہی ہوا کہ ایسے افراد نے پوری پوری سعی کی کہ اسلام کی اساس منہدم ہو جائے اور اخلاق و کردار میں سے کوئی چیز اسلامی باقی نہ رہے۔

تقلید عجمیت

اسی کے ساتھ ساتھ چونکہ "خلفائے وقت" عجمیت کے سہارے تخت حکومت پر سرفراز ہوئے تھے اور سمجھتے تھے کہ اسی کے سہارے اس جگہ قائم بھی رہ سکتے ہیں، اس لئے "عرب" کو "عجم" سے تبدیل کر دینے کی سوچی اس سلسلہ میں وضع، لباس، طرز معاشرت وغیرہ سارے معاملات میں عجمی انداز اختیار فرمایا، عیش و عشرت کی تکمیل کے لئے رقص و موسیقی کو حلال قرار دے کر لوازم حیات میں سے بنا ہی لیا گیا تھا، تقلید عجمیت کی بنا پر اس میں بھی تراش خراش کی گئی، عربی اشعار میں ایرانی لہجوں اور نغموں کو ڈھالا گیا، عجمی طرز پر موسیقی و غنا کو ترویج دینے کے لئے ایک اسکالر[1] نے باضابطہ ایران کا سفر کیا اور وہاں کے آلات موسیقی پر گانے کے طریقے سیکھے، آئین اردشیر کو دستور العمل کی حیثیت سے قبول کیا جانے لگا، نتیجہ یہ

---

[1] سعید بن مسجح

Marfat.com

ہوا کہ تہذیب و تمدن، معاشرت اور طریق زندگی سب کچھ عجمی رنگ میں رنگ گئے

ایک عبرت انگیز تاریخی واقعہ

یونان اور عجم کے فلسفوں اور ان کے علوم و فنون کے تراجم کا کام جس کا آغاز بنوامیہ کے دور ہی میں ہو چکا تھا وہ عہد عباسی کی ابتدا ہی سے منظم طور پر پوری تندہی سے کیا جانے لگا چنانچہ اس کی رفتار دن بدن تیز سے تیز تر ہوتی گئی، مامون نے جو ان علوم و فنون کی ترویج و اشاعت کو اپنا مقصد حیات بنا چکا تھا، ایک مرتبہ قسطنطنیہ کے عیسائی بادشاہ کو لکھا کہ آپ کے یہاں فلسفہ اور دوسرے یونانی علوم کی جتنی کتابیں ہیں، وہ ہمارے پاس بھجوا دیجیے شاہ روم کو پہلے تو مامون کی اس فرمائش کی تکمیل میں تردد ہوا، مگر اس کے ارکان سلطنت نے کہا کہ یہ نحوست جہاں جائے گی وہیں مصیبت پیدا کرے گی آپ ان کتب کو ضرور بھجوا دیجیے" اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ان کتب سے مسلمانوں کے دینی عقائد میں تذبذب پیدا ہو جائے گا اور الحاد و بے دینی کو ترقی ہوگی[1] ـــــ قیصر روم کے ارکان سلطنت نے جو توقع ظاہر کی تھی وہ پوری ہو کر رہی ـــــ بیت الحکمۃ (ان علوم و فنون کا دارالترجمہ) کا انچارج معتصم کا عیسائی وزیر اعظم فضل بن مروان تھا، ترجمے بلا تنقیح و تنقید جوں کے توں ایک حقیقت ثابتہ سمجھ کر حکومت کے ذرائع و وسائل اور نفوذ و اثر کی ساری طاقتوں کے ساتھ مسلمانوں میں پھیلا دیئے گئے، نتیجہ یہ ہوا کہ الہامات ایران و یونان مسائل مسلمات سمجھ کر اختیار کیے گئے اور وحی آسمانی کو توڑ مروڑ کر ان کے مطابق بنانے کی وبا چل پڑی۔

---

[1] ماخوذ از "مسلمانوں کا عروج و زوال" و "تاریخ افکار و سیاسیات" بحوالہ فہرست ابن ندیم۔

Marfat.com

نصاب تعلیم

جب علم و فن نام ہو ایران و یونان کے ان فلسفوں کا اور تعلیمات کا ڈائرکٹر یوحنا بن ماسویہ عیسائی ہو تو ظاہر ہے کہ سرکاری کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نصابات تعلیم اسی اصول پر تیار ہونے ہی چاہیئے تھے کہ یہ علوم و حقائق ملک میں پروان چڑھیں اور انھیں کا سکہ چلے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، ہر طرح کی دینوی خوشحالی و ترقی موقوف تھی، رائج الوقت علوم کے حصول پر اور ان کے نصابات جو گورنمنٹ کے محکمۂ تعلیمات سے منظور شدہ تھے ان کا مرکز و محور یونانی و عجمی فلسفہ تھا، اسلام سکھایا جا رہا تھا اُن مصطلحات و نظریات کے ذریعہ جو ایران و یونان کے علوم طبیعیات و الٰہیات کے تھے، لہٰذا ان تعلیم گاہوں سے ڈپلومے لے کر جو طلبہ نکلتے رہے، وہ وقت کے وہ "تعلیم یافتہ" لوگ تھے جن کا طرز فکر، طریق استدلال، زاویۂ نگاہ سب کچھ بدلے ہوئے تھے، قرآن کو انہی رائج الوقت علوم کی عینک سے دیکھتے، اسلامی تعلیمات و ہدایات کو منطبق کرتے، ان ہی نظریوں پر جن کو انھوں نے ایسے تعلیمی اداروں میں سیکھا اور اپنایا تھا۔

مناظرہ بازیاں

ان امراء و سلاطین نے مرغ بازی اور کبوتر بازی وغیرہ تفریحات پر ایک نئے مشغلۂ تفریح کا اضافہ فرمایا اور وہ تھا مذہبی مناظرہ۔ علم برائے عرفانِ حق تو پہلے ہی دم توڑ چکا تھا، اور اس کا مصرف یہ رہ گیا تھا کہ اسلام اور اس کی تعلیمات کو کسی نہ کسی طرح اُن ایرانی و یونانی فلسفوں کے مطابق ڈھالا جائے جن کا سکہ جاری تھا، اب علم برائے جدل کی ایک نئی شاہراہ کھولی گئی حکومت وقت کی نظروں میں فضل و کمال کا معیار زبان کی طلاقت اور بحث و مکالمہ پر قدرت تامہ قرار پایا، تقرب بارگاہ اور مراتب کی رفعت و عظمت کا دار و مدار

Marfat.com

مخاطب کو ہرا دینا ٹھہرا' اور جب قابلیت (qualification) موشگافیوں اور سوالات کے بوچھاڑ کرنے کی مشق اور حریف کو ساکت کردینے والے الزامی جوابات میں مہارت کا نام ہوا تو تحصیل علم کا زاویۂ نگاہ بدلا' اور ساری محنتیں ایسے مغسطوں اور مغالطوں کی تفتیش میں صرف ہونے لگیں' جن سے لیس ہو کر حریف پر کامیاب حملہ کیا جا سکے' جودت فکر اور بالغ نظری سے کام احقاق حق کا نہیں بلکہ نقض و معارضہ کا لیا جانے لگا' نتیجہ یہ ہوا کہ دربار کی زینت کے لئے' نہ کہ ایضاح حق و صداقت کی خاطر اور امرائے وقت کی دلچسپی و تفریح کے واسطے منعقد ہونے والی مجالسِ مباحثہ کی صدائے بازگشت " دارالخلافت" بلکہ پورے ملک میں گونجی' بازار ہو یا صحن مسجد' مسند درسگاہ ہو یا منبر وعظ و پند' سب کے سب جدل و نزاع کے اکھاڑے بن گئے۔ یوں وقت کے ارباب اقتدار کی سرپرستی نے جن "علماء سوء" کو جنم دیا تھا۔ اس طرح کے علماء کے لئے وظائف اور مناصب تھے اور درباروں میں ان کی عزت و وقعت تھی' اور جو علماء حق اس کے لئے تیار نہ تھے ان کے لئے رزق کے دروازے بند اور قید خانوں کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔

منکرات کی ہمت افزائیاں

عہد نبوت اور خلافت راشدہ کے ادوار چونکہ اسلامی نظام پر استوار تھے' اس لئے منکرات و فواحش یا تو ابھرنے ہی نہ پائے یا اگر ابھرے تو فوراً ان کا تدارک کرنے' انھیں دبانے اور ختم کرنے کے لئے حکومت کی مشنری حرکت میں آگئی' جہاں تک مساعی کا تعلق تھا' سارے خلفائے راشدین نے اس خطرے کا نوٹس لیا'

Marfat.com

اس کے خلاف جدوجہد کی' اپنی قوت وطاقت کو پورے عزم واستقلال کے ساتھ فساد ومنکر کے استیصال میں صرف کیا' غفلت واعراض تک کسی نے نہ کیا' حوصلہ افزائی تو بہت دور کی بات ہے' اور اصل شئے دیکھنے کی یہی سنعی اور حکومت کی یہی پالیسی ہے' کامیابی وناکامی نہیں' مگر خلافت راشدہ کے دور کے بعد صورت حال قطعی مختلف نظر آتی ہے' بنو اُمیّہ کے دور میں نہ صرف یہ کہ ہر طرح کا منکر ابھرا' بڑھا اور پھیلا اور نہ صرف یہ کہ انھوں نے اس سے غفلت برتی بلکہ فرقہ سازی جیسے مہلک منکر کی اپنے ہاتھوں تخم ریزی کی اور علماء سوء جیسے "منکر اعظم" کو جنم دیا' منکرات کی پرورش کی اور انھیں پروان چڑھایا' اور بنو عباس کا نظام حکومت اپنی حقیقت وماہیت کے لحاظ سے بنو امیہ ہی والا نظام باطل تھا' بلکہ جور واستبداد اور سفاکی وہوسناکی میں اپنے پیش رو سے کہیں زیادہ گئے سبقت لے گیا تھا' اس لئے اسے ضرورت تھی کہ اپنے استحکام واستقلال کی خاطر اُس سے بڑھ چڑھ کر منصوبہ بندی کرے۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی وسیع پیمانہ پر وہ ہمّت افزائیاں ہیں جو منکرات وسیّات کے لئے کی جاتی رہی ہیں' چنانچہ احادیث کے وضع واختراع میں زیادہ سرگرمیاں شروع ہوگئیں۔ اس لئے کہ اس منکر کی حوصلہ افزائی سرکاری طور پر کی جارہی تھی' ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ غیاث بن ابراھیم نے مہدی بن منصور عباسی کی کبوتر بازی کا شوق اور اُس میں اُسے منہمک دیکھکر برجستہ اُس کے روبرو جب یہ روایت گھڑی کہ — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھروں (اونٹوں) اور سُموں (گھوڑوں) اور پروں (کبوتر وغیرہ) کے علاوہ کسی اور مشغلہ میں مسابقت جائز نہیں —

Marfat.com

تو مہدی اس افترا دکذب کے جاننے کے باوجود اسے دس ہزار درہم انعام دیتا۔ ظاہر ہے کہ جب اس طرح حوصلہ افزائیاں کی جائیں گی تو رسولؐ کی طرف انتسابِ کذب کی جرأتیں کیا گل نہ کھلائیں گی، اسی طرح دلو دوشِ مشروط کی گئی شتم آل ابوطالب کے ساتھ۔[1] جس کے سبب نفس پرست دنیا پرستوں کو اس کا موقع ملا کہ طعن وتبرا اور سب وشتم کی لعنتوں سے فضاؤں کو بھر دیں 'علمُ السنۃ' کے خطاب کا مستحق وہ ہوا جو حنابلہ کو کافر کہے[2] نتیجہ ظاہر تھا، حصول خطاب ومنصب کی حرص وطلب کی خاطر کفر سازی کی مشینیں تیار ہونے لگیں، اور "غلغلۂ تکفیر" بلند ہوتا گیا، جس کی نوبت کشت وخون تک پہنچی۔

وہ کون لوگ تھے؟ جبر وقہر، غرور ونخوت، خدائی وکبریائی، ایذا رسانی و خوں ریزی، سرخوشی و سرمستی، عصیان وتمرد اور لہو ولعب کے یہ مظاہرے اُن اربابِ اقتدار کی جانب سے ہوتے رہے، جن میں سے کسی کا نقشِ خاتم ربنا اللہ[3] (اللہ ہی ہمارا — یزید کا — رب ہے) تھا، کسی کا آمنتُ بہٖ مخلصًا[4] (میں — عبدالملک — اللہ وحدہٗ لاشریک پر مخلصانہ ایمان لایا ہوں) کسی کا یا ولید انک میّت[5] (اے ولید تو مرنے والا ہے) کسی کا قنی الحساب[6] (خدایا! مجھ — یزید بن عبدالملک — کو حساب سے مامون ومحفوظ رکھ) کسی کا اللہ ثقۃ عبداللہ وبہ یومن[7] (اللہ ہی پر عبداللہ السفاح کا بھروسہ ہے اور وہ اسی پر ایمان لایا ہے) اور کسی کا باللہ یثق ہارون[8] (اللہ ہی پر ہارون رشید کا

---

[1] ماخوذ از "ضحی الاسلام"

[2] ماخوذ از "تاریخ افکار سیاسیات"۔ [3] [4] [5] [6] [7] [8] ماخوذ از "التنبیہ الاشراف"

Marfat.com

اعتماد ہے) اور یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے اپنے عزم و رجحان اور اپنی خصوصیت و امتیاز کے لئے معتصم باللہ، متوکل علی اللہ، متقی للہ، مقتدی بامر اللہ وغیرہ وغیرہ جیسے اسمار و القاب اختیار فرمائے، خدائی ربوبیت کا اعتراف، خدا پر ایمان اور مخلصانہ ایمان لانے کا دعویٰ، خدا پر اعتماد و بھروسہ اور خدا سے خوف و تقویٰ اور اوامر الٰہی کی اطاعت کے ادعا کے ساتھ وہ کارروائیاں کی جاتی رہیں جن پر گذشتہ اوراق میں طائرانہ نظر ڈالی گئی ہے اور اپنے ظلم و جور کو پائدار کرنے عیش و عشرت اور فحاشیوں کے سامان فراہم کرنے اور منکرات و سیئات کی نشر و اشاعت، توسیع اور حوصلہ افزائیوں کے لئے جو سکّے دیئے اور خرچ کئے جاتے رہے ان میں ایسے دینار بھی تھے جن کے ایک رُخ پر قل ھو اللہ اور دوسرے رُخ پر لا الٰہ الا اللہ کندہ تھا، دونوں رُخ کے حاشیہ پر ایک ایک حلقہ بنا ہوا تھا، ایک حلقہ میں تاریخ اور مقام درج تھا اور دوسرے میں بمحمد رسول اللہ ارسلہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلّہ منقوش تھا۔ یوں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رسالت خوشنام کی جارہی تھی اور اس طرح ان کے لائے ہوئے اور قائم کردہ دین کی امانت کا حق ادا کیا جارہا تھا۔

ایسا کیوں نہ ہوتا؟ طاغوتی تخت حکومت اپنے اجزائے ترکیبی کے لحاظ سے کچھ ایسا ہی ہوتا ہے کہ جو اس پر متمکن ہو اور خدائی ہدایات سے بے نیاز و سرکش حکمرانی کا مزاج ہی کچھ اس طرح کا ہوتا ہے کہ جو اسے اختیار کرے وہ اپنی انفرادی نیکیوں اور ذاتی خوبیوں کے باوجود مجبور ہوتا ہے

لہ ماخوذ از تاریخ ملت حصہ سوم (قاضی زین العابدین سجادؒ) بحوالہ ابن اثیر۔

Marfat.com

کہ ایسی حکومت کے تقاضے پورے کرے اور جب اس کے تقاضے پورے کرنے پڑتے ہیں تو پھر لازمی طور پر حق اور اس کے سارے لوازم و مقتضیات نہ صرف یہ کہ پسِ پُشت ڈالنے ہوتے ہیں بلکہ حق کو مغلوب رکھنے کے سارے جتن کرنے پڑتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان ادوار میں حق گوئی و بے باکی جرمِ عظیم اور بغاوت سمجھی گئی، اور ہر وہ باطل ایجاد کیا گیا، قابلِ تدر سمجھا گیا اور اس کی پُشت پناہی کی گئی جو بظاہر یا بباطن منکر کے شمار میں آتا ہو، اور اس چیز کو یہ اربابِ کار خوب جانتے تھے، انھیں کسی قسم کی غلط فہمی نہ تھی، بلکہ یہ طے کر کے ایسی حکمرانی کے اختیارات سنبھالتے تھے کہ جس نقشۂ کار اور جس پالیسی اور پروگرام کے مطابق معاملات سرانجام دینے ہوں گے وہ اسلامی تعلیمات و ہدایات سے قطعی بیگانہ و منافی ہوں گے، چنانچہ عبدالملک بن مروان کا وہ مشہور تاریخی واقعہ اس کی شہادت کے لئے کافی ہے کہ جب اسے اپنی خلافت کی خبر ملی تو وہ قرآن کی تلاوت کر رہا تھا، خبر سنتے ہی اس نے قرآن بند کیا اور اُس سے مخاطب ہو کر کہا کہ "یہ آخری صحبت ہے، آج سے میرے اور تمھارے درمیان جدائی ہے ——" اگر وہ حکومت جو اُسے حاصل ہوئی تھی، اس کا مطمحِ نظر اسلام کی سربلندی تھا اور عبدالملک اسے اسلام کا بول بالا کرنے کی خاطر اختیار کرنے جا رہا تھا تو پھر قرآن سے رخصتی کلمات کہنے کے بجائے اس کو اپنے گلے میں حمائل کرنا چاہیے تھا، مگر وہ اس "خلافت" کی حقیقت جانتا تھا اور سوچ سمجھ کر اس کے تقاضے پورے کرنے کے عزم کے ساتھ وہ اُسے اختیار کر رہا تھا دونوں میں سے کسی ایک کو اُسے ترک کرنا تھا۔ چنانچہ وہ قرآن سے دست بردار ہو گیا، حالانکہ یہ عبدالملک ذاتی

Marfat.com

حیثیت سے بڑا شریف، بڑا نیکدل اور علم و فضل کے بہت اونچے منصب کا مالک تھا یہی وہ تھا کہ اس نے یزید سے بیزاری اور اس سے برات کا اظہار کیا تھا۔ جب کہ یزید نے حضرۃ عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف مکہ پر فوج کشی کی تھی، اور کہا تھا کہ ــــ "انھیں کیا ہو گیا ہے کہ حرم پر فوج کشی کر رہے ہیں اور پھر اس شخص (ابن زبیرؓ) کے خلاف؟ کہ آج روئے زمین پر اس سے افضل کوئی نہیں" ــــ کہنے والے نے عبدالملک سے اُس وقت کہا تھا کہ ــــ جناب اس "مقام" پر ہوتے تو بھی یہی کرتے ــــ اور اس نے جواب دیا تھا کہ ــــ "ہرگز نہیں، مجھے یہ پسند نہیں کہ دنیا کی ساری طاقتیں مجھے حاصل ہو جائیں، پھر بھی میں جنگ کے لئے اُن (ابن زبیرؓ) کی جانب روانہ ہوں"[1]۔ ــــ مگر کہنے والے کی بات درست تھی، عبدالملک کو جو حکومت ملی، اُس کا تقاضا تھا کہ اُس حلق پر چھری پھیرے جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دندان مبارک سے چبائی ہوئی اور دہانِ رسالت سے مشرف کھجور کا چشیدہ تھا، چنانچہ عبدالملک نے حرم میں فوج کشی بھی کی اور روئے زمین پر "سب سے افضل" شخص سے جنگ بھی کی اور اُسے تہِ تیغ بھی کیا، یہی عبدالملک تھا جس کے تعلقات مصعب بن زبیرؓ سے ایسے گہرے اور مخلصانہ تھے کہ عبدالملک خود کہتا تھا کہ ایک شب کی جدائی بھی ہمیں شاق گزرتی، میرے پاس کھانے کی کوئی چیز آتی اور مصعب نہ ہوتے تو میرے لئے اس کا کھانا جائز نہ تھا تاوقتیکہ اس میں سے مصعب کا حصہ ان تک نہ بھیج دیتا[2]۔ مگر جب حکمرانی کے منصب

---

[1] [2] ماخوذ از طبقات ابن سعدؒ

Marfat.com

پر وہ فائز تھا، اس کا یہی مزاج ہونا چاہیئے تھا کہ جب مصعب بن زبیر کا سر عبدالملک کے سامنے لایا گیا تو لانے والے کو اس نے ایک ہزار دینار پیش کیا علیٰ ہذا القیاس منصور و مہدی اور ہارون و مامون وغیرہ خلفائے عباسیہ ذاتی حیثیت سے بڑے نیک، حلیم الطبع، فیاض، صاحب علم اور علم دوست بھی کچھ تھے، مگر اپنے اقتدار باطل کے تقاضوں کو پورا کرنے کی خاطر انھوں نے منکرات کی سرپرستی اور انھیں فروغ دینے اور علمائے حق کے ساتھ جبر و تشدد کے جو "کارنامے" انجام دیئے ہیں، وہ تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہیں۔

بقیہ ادوار غرض، باطل کی کارفرمائیوں کے لحاظ سے دور اموی و عباسی کے بعد کی ساری "خلافتوں" اور مسلم حکومتوں کے حالات اسی طرح کے رہے، عام ازیں کہ وہ فاطمی دور ہو یا عثمانی دور، سلجوقی دور ہو یا زنگی دور، اور غزنوی دور ہو یا دورِ مغلیہ۔ ان ساری مسلم قوتوں اور طاقتوں نے منکرات ہی کو فروغ دینے میں اپنے لادین اقتدار کی خیر سمجھی، اس لئے کہ ہر باطل کی طرح ان کی "خسروئیت" پر اچھی طرح عیاں تھا کہ معروف کو فروغ دینے اور منکرات کے انسداد و استیصال میں ان کے استبداد اور اہوا پرستی اور ان کے عیش و تنعم کی موت ہے۔

مستثنیات البتہ منکرات کے اس دور مظلمہ میں ایک ایسا وقت بھی آیا جبکہ عقائد و اخلاق اور معاشرے میں پیدا کردہ فساد و انتشار کی تطہیر کی جانب حکومت کی مشنری کا رُخ پھر گیا اور ایسا اسی لئے ہوا کہ اقتدار

لہ ماخوذ از طبقات ابن سعد

Marfat.com

ایسی شخصیت کے زیر تصرف آیا جس نے تمکن فی الارض کے اسلامی مقصد اور نقطۂ نظر کو اپنی حکومت کی پالیسی قرار دیا، وہ شخصیت حضرۃ عمر بن عبدالعزیزؒ کی تھی۔ آپ کی جانب سے حکومت کے ذرائع و وسائل کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے استعمال کرنے کا عزم لے کر اقدام کرنا تھا کہ منکرات و خبائث ایسی جائے پناہ تلاش کرنے لگے جہاں وہ روپوش ہوسکیں، فساد و تخریب کی گرم بازاریاں ٹھنڈی ہونے لگیں اور فواحش و سیئات پر انحطاط و زوال چھانے لگا۔ چنانچہ سال ڈیڑھ سال کے مختصر ترین زمانہ ہی میں یہ حال ہوا کہ کم و بیش چالیس برسوں سے مسلسل زمین پر منکرات کی عملداری کے سبب وہی مجالس جن میں بحث و گفتگو اور تبادلۂ خیالات کے موضوعات اقسام شراب، تعمیرات کے عجائب و غرائب وغیرہ لہو و لعب کے مشاغل ہوا کرتے تھے، اب انھیں مجالس میں خدا ترسی کی باتوں، قرآنی تعلیمات کے افہام و تفہیم اور خدا و رسولؐ کی ہدایات کے تذکروں کا سلسلہ جاری ہوگیا[1]۔ حالات کے اس انقلاب نے لازمی طور پر منکرات و اباطیل کی صفوں میں کھلبلی مچادی اور انھیں اپنی ہلاکت و فنا کا منظر دکھائی دینے لگا۔ چنانچہ ناپاک سازشیں کی گئیں اور عمرِ ثانیؒ کی ہستی کو زہر دے کر اُمّتِ مسلمہ کے درمیان سے زبردستی ہٹا دیا گیا اس کے بعد پھر وہی تاریکی تھی، وہی انتشار تھا اور منکرات کی وہی فتنہ طرازیاں تھیں جن کی آماجگاہ مسلم معاشرہ بنتا رہا۔ اگر کبھی ایسا شریف النفس اور نیک صاحب قوت و اقتدار شخص آیا جو نسبتاً اپنے پیش رو سے بہتر تھا اور اس کا ضمیر اس قدر مردہ اور اس کی طبیعت اتنی "ضلالت پناہ" نہ ہوگئی تھی کہ اسلام سے کھلی کھلی بغاوت و سرکشی کے لئے آمادہ ہوسکے اور خدا کا خوف اور آخرت کی

[1] ماخوذ از طبری

Marfat.com

جواب دہی سے مطلقاً غافل ہوجائے تو اتنا ہوتا رہا کہ عصیان و تمرد کی راہ پر نہایت تیزی سے دوڑتے ہوئے حالات کے قدم سست پڑ گئے، ایسا بھی ہوا کہ جس طرح دم لینے کو کوئی مسافر رک جائے اسی طرح اختلال و فساد کا قدم آگے نہ بڑھا اور کبھی ایسا بھی ہوا کہ جزئیات وضمنیات میں سدھار کی سبیل بھی پیدا کی جاتی رہی مگر پورا کا پورا نظام اجتماعی اور حکومت کی پالیسی خالص کتاب وسنت کی ہدایات واصول پر استوار و مرتب کرنے سے اجتناب یا غفلت ہی برتی گئی جس کے نتیجہ میں فکری واخلاقی، تمدنی وسیاسی، مادی وروحانی غرض بہرحیثیت انتشار وفساد اور اختلال وزوال بڑھتے ہی چلے گئے

کچھ راس نہ آیا اور کوئی کارگزاری راس نہ آئی، جامع دمشق اور جامع قرطبہ کی سرِ بفلک اور عظیم الشان تعمیریں بھی ہوتی رہیں، خانہ کعبہ کے لئے دیبا کے غلاف اور حرم ومسجد نبوی کو معطر رکھنے کے لئے بخورات اور عود دان بھی بھیجے جاتے رہے، رفاہ عام کے کاموں کا سلسلہ بھی جاری رہا بڑی اور شاندار فتوحات بھی ہوتی رہیں، رعایا کی اخلاقی نگہداشت کے محکموں کا قیام بھی عمل میں آتا رہا، بیہقیہ، سعدیہ اور نصریہ جیسے کالج بھی قائم ہوتے رہے اور نظامیہ بغداد جیسی عظیم الشان یونیورسٹی میں تعلیم وتدریس کے غلغلے بھی بلند ہوتے رہے اور اعلیٰ تعلیم اور علوم وفنون کی نشر واشاعت اور تحقیق وریسرچ کے کاموں پر ڈیڑھ کروڑ سالانہ کے اخراجات[ل]

ل۔ نظام الملک کے زمانہ میں سلطنت سلجوقیہ کی جانب سے مصارف تعلیم کیلئے سالانہ چھ لاکھ اشرفیاں (ایک کروڑ پچاس لاکھ روپے) شاہی خزانہ سے مقرر تھیں۔ (الغزالی شبلی نعمانی)

Marfat.com

کا بجٹ بھی بنتا رہا، مگر یہ "شاندار سرگرمیاں" انحطاط و پستی سے نہ روک سکیں اور ان میں سے کوئی بھی عظیم الشان کارنامہ معاشرے کو اخلاق و سیرت کے لحاظ سے پاکیزہ نہ بنا سکا۔

تنازع للبقا

جو علماء ان درباروں کی زینت بنے وہ باطل نظام ہی کے پیداوار تھے، باطل کے زیر سایہ ہی زندہ رہ سکتے تھے۔ اور ان کی خوش قسمتی سے ایک طویل مدت تک ان کو غذا دینے والے باطل کی کارفرمائیاں رہیں۔ عالم ہستی میں آ جانے کے بعد جب انھیں پیر جمانے کا موقع ملا تو پھر انھیں فکر ہوئی کہ اپنے وجود کو برقرار و قائم رکھنے اور اُسے استقلال و استحکام بخشنے کے لئے وہ سارے سامان فراہم اور وہ سارے تحفظات مہیا کر لینے چاہئیں جو اس کے لئے ضروری تھے، یہ حضرات اچھی طرح جانتے تھے کہ حق ان کے لئے "سم قاتل" ہے اس لئے یہ مجبور تھے کہ اپنی ساری سرگرمیوں کا محور اسلام کو مسخ کر دینا اور شعائر اسلام کی پامالی قرار دیں، اس کے لئے ہر وہ کارستانی کی گئی جو ان کے اس مطمح نظر کے واسطے مفید اور کارآمد ہو سکتی تھی، قرآن میں لفظی تحریف تو کر نہیں سکتے تھے کیونکہ اس کے ایک ایک لفظ کی حفاظت اللہ نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی اس لئے معنوی تحریفات شروع کیں، آیات قرآنیہ کی دور از کار تفاسیر کر کے اقتدار وقت کے "منظور نظر" علوم و نظریات کی تقریب و تائید کا ذمہ لیا گیا، اپنی خواہشات و رجحانات پر قرآن کو ڈھالنا شروع کیا، ایک طرف تو قرآن کے ساتھ یہ طرزِ عمل کیا جاتا رہا، دوسری طرف احادیث کی وضع و اختراع کا کاروبار پوری وسعت و تندہی کے

Marfat.com

ساتھ ایک منظم شکل میں کیا جانے لگا؛ اور سیکڑوں اور ہزاروں جعلی احادیث و روایات پھیلا دی گئیں اور یہ سب اس لئے کہ اسلام کا چہرہ اتنا بگاڑ دیا جائے کہ اس کے حقیقی خد و خال پہچانے نہ جا سکیں اور زمین باطل ہی کی عملداری میں رہے تاکہ لادینیت کے بطن سے پیدا شدہ یہ مخلوق زمین کی پیٹھ پر باقی رہ سکے۔

خطرناک سازش شعیت و خارجیت کے مناقشات ہوں یا جبر و اختیار کی بحثیں، مرتکب کبائر کے کفر و فسق کا قضیہ ہو یا خلق قرآن کا فتنہ، ارادہ الٰہی، رحمت عامہ، ھیولیٰ و صورۃ، جوہر فرد، قدم و حدوث وغیرہ کے مباحث ہوں یا نظریہ وحدۃ الوجود کے "معارف"۔ یہ سب دراصل تقسیم کار کے اصول پر ایک نصب العین اور ایک مطمح نظر کے حصول کے مختلف پروگرام تھے، راہیں جدا جدا تھیں، مگر منزل ایک ہی تھی، سب کا ہدف اسلام کے اندر غیر اسلام کو لا کر نصب کر دینا تھا اس مشترکہ مقصد کے حصول کے لئے طریق کار مختلف اختیار کئے گئے، ان مختلف پروگراموں میں سب سے اہم، سب سے زیادہ زہریلے جراثیم پر مشتمل اور انتہائی مخدوش و تباہ کن بلکہ حصول مقصد کا ذریعہ بننے کے بجائے خود ایک مقصد بن جانے والا پروگرام قرآن کو مشکوک بنا دینے کا تھا، اور یہ کام پوری جانفشانی و ہوشیاری کے ساتھ کرنے کا تھا اس لئے خفیہ طور پر یہ مہم چلانے کی ہدایات جاری کی گئیں۔ چنانچہ عبداللہ بن الحسین القیروانی اپنے ایک مکتوب میں سلیمان بن الحسن القرمطی کو لکھتا ہے کہ :-

Marfat.com

اوصیک بتشکیک الناس فی التوراۃ والانجیل والقرآن فانہ اعظم عون لک علی القول بقدم العالم۔	میں تم کو بتاکید ہدایت کرتا ہوں کہ لوگوں کے دلوں میں تورات و انجیل اور قرآن کے باب میں شکوک ڈالتے چلے جاؤ۔ اس لئے کہ قدامت عالم کے ثبوت کیلئے یہی تشکیک سب سے بڑا حربہ ہے۔

یہ تشکیک فی القرآن¹ ظاہر ہے کہ الفاظ قرآنیہ میں تحریف سے ہو نہیں سکتی تھی۔ اس لئے کہ حفاظتِ قرآن کے وعدۂ الٰہی میں کسی کی چابکدستی اپنا کوئی اثر نہیں دکھا سکتی تھی، لہٰذا اس تشکیک کی شکل لازمی طور پر یہ ٹھہرتی ہے کہ معانی میں تحریف کی جائے، الفاظ وہی قرآن کے رہیں اور کہا جائے کہ اس آیت کا مفہوم و مدعا اور منشا یہ ہے۔

انکارِ حدیث اس تشکیک میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ضروری تھا کہ راہ کے سب سے بڑے "پتھر" کو ہٹایا جائے، اور وہ "پتھر" حدیث و سنت تھا، اس لئے کہ جب تک قرآن کے منشا کو متعین کرنے والا یہ "حربہ" لوگوں کے ہاتھوں میں ہوگا تشکیک فی القرآن میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی تھی، جعلی احادیث کو فروغ دینے والوں کے پیشِ نظر گو یا محض یہ تھا کہ اسلام میں خلط و التباس پیدا کر کے اسلام کے چہرے کو ناقابلِ شناخت بنا دیا جائے، یا اسی کے ساتھ ان کی یہ دوربینی بھی تھی کہ بعد میں آنے والے ان کے جانشینوں کی "مشکلات" (انکار حدیث) اس سرگرمی سے بڑی حد تک حل ہو سکیں گی؟ مگر وضع احادیث کے وسیع پیمانہ پر کاروبار سے انکار حدیث کی راہ بڑی حد

---

¹ "التبصیر فی الدین" لابی المظفر الاسفرائنی (متوفی ۴۷۱ھ)

تک ہموار ضرور ہوئی، چنانچہ چند حضرات نے انکارِ حدیث کی جسارت کر ہی ڈالی۔ اور اپنی اس "جرأت منکرانہ" کے جواز میں ان حضرات کے پتلے دلائل و براہین کی جو بضاعت تھی وہ یہ کہ :-

- قرآن اپنے آپ کو تبیانا لکل شئ کہتا ہے اور لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین نص قرآنی ہے پھر قرآن سے باہر کسی دینی معاملہ کے تلاش کا موقع کیا رہ جاتا ہے؟
- روایات کا معاملہ شہادت در شہادت در شہادت ہے اور ان راویوں میں سے اکثر کی عدالت و ثقاہت کے باوجود ان کی غلطی اور خطا و نسیان کا امکان قوی ہے، لہٰذا عقلاً۔ عرفاً یا قانوناً یہ صورت حال ظنی ہونے کے باعث قابل اعتماد نہیں ٹھہرتی، اور چونکہ
- احادیث کی حیثیت ظنی ہے وانّ الظنّ لا یغنی من الحق شیئا۔
- احادیث میں اختلافات بیشمار ہیں اور ان اختلافات کی خلیج کا پاٹنا ناممکن ہے۔
- موضوع روایات کا ایک بحر مواج ہے جو ناقابل عبور ہے۔

لہٰذا عمل بالحدیث ایک دردسر ہے، لہٰذا حدیث کو ..... واجب الاطاعت قرار نہ دینے ہی میں امن و عافیت ہے۔ یہ فتنہ اگرچہ بہار آفریں ہو نہیں سکتا تھا تاوقتیکہ قرآن سے رسول کے لفظ کو کھرچ کر نہ پھینک دیا جائے اور اطاعت و اتباع رسول کے احکام قرآنیہ محو نہ کر دیئے جائیں اور یہ کام کسی کے بس کا روگ نہیں تھا، پھر بھی امام شافعیؒ نے "گربہ کشتن روزِ اوّل"

Marfat.com

کے خیال سے اس مفسدانہ فکر و عقیدہ کا پورے دلائل کے ساتھ اپنی مشہور کتاب الاُم میں ابطال فرما دیا۔

دُوسری سازش

اسلام میں فساد و اختلال ڈالنے کی خاطر ایک طرح کی سازش اور کی گئی، وہ یہ کہ اسلام کے عالم گیر مذہب ہونے اور قرآن کا تورات و انجیل وغیرہ کتب سابقہ کے مُصَدِّق ہونے کے مفہوم کو بدل دیا جائے اور کہا جائے کہ تمام اقوام و ملل کی نیکیوں اور دانش کا مجموعہ اسلام ہے، اور ہر مذہب کے منجانب اللہ ہونے اور ہر مذہب رکھنے والے کی حقانیت کا اعتراف و تصدیق قرآن کا مدعا ہے بلکہ قرآن نازل ہی اس لئے ہوا ہے کہ ہر مذہب کے حق ہونے کا اقرار لوگوں سے کرائے اور ہر مذہب کے نیکوکاروں کی نجات کا اعلان کرے، چنانچہ اس "فکر و تحقیق" کا پروپیگنڈہ کرنے اور اسی سازش کو بروئے کار لانے کی خاطر دو کام کئے گئے۔

جمعیتہ اخوان الصفاء

ایک تو یہ کہ بصرہ میں "جمعیتہ اخوان الصفاء" کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا، جس کے ارکان کا کام یہ تھا کہ وہ تمام اقوام و مذاہب کی دانش جمع کریں۔ حضرۃ نوحؑ۔ حضرۃ ابراھیمؑ حضرۃ عیسیٰؑ۔ سقراط، افلاطون، زرتشت اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و ہدایات کا ایک مخلوطہ تیار کر کے لوگوں میں پھیلائیں، چنانچہ اس تنظیم کے ارباب حل و عقد کی جانب سے "اخوان الصفاء" کے منسلکین کے نام وقتاً فوقتاً جو رسائل و ہدایات، تعلیمات و براہین اور کام کے جو نقشے جاری کئے جاتے رہے ہیں، ان رسائل میں اپنے مذہب و مسلک کا بیان اور اسے رواج دینے

Marfat.com

کی ہدایات اور اپنے سرچشمۂ ہدایت کا تعین اس طرح کیا گیا ہے:-

وبالجملة ينبغي لاخواننا ايدهم الله تعالىٰ ان لا يعادوا علماً من العلوم او يهجروا كتاباً من الكتب ولا يتعصبوا على مذهب من المذاهب لان رأينا ومذهبنا يستغرق المذاهب كلها ويجمع العلوم جميعها[1]

الغرض ہمارے اخوان کو چاہیئے کہ علوم میں سے کسی علم سے بیر نہ رکھیں اور نہ کسی کتاب کو پس پشت ڈالیں اور نہ کسی مذہب سے تعصب برتیں اس لئے کہ ہمارا عقیدہ اور ہمارا مذہب تمام مذاہب کو محیط ہے اور تمام علوم پر حاوی ہے۔

وقد ذكرنا في الرسالة الثانية ان علومنا ماخوذة من اربع كتب احدها الكتب المصنفة على السنة الحكماء والفلاسفة ـــ والآخر الكتب المنزلة التي جاءت بها الانبياء صلوات الله عليهم مثل التوراة والانجيل والقرآن وغيرها ـــ والثالث الكتب الطبيعيه وهي صور اشكال الموجودات بما هي عليه الآن من تركيب الافلاك (وغيره وغيره) ـــ والنوع الرابع الكتب

اور ہم بتا چکے ہیں کہ ہمارے علوم چار قسم کی کتابوں سے ماخوذ ہیں اول وہ کتب جو حکماء و فلاسفہ کے آراء و نتائج فکر کی ترجمان ہیں دوسرے وہ آسمانی کتب ہیں جن کو انبیاء علیہم السلام نے پیش کیا مثلاً تورات و انجیل اور قرآن حکیم وغیرہ تیسرے علوم طبیعیہ کی وہ کتب جن میں موجودات کے واقعی کوائف بیان ہوئے ہیں مثلاً ترکیب افلاک وغیرہ اور چوتھی قسم اُن کتب الٰہیہ کی ہے جن تک رسائی صرف

---

[1] "رسائل اخوان الصفا" ج ۴ ص ۱۰۵ ـ رسالہ ۴۵

Marfat.com

الالٰهیة التی لایمسه الا المطهرون للملائکة التی هی بایدی سفرة کرام بررة وهی جواهر النفوس واجناسها وانواعها[1]..... پاکیزہ ترین ہستیوں یعنی فرشتوں ہی کو حاصل ہے اور جو ان بزرگ و برتر کا تبان فطرت کے ہاتھوں میں ہیں، جو نفوس اور کائنات کے انواع و اجناس کی اصل حقیقتیں ہیں

تحریک شعوبیہ دوسرا کام یہ ہوا کہ "شعوبیہ" کے نام سے ایک مدرسۂ فکر کی بنا ڈالی گئی جس کا مقصد "رواداری" کے تصورات کا پھیلانا اور اسلام کی عالمگیر برادری کا پرچار کرنا ظاہر کیا گیا تھا۔

علمارِ حق غافل نہ رہے مفسدین کی ریشہ دوانیوں کا قلعہ قمع کرنے، سازشوں کو ناکام بنانے اور فریب کاریوں کا پردہ چاک کرنے سے علمار حق کبھی بھی غافل نہ رہے ہر وہ حملہ جو اسلام کو مسخ کرنے کے لئے کیا گیا اور علمی میدان کے جس محاذ سے کیا گیا، علمار حق نے اس کا اس طرح منہ توڑ جواب دیا ہے کہ پھر اس محاذ کی طرف مفسدین کو پیش قدمی کی ہمت نہ ہو سکی، کذابین کی وہ ساری کائنات جو احادیث کی وضع و اختراع کے باب میں وہ رکھتے تھے، اسمار الرجال کی تدوین اور جرح و تعدیل کے فن نے اسے ملیا میٹ کر کے رکھدیا، اسمار الرجال اور جرح و تعدیل کے یہ فنون امت مسلمہ کی وہ بے بہا متاع ہے جس کی نظیر دنیا کی دیگر اقوام و ملل کی تاریخ علم و تحقیق آج تک پیش کرنے سے عاجز رہی ہے، وقت کے وہ علوم و نظریات جو مادی طاقتوں اور قوت و اقتدار کے بل بوتے پر اپنا زور دکھاتے رہتے ہیں اور

[1] "رسائل اخوان الصفار" ج ۴ ص ۱۰۶ رسالہ ۴۵

Marfat.com

جن کی "چکا چوند" سے مفسدین کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں' اور بعض مرتبہ تو اچھے خاصے اسلام دوست عناصر ذہنی مرعوبی کے شکار ہو جاتے ہیں' علمار حق نے ان افکار و نظریات کے پرستاروں کو انھیں کے حربوں سے شکست دی ہے' اور فریب خوردگانِ تعلیت و مادیت کی ساری چالیں خود انھیں پر پلٹ پڑی ہیں' اسی کشمکش میں علمار حق نے مصائب و آلام کی انتہائی دردناک اذیتیں بھی برداشت کی ہیں' اور جب "عنایاتِ خسروانہ" نے انھیں فتنہ و آزمائش میں ڈالنا چاہا ہے تو ان کی زبانوں سے چیخ بھی نکل پڑی ہے کہ کہیں اس ابتلا میں قدم نہ ڈگمگا جائیں۔

یہ علما و سوء | اسلام میں غیر اسلام کو لاکر نصب کرنے کا مشترکہ مقصد رکھنے والے حضرات کی چند واضح خصوصیات اور ممیزات و علامات یہ ہیں' پردۂ عالم پر ان حضرات نے اپنے پارٹ جس طرح ادا کئے ہیں' ان تمام سرگرمیوں میں یہ خصوصیات و علامات نہایت نمایاں طور پر آشکارا رہی ہیں۔

چونکہ ان حضرات کا حاصل زندگی شکم پروری' مفاد طلبی اور خود غرضی ہوتی ہے اس لئے اقتدارِ وقت کی خوشامد و تملق ان کی فطرۃ ثانیہ بن جاتی ہے' حسن و قبح کا معیار قوت و طاقت کے تیور قرار پاتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں یہ حضرات گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہے ہیں' مثلاً وہی لوگ جو بنو امیہ کے دور میں حضرۃ علی رضؓ کو زیادہ خاطی سمجھتے تھے اور حضرۃ معاویہ رضؓ کو حکم' اور جنھوں نے حضرۃ علی رضؓ کے اقدامات و رویہ کی کبھی تصویب نہ کی اور اس کے برخلاف حضرۃ معاویہ رضؓ کی تصویب کرتے رہے' دورِ عباسی میں انھیں لوگوں

Marfat.com

کا ایک سرغنہ ثمامتہ بن الاشرش مامون کو ترغیب دیتا ہے کہ وہ حضرت معاویہؓ پر لعنت کا چلن جاری کرے۔ وہی لوگ جو کل تک جبر و تشدد کو "مشیت ایزدی" بتا کر جباروں کو ان کے قہر و ستم سے بری الذمہ قرار دیتے اور وہ لوگ جو کل تک یہ تبلیغ فرما رہے تھے کہ ایمان کے ساتھ کوئی معصیت ضرر رساں نہیں اور کفر کے ساتھ کوئی طاعت و نیکی نفع بخش نہیں، زمانہ کے کروٹ لیتے ہی وہ فتویٰ دیتے ہیں کہ کافر سلطانِ عادل افضل ہے مسلم سلطانِ ظالم[1] سے، اسلئے کہ مستفتی ہلاکو خاں تھا۔

اقتدار وقت کے ہر مشغلہ محبوب کو کارِ دین بنانا ان حضرات کے نزدیک بڑی سعادت مآبی ہے اسی جذبہ سعادت مندی کا وہ مظاہرہ تھا جو غیاث بن ابراہیم نے مہدی کے شغل محبوب (کبوتربازی) کو ایک حدیث گڑھکر کارِ دین بنانا چاہا، جن کا جذبۂ اطاعت و عقیدت جس قدر مخلصانہ اور گہرا رہا اسی لحاظ سے اقتدار کے مقام عظمت و جلالت کی تعیین و تشخیص اور اس کی تشہیر میں سرگرمی دکھائی گئی، فکر ہر کس بقدر ہمت اوست، کچھ افکار و ہمم ایسے تھے جن کی پرواز "السلطان ظل اللہ" سے زیادہ بلند نہ ہو سکی، انھوں نے اپنی عقیدت و سعادت مندی کی معراج یہی سمجھی، اور کچھ ایسے بھی تھے جو ایورسٹ کی مہم سر کرنے کی ہمت رکھتے تھے، چنانچہ انھوں نے بہانگ دہل اکبر بن ہمایوں کے لئے "اللہ اکبر" کا نعرہ لگا کر اسے الوہیت کا مرتبہ عطا فرمایا، جمعیتہ اخوان الصفا اور "تحریک شعوبیہ" اپنی ارتقائی منازل طے کرتی ہوئی پختہ کار ہو ہی چکی

---

[1] ماخوذ از "تجدید و احیائے دین" (سید ابوالاعلیٰ مودودی)۔

Marfat.com

تھی، چنانچہ حق اور عالمگیر سچائیاں جو تمام مذاہب میں موجود ہیں انھیں لے کر ایک جامع طریقہ بنایا گیا اور اس عالمگیر سچائیوں کے مجموعہ پر مشتمل ایک دین کی ایجاد بنام "دین الٰہی" (اکبر شاہی) کی گئی اور اس طرح حق سعادت و اطاعت ادا کیا گیا اور آخر ایسا کیوں نہ کیا جاتا؟ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کے یہ حضرات رمز آشنا جو تھے۔

مرعوبیت ذہن

یہ حضرات چونکہ چڑھتے سورج کے پجاری ہوتے ہیں اس لئے باطل نظام و قوت کی پشت پناہی رکھنے والے رائج الوقت علوم و فنون اور فلسفوں اور نظریوں سے اتنے مرعوب ہوتے ہیں کہ ان کی جانب سے ریب و شک کی ادنیٰ سی بھی کوئی خلش اپنے قلب میں آنے دینا کفر سمجھتے ہیں، ساتھ ہی اسلام کے اندر رہ کر اسلام پر تیشہ چلانا بھی مدنظر ہوتا ہے اس لئے وہ اسلام کو ان نظریات و خیالات پر ڈھالنے کی خدمت اپنے ذمہ لے لیتے ہیں اور اس معاملہ میں ایک حد تک یہ بیچارے معذور بھی ہوتے ہیں، اس لئے کہ انھیں افکار و نظریات کے مدارس میں تعلیم اور انھیں کی گود میں پرورش پائے ہوئے ہوتے ہیں، فکر و نظر کے بننے، ڈھلنے اور پختہ ہونے کا پورا دور انھیں افکار و نظریات کے زیر تربیت بسر ہوتا ہے، اس لئے ان کے سوچنے اور سمجھنے کا انداز، ان کا طرز تفکر اور اسلوب فہم و تدبر سب کچھ ان افکار و نظریات کے قالب میں ڈھل چکا ہوتا ہے اس کے مقابلہ میں اسلام کا فہم یا تو واجبی سا ہوتا ہے یا ان ہی مروجہ نظریات و افکار کی زبان و تلقین کے ذریعہ اسلام کو سمجھا گیا ہوتا ہے' ذہنیت کے اس طرح منقلب ہو جانے اور

Marfat.com

اسی مرعوبیت فکر کا یہ کرشمہ تھا کہ اسلام کی سب سے بڑی خدمت بخیال خویش یہ تصوّر کی جانے لگی تھی کہ یونان اور عجم کے فلسفوں اور نظریات کے ہر ارشاد کے آگے سرِ تسلیم خم کر کے کہا جانے لگا کہ یہی تو اسلام بھی کہتا ہے۔ مثلاً فلسفۂ یونان کو اپنے ایک کلیہ سے مجبور ہو کر عقولِ عشرہ ماننے پڑے تھے، ان درسگاہوں کے تعلیم یافتہ حضرات نے فرمایا کہ ہمارے یہاں بھی یہی ہے، پوچھا گیا کہ کیسے ؟ اور کہاں ؟ جواب دیا گیا کہ فرشتے جو ہیں ! فلسفۂ یونان نے کہا کہ آسمان حرکت کرتا ہے، ان حضرات نے فرمایا آمنّا و صدّقنا، قرآن خود یہی کہتا ہے، فلسفۂ یونان نے اعلان کیا کہ آسمان نو ہیں، ارشاد ہوا، لاریب، اسلام کا بھی یہی انکشاف ہے۔ سوال کیا گیا کہ قرآن میں تو سبع سماوات ہے، پلٹ کر جواب مرحمت ہوا، سبحان اللہ، عرش و کرسی جو دو اور ہیں !

محاذِ جنگ ان حضرات نے ہمیشہ علمائے حق کے خلاف مورچہ بنایا ہے، ان کی زبان و قلم کی ساری صلاحیتیں اور قوتیں وقف رہی ہیں علمائے حق پر طعن و تشنیع، ان کے خلاف افترا اور ان کی اصلاحی مساعی کو ناکام بنانے کے لئے۔ معاشرہ میں باطل اقتدار کی پھیلائی ہوئی بدسے بدتر فحاشی و عریانی کو نہ صرف یہ کہ یہ حضرات گوارا کرتے ہیں اور نہ صرف یہ کہ ان کے خلاف لب کشائی نہیں کرتے بلکہ اسلام کو تاراج کرنے والے ایسے اقتدار کے یہ حضرات بالعموم نمک خوار ہوتے ہیں اور ان کے سارے معارف و حقائق علمائے حق کو بہتم اور انھیں مطعون کرنے کی مہم میں لگے رہتے ہیں، جس کی مثال کے لئے ساتویں صدی کی اُس مسلم سلطنت کی طرف اشارہ کرنا کافی ہے، جس کے حدود میں باضابطہ

Marfat.com

لائسنس یافتہ قحبہ خانے قائم تھے، زنان بازاری پر ایک ٹیکس لگا ہوا تھا جس کی آمدنی "دولتِ اسلامیہ" کے "خزانۂ عامرہ" میں داخل کی جاتی، اور اُن اربابِ فضل و کمال اور صاحبانِ معارفِ قرآنیہ کے قلوب میں جو اس خزانۂ عامرہ کے وظیفہ خوار تھے، اسلام کی یہ خانہ ویرانی و بیچارگی اور دین کے ساتھ یہ استہزا اور اس کی مظلومی ایک لمحہ کے لئے بھی بیچینی پیدا نہ کر سکی، لیکن جب ابن تیمیہ رح کی صدائے دعوت بلند ہوئی اور اصلاحی قدم اُٹھا تو یکایک ان حضرات کی رگِ حمیّت پھڑک اُٹھی اور اسلام کے درد سے یہ لوگ تڑپ اُٹھے، ابن تیمیہ رح کے "ضال و مضل" ہونے کی حقیقت کا ایک دم ان حضرات پر انکشاف ہوا اور اپنا یہ انکشاف دوسروں پر آشکارا کیا جانے لگا، ان حضرات کی زبان و قلم سے ابن تیمیہؒ کا "دین سے برگشتہ ہونا" دیکھا نہ گیا، چنانچہ اُس مصلح کے "فاسد عقائد و افکار" اور "مفسدانہ تحریک" کو کچلنے کے لئے زبان کی طاقتیں اور تحریر کی قوتیں مصروف "جہاد" ہو گئیں[1]۔

یہ محاذِ جنگ کیوں؟

علماء حق کے خلاف اس نبرد آزمائی کی ایک وجہ تو یہ ہوتی ہے کہ باطل اقتدارِ وقت کی نظر میں علماء حق ہمیشہ مبغوض رہا کرتے ہیں اور اس اقتدار کی خوشامد و تملق ان (علماء سوء) کاسہ لیسوں کی متاعِ زیست رہتی ہے، یہی وجہ ہے کہ تملق اور خوشنودیٔ اقتدار کے حصول کی خاطر زبان و قلم کی خدمات پیش کرنے میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوششیں کی گئیں، مثلاً ابن تیمیہؒ کو ایک گروہ نے

---

[1] ماخوذ از تجدید احیائے دین بحوالہ مقریزی۔

Marfat.com

"ضال و مُضل" کہا تو دوسرے گروہ نے ایک قدم آگے بڑھکر انھیں گردن زدنی قرار دیا' مجدد الف ثانیؒ کو ایک گروہ نے قابل تعزیر ٹھہرایا تو دوسرے نے انھیں واجب القتل ہی گردانا' اور یہ سب محض اس وجہ سے کہ اقتدارِ وقت کے نزدیک یہ مصلحین ملک و ملت کے لئے "خطرناک" تھے لہٰذا ضروری تھا کہ ملک کے استحکام و سالمیت کو نقصان پہنچانے والی اور "اسلام سے منحرف" ایسی شخصیتوں کی "تخریبی سرگرمیوں" سے پبلک کو اچھی طرح واقف کرا دیا جائے۔ اس لئے حقِ نمک ادا کرتے ہوئے حکومتِ وقت کا ہاتھ بٹایا گیا' تاکہ رائے عامہ ہموار ہو اور ایسے "خطرناک" افراد اور "اسلام کو رسوا کرنے والے ایسے عناصر" کی سرکوبی کی راہ سے مشکلات دور ہوں۔

دوسری اور سب سے بڑی وجہ علمار حق کے مقابلہ میں اس معاندانہ طرزِ عمل کی یہ ہوتی ہے کہ علمار حق کا نصب العین اقامت حق ہوتا ہے' اور حق کا قیام اسلام کے ان دوست نما دشمنوں کے لئے ایک خطرۂ عظیم ہوا کرتا ہے' باطل اقتدار کے وجود ہی پر تو ان کی زندگی اور ان کے پھلنے پھولنے کا دار و مدار ہوتا ہے۔ پھر بھلا یہ لوگ علمار حق اور ان کی سرگرمیوں کو برداشت کس طرح کر سکتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اپنی ساری قوت کار کردگی اور ساری صلاحیتیں اس کام میں صرف کر دیتے ہیں کہ کسی طرح علمار حق کا نام و نشان مٹا دیا جائے' ہر دور میں علمار حق کے خلاف عوام فریب پروپگنڈے کئے گئے۔ پبلک کے جذبات ابھارے گئے' بہتان تراشیاں کی گئیں' اقتدار وقت کے کان بھرے گئے تاکہ علمار حق کو ایذائیں پہنچائی جائیں' جس سوسائٹی میں

Marfat.com

بیٹھے اس کی نفسیات کے مطابق ایسی بات کہی گئی کہ علمار حق کے خلاف بدظنی، بغض عناد اور اشتعال پیدا ہو چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کی زبان بندی میں اسی قسم کی ذہنیت کی کارفرمائی نظر آتی ہے مسئلہ خلق قرآن اور اس سلسلہ میں امام احمد بن حنبلؒ اور دیگر علمار حق کے مصائب و آلام کی موجب بھی ایسے ہی "صاحبانِ فضل و کمال" اور "معدلت گستر قاضیانِ عظام" کی ریشہ دوانیاں تھیں جو مامون و معتصم کو اکسا کر کیا کرتی رہیں امام شافعیؒ کو یمن سے بغداد تک قید کر کے پا پیادہ لانے اور اس حال میں راستے بھر امام موصوف پر گالیوں کی بوچھاڑ کرنے کی محرک بھی یہی چیز تھی۔ جبری طلاق کے معاملہ میں امام مالکؒ کے فتوے پر جو سزائے تازیانہ دی گئی اور ان کے ہاتھ جو شانوں سے اکھڑوائے گئے اس کی تحریک بھی ان علمار سوء ہی نے کی تھی جنھوں نے خلیفہ کو یہ خوف دلایا کہ اگر جبری طلاق جائز نہیں تو پھر جبری بیعت کیسے جائز ہوگی جس کے ذریعہ خود خلیفہ برسر اقتدار آیا ہے۔

امام اشعری پر خطبوں میں الپ ارسلان سلجوقی کی جانب سے لعنت کا حکم جاری کرنے میں بھی ایسے ہی حضرات کی تحریک کو دخل تھا۔ یہی لوگ تھے جن کے اکسانے پر ابن تیمیہؒ کی طرف چند عقائد منسوب کر کے سارے علاقے میں ان کی خوب تشہیر کرائی گئی تاکہ عوام میں بےچینی و ناراضگی پھیلے اور عامۃ المسلمین کے قلوب میں ان کی جانب سے نفرت و اشتعال پیدا ہو۔ کبھی کہا کہ یہ شخص تجسیم[1] تشبیہ کا قائل ہے۔ کہیں یہ بات پھیلائی گئی کہ یہ شخص ائمہ

---

[1] یعنی اللہ تعالیٰ کو انسانوں کی طرح ایک جسمانی وجود قرار دینا۔

Marfat.com

دین بلکہ صحابہؓ تک کی شان میں سوء ادبی کرتا ہے، کسی موقع پر یہ نشر کیا گیا کہ یہ شخص سلف صالحین کے طریق سے منحرف ہو گیا ہے اور کبھی یہ پروپگنڈہ کیا گیا کہ یہ شخص اسلام کو رسوا اور بدنام کر رہا ہے۔ مجدد الف ثانیؒ کا دربار جہانگیری میں آنا جب طے ہو گیا تو اس خیال سے کہ مبادا ان کا "جادو" سلطانِ وقت پر نہ چل جائے، جہانگیر کو سمجھایا گیا کہ ان کے آنے پر ان سے "سجدہ تعظیمی" کے لئے کہا جائے، نتیجہ معلوم تھا، مجدد صاحب نے انکار فرمایا، عتاب شاہی نازل ہوا اور قلعۂ گوالیار میں محبوس کر دیئے گئے۔

ذوق دشنام طرازی

ایک طرف تو ان معاندین میں اتنی اخلاقی جرأت ہوتی نہیں کہ بے نقاب ہو کر میدان میں آئیں اور صاف کھل کر دین اور شریعت اسلامیہ کی مخالفت، توہین اور تضحیک و استہزا کریں، پھر یہ کہ اسلام کا نام لے کر اسلام میں اختلال و فتور ڈالنے کی پالیسی جو اثرات رکھتی ہے وہ مخالف بن کر اعتراضات کرنے سے حاصل نہیں کئے جا سکتے، اس لئے اس مصلحت سے بھی کھلے بندوں یہ حضرات سامنے آنے سے گریز کرتے ہیں اور دوسری طرف یہ حضرات اسلام پر تیشہ چلا کر اور اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر جد و جہد کرنے والوں پر سب و شتم کر کے دل کی بھڑاس بھی نکالنی چاہتے ہیں، اس کے لئے کبھی کوئی اصطلاح وضع کر لی جاتی ہے، اور کبھی کسی لفظ کا انتخاب کر لیا جاتا ہے تاکہ دین و شریعت کے مخلصین کو بطورِ خطاب دے کر بھپتی کسنے کے لئے استعمال کیا جائے۔ اکبری دور میں اکبر اور اس کے حواریوں کی لائی ہوئی ضلالتوں کے خلاف آواز بلند کرنے والے علماء حق کو

Marfat.com

"فقیہ"[1] کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ اس وضع اصطلاح اور اس طرح کے خطاب کی تشہیر سے اسلام پسند عناصر اور اسلام کو سربلند کرنے کی جد وجہد کرنے والوں کی سبکی و بے وقعتی اور پبلک میں انھیں بدنام کر کے ان کے مشن کو فیل کرنے کا داعیہ بھی شامل ہوتا ہے۔

ماحصل یہ تھا خلافت راشدہ کے بعد سے کر دور مغلیہ تک علمبرداران باطل کی ان تدریجی و ارتقائی مساعی کا خاکہ جو مسلمانوں اور مسلم معاشرہ کے عقائد و اعمال و افکار و اخلاق کے اندر فساد و اختلال پیدا کرنے کے لئے کی جاتی رہیں، اب اس سلسلۂ کلام کو ختم کرنے سے پہلے اس کے خاص خاص نکات کو ذہن میں تازہ کر لینا مناسب ہے تاکہ آنے والے مباحث و مضامین کے فہم و انطباق کے وقت یہ اصولی نکات ذہن میں حاضر رہیں اور سارے گوشوں کا بآسانی ادراک ہوتا چلا جائے :۔

(۱) فساد و اختلال کی جو بھی نوع ہو، اُسے خلافت راشدہ کے بعد معاشرے میں پیر جمانے اور جڑ پکڑنے کا موقع ملا۔

(۲) اس لئے کہ خلافت راشدہ کے بعد اقتدار و حکومت کا اسلامی مطمح نظر —— امر بالمعروف و نہی عن المنکر —— کارفرما نہ رہا۔

(۳) ہر طرح کے فتنہ و فساد اور رخنہ و اختلال کے استقلال و استحکام کا سبب دنیا پرستانہ نظام حکومت اور دین سے برگشتہ سیاست تھی۔

(۴) خلافت راشدہ کے عہد تک علماء کی صرف ایک قسم پائی جاتی تھی یعنی علماء حق۔

---

[1] ماخوذ از "تجدید و احیائے دین"

Marfat.com

(۵) علمار سوء کے وجود میں آنے کا واحد سبب یہ ہے کہ سیاسی اقتدار اُن لوگوں کے قبضے میں چلا گیا جو دین کے بجائے دنیوی مقاصد کے لیے حکومت کرنے لگے۔

(۶) علمار سوء کی ساری سرگرمیوں کا محور یہ رہا ہے کہ حق کسی طرح غالب نہ ہونے پائے، اقامت دین کو علمار سوء نے ہمیشہ اپنے لئے پیغام موت سمجھا ہے اس لئے باطل کی کار فرمائیوں کے لئے انھوں نے اپنی ساری طاقتیں اور خدمات وقف رکھی ہیں۔

(۷) اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے یہ حضرات مختلف پروگرام بناتے رہے مختلف طریق کار اختیار کرتے رہے، تقسیم کار کے اصول پر ان لوگوں میں سے مختلف لوگوں نے مختلف کام اپنے اپنے ذمّہ لے لئے۔

(۸) انھیں مختلف پروگراموں میں سے خطرناک ترین پروگرام قرآن کو مشکوک کر ڈالنے کا بنایا گیا۔

(۹) تشکیک فی القرآن میں کامیابی ہو نہیں سکتی تھی، تا وقتیکہ انکار حدیث نہ کیا جاتا، یا یوں سمجھئے کہ ایک زمانہ میں اس گروہ کے معدودے چند افراد نے انکارِ حدیث کا وبال اسی لئے مول لیا، کیونکہ آگے چل کر قرآن کو مشکوک بنا دینے کا عندیہ تھا۔

(۱۰) موضوع احادیث کی اشاعت میں غیر معمولی سرگرمیاں جاری رہیں تاکہ اسلام کو مسخ کر ڈالنے میں سہولت ہو، اور بہت ممکن ہے کہ یہ سرگرمی اس پیش بینی کی خاطر بھی ہو کہ آئندہ چل کر انکارِ حدیث کی راہ آسان ہو جائے گی۔

Marfat.com

(۱۱) باطل کی چاکری، قوت و اقتدار کی خوشامد، ابن الوقتی، رائج الوقت افکار و نظریات سے مرعوبیت اور اسلامی تعلیمات و ہدایات کو باطل قوت اور حاکمانہ حیثیت رکھنے والے افکار و نظریات کی غلامی میں دینے کی کوششیں ان حضرات کے امتیازی اوصاف و علائم ہوتے ہیں۔

(۱۲) احیائے دین کی مساعی کو ناکام بنانا اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جد وجہد کرنے والوں کو بدنام کرنا اور ان کی راہ میں کانٹے بچھانا، ان پر بہتان اور افترا پردازی ان حضرات کے خصائص و ممیزات ہوتے ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

منظر

Marfat.com

اس طرح یہ باطل نظریات و افکار زمانہ کے ساتھ بڑھتے اور پھیلتے گئے، اور دوسرے باطل نظریات کے ساتھ ساتھ انکارِ حدیث کی "امانت" بھی خلفاً عن سلفٍ اُن جانشینوں کو منتقل ہوتی رہی جو ہر عہد کی مروجہ تہذیب باطل کے دلدادہ اور اقتدارِ باطل کے رائج کردہ علوم و فنون پر "مخلصانہ ایمان" رکھنے والے تھے جن کے فکر و تدبّر کی ساری کائنات بس یہ تھی کہ انھیں علوم و فنون کی عینک سے ہر چیز کو دیکھتے رہیں، اور جنھوں نے اپنے طرزِ فکر کو ان جاذبیت علوم و فنون میں اس طرح ڈھال لیا تھا کہ ہر نظریہ کے فہم و ادراک کے لئے اپنے اسی طرزِ فکر کو کام میں لانے پر مجبور تھے، اس لئے کہ ان کے اذہان پورے طور پر اقتدارِ باطل کے رائج کردہ فلسفہ و نظریات سے مرعوب و متاثر ہو چکے تھے، اس طرح دینِ باطل کی سربلندی اور دینِ حق سے برگشتگی کی مساعی جاری رہیں اور "اضلال" کا کام ہوتا رہا، اور یہ فتنہ تدریجاً ایسے لوگوں کو اپنے دام میں گرفتار کرتا رہا جو اسلامی بصیرت سے یا تو بالکل تہی دامن ہوتے یا جو محض سطحی بیں ہوتے، یا پھر ان کے لاشعور میں اسلامی حدود و قیود سے آزادی کی "تڑپ" ہوتی، تا آنکہ دورِ منعلیہ کے بعد ہندوستان میں انگریزوں کا اقتدار آیا۔

انگریزی اقتدار میں انکارِ حدیث کی پہلی آواز

انگریزوں کے لائے ہوئے

Marfat.com

ملحدانہ فلسفہ و نظریات کے دور میں انکارِ حدیث کی سب سے پہلی آواز وابستگانِ علیگڈھ کی جانب سے بلند ہوئی اور اس لئے بلند ہوئی کہ ایک طرف تو اسلامی درک و بصیرت کے ساتھ خیر سے واجبی سا تعلق تھا اور دوسری طرف اپنے زمانہ کی طبعی تحقیقات اور اُن کے قیاسی نتائج کو یقینی و قطعی تسلیم کر لیا گیا تھا۔ اس لئے ضروری ہوا کہ اسلامی تعلیمات اور مسائلِ شرعیہ کو ان کے مطابق ڈھالا جائے، اور یہ کام ہو نہیں سکتا تھا تاوقتیکہ قرآنی آیات کی تعبیر و تاویل کے لئے کھلی چھٹی حاصل نہ کر لی جائے۔ قرآن کے الفاظ اور مضامین کا شملہ اس وقت تک نہ ہو سکتا تھا جب تک کہ درمیان سے اُن تشریحات و تفاسیر کو ہٹا نہ دیا جائے جو قرآن کے منشا کو متعین کرنے والی ہیں اور وہ تشریحات و توضیحات رسولؐ کی ہیں، اس لئے حدیث کی حجیت سے قطعی انکار کر دیا گیا تاکہ قرآنی آیات کو توڑ مروڑ کر حسب خواہش ہر قالب میں ڈھالا جا سکے، چنانچہ مدرسۃ العلوم علیگڈھ کے سرکاری آرگن "تہذیب الاخلاق" کے ایک روح رواں نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی صاحب ارشاد فرماتے ہیں :۔

> فقہاء یہ کہتے ہیں کہ گو احادیث مثل اخبار آحاد کے مستند نہ ہوں لیکن عملی طور پر ان کی پیروی کرنا مسلمانوں پر لازم ہے اس کے یہ معنی ہوئے کہ بہر حال ہمیں احادیث کی پیروی کرنا چاہئیے خواہ ہمارے عقل اور کانشیس (ایمان) ہم کو اس پر مجبور کرے یا نہ کرے جن محققین نے احادیث کو جمع کیا اور ان کی چھان بین کی ہے ان کا یہ قول ہے

Marfat.com

کہ عموماً کیسی ہی مضبوط اور محکم اسناد کیوں نہ ہوں، احادیث پر اعتبار نہیں ہو سکتا اور نہ جو شئے اس میں بیان کی گئی ہے اس کا یقینی علم اس سے حاصل ہو سکتا ہے، اس قول پر اگر خیال کیا جائے تو احادیث کے لئے معیار صداقت اور اصول عقلی کے قائم کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہتی، کیونکہ وہ بذات خود بالکل ناقابلِ اعتبار ہیں۔" (اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام ص۲۸ ج ۱)

اس آواز کا محرک

قطع نظر اس سے کہ احادیث کو جمع کرنے والے محققین کی جانب جو بات منسوب کی گئی ہے وہ فی نفسہ واقعہ کے مطابق ہے یا نہیں، وہ جذبہ دیکھنے کے لائق ہے جس نے یہ رجحان پیدا کیا اور جس نے اس ادعائے فاسد ـــــ احادیث کے بذات خود ناقابلِ اعتبار ہونے ـــــ کے ارتکاب پر مجبور کیا۔ ملاحظہ ہو:۔

"دنیا بھر میں سلطنت انگریزی سب سے بڑی اسلامی سلطنت ہے یعنی ملکۂ انگلستان و قیصرۂ ہند کی عملداری سب بادشاہوں سے زیادہ خصوصاً اعلیٰ حضرت سلطانِ روم سے بھی، زیادہ مسلمانوں پر ہے"۔ (اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام ص ج ۱)

چنانچہ "قیصرۂ ہند" کی سلطنت کو "اسلامی" ثابت کرنے اور "قیصرۂ ہند" کے زیر سایہ پروان چڑھنے والے مغربی افکار و فلسفہ کو عین تعلیم "قرآن" قرار دینے کے لئے قرآن کو پورے طور پر استعمال کیا گیا، اور قرآن کے مدعا و منشا کو متعین کرنے والی جو چیز (حدیث) تھی وہ اسی لئے "بذات خود ناقابلِ

اعتبار ٹھہرادی گئی تاکہ کسی طرح کی گرفت باقی نہ رہے۔ چنانچہ کہا گیا کہ قرآن محض چند اخلاقی نصائح کا نام ہے، وہ ہمیں کسی طرح کے تمدنی وسیاسی حدود سے مقید نہیں کرتا۔ اس نے تمدن وسیاست کے معاملات بالکلیہ انسان کے اپنے رجحان ومصالح پر چھوڑ دیے ہیں:-

"قرآن ہمیں تمدنی وسیاسی (پولیٹکل) قانون نہیں سکھاتا ..... اس میں شک نہیں کہ بعض امور سول اور پولیٹکل لا کے متعلق بیان کئے گئے ہیں لیکن یہ وہ مسائل ہیں جن کا اُس زمانے میں نہایت خراب استعمال کیا گیا تھا .... قرآن نے غیر مسلم اور بدوی عربوں سے ان کے ضعف اور خامی کی بنا پر بعض سول اور سوشیل (تمدنی) امور میں چند مناسب معقول اور بے ضرر رعایتیں بھی کی ہیں، لیکن جب ان کی حالت سدھری اور وحشیانہ حالت سے نکل کر اعلیٰ اور ترقی یافتہ مدارج پر پہنچے تو یہ رعایتیں بھی ممنوع ہوگئیں ...... احکام اخلاق تاریخی امور و قصص اور پیشین گوئیوں کے علاوہ قرآن کے قانون اور عدالتی اصول کی تشریح کے لئے، الفاظ اور جملے اور ان کے طرق استعمال مفصلۂ ذیل چار حصوں میں تقسیم کیے گئے ہیں (۱) الفاظ (۲) جملے (۳) لفظوں اور جملوں کا استعمال (۴) طرق استدلال، اس سے ظاہر ہوگا کہ یہ دو سو آیات قرآنی سول لا کے متعلق کوئی خاص تعلیم یا محکم قواعد نہیں ہیں، ان میں بہت

Marfat.com

سے نتائج اٹکل پچو معلوم ہوتے ہیں، مختصر یہ کہ قرآن سیاسی قوانین میں مداخلت نہیں کرتا، اور نہ اس نے سول لا کے متعلق کوئی خاص قواعد وضع کئے ہیں، قرآن ہمیں بذریعہ وحی کے مذہبی اصول اور اخلاق کے عام قواعد سکھاتا ہے۔"

(اعظم الکلام ج ۱ ص ۱۵، ۱۶، ۱۷)

"..... اسلام بحیثیت مذہب تمدنی حصے سے بالکل جدا ہے، مسلمانوں کی سیاست ملکی اور تمدنی مذہب سے کچھ تعلق نہیں رکھتی۔ اگرچہ بعد کے زمانہ میں مسلمانوں نے تمدنی حصہ کو بھی قرآن کے ساتھ اس طرح ملا جلا دیا جیسے یہودیوں اور عیسائیوں نے اناجیل کے احکام کو روزمرہ کے معاملات میں گڈمڈ کر دیا تھا۔"

(اعظم الکلام ج ۱ ص ۳۳)

وحدتِ فکر و برہان | آگے بڑھنے سے پہلے مختصر طور پر یہ بھی دیکھ لینا چاہیے کہ اس موقع پر انکار حدیث کا استدلال اپنی اصولی حیثیت سے اُس استدلال سے مختلف نہیں ہے جسے ہم پہلے حصے میں ابتدائی دور کے منکرین حدیث سے نقل کر چکے ہیں، عبارت اور طرز ادا کا چاہے اختلاف ہو مگر وحدت استدلال پورے طور پر جلوہ فرما ہے، ارشاد ہوتا ہے کہ :-

"مگر جب سے کہ لوگوں کو احادیث جمع کرنے کا شوق ہوا (حالانکہ وہ بھی واجبات سے نہ تھا ورنہ جناب پیغمبر خود ہی اپنے احادیث جمع کرا دیتے۔" (اعظم الکلام ج ۱ - نوٹ ص)

Marfat.com

"پیغمبر اسلام اور ان کے اصحاب و اخلاف کی احادیث و روایات کا ایک بحرِ ذخار ہے جو تمدنی، سیاسی، ملکی اور فوجداری کے مختلف مضامین کے متعلق ہیں، .... دراصل آپ کے اصحاب اور جانشیں آن احادیث کے قلمبند کرنے کے خلاف تھے جو آپ کی حیات منزلی اور تعلیم عمومی کے متعلق تھیں"۔

(اعظم الکلام ج ۱ ص ۱۸)

"اور یہ تو صرف اہلِ شوق نے دور دور ملکوں میں پھر کے زبانی اور تحریری روایتوں کو کئی ایک واسطوں سے جمع کیا، اور جمع کرنے کے بعد پھر اس کی تنقید اور صحیح و ضعیف کی تمیز کے قاعدے اٹکل پچو بنائے، مگر ان میں پوری کامیابی نہیں ہوئی، کیونکہ ان احادیث کا درجہ ظن اور گمان سے صحت قطعی تک نہیں پہنچتا"۔

(اعظم الکلام ج ۱ نوٹ ص ۹)

یہ تفریق دین و سیاست، یہ اقتدار وقت کی رضاجوئی اور مغربی نظریات کی قرآن سے "خدمت" کس طرح لی جا سکتی تھی اگر قرآن کے منشا و مراد کو متعین کرنے والی سنت و حدیث واجب التسلیم قرار دی جاتی، اس لیے اس کو فی نفسہٖ ناقابلِ اعتبار قرار دیا گیا تاکہ کوئی قدغن باقی نہ رہے اور قرآن کو ہر اس "ہدایت" پر ڈھالا جا سکے جو "دنیا بھر میں سب سے بڑی اسلامی سلطنت" اور اس کے علوم و افکار کی طرف سے نازل ہو۔

اس مرحلہ کا پہلا قدم | یہ معلوم ہو چکا ہے کہ انکارِ حدیث کے پس پردہ جو

Marfat.com

جذبہ کارفرما تھا، وہ یہ تھا کہ قرآن کی تفسیر و تعبیر کا حق خود لے کر آیات قرآنیہ میں حسب موقع و محل رنگ آمیزیاں کی جائیں تاآنکہ قرآن مشکوک ہو کر رہ جائے اور ظاہر ہے کہ اس تشکیک کے لئے قرآن کے الفاظ میں تبدیلی کی ضرورت نہیں اور نہ اس پر کسی کو قدرت تھی اور نہ ہو سکتی ہے کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ ہے اور کسی انسان کی مجال نہیں کہ اس حفاظت پر چھاپہ مار سکے، اس لئے تشکیک فی القرآن کے مقصد کا واحد ذریعہ یہ تھا کہ قرآنی الفاظ کے منشاء و مراد کے تعیین و بیان کا سررشتہ اپنے ہاتھ میں لے لیا جائے اور اس طرح قرآن کو ایک ایسا اونٹ بنا دیا جائے جس کی نکیل پکڑ کر ہر شخص جس سمت چاہے اسے گھما سکتا ہے، چنانچہ صاف طور پر دیکھا جا سکتا ہے کہ اس مرحلہ پر جو پہلا قدم اٹھایا گیا ہے، اس کی نوعیت اپنے ادوار سابقہ کے ساتھ کامل یکسانیت رکھتی ہے، مثلاً قرآن میں جبریل و ملائکہ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں، اب یہ کسی طرح ممکن نہ تھا کہ جبریل اور ملائکہ کا صاف صاف انکار کر دیا جاتا، اس لئے ایک طرف یہ کہا گیا کہ لعنت ہے اس شخص پر جو جبریل کا انکار کرے، یا ملائکہ کا منکر ہو، اور دوسری طرف ان الفاظ کے مفاہیم و مدلولات وہ بیان کئے گئے، جن کا بیان کرنا، کسی ایسے شخص کے لئے تو بہر حال ممکن نہ تھا جو رسولؐ کے بیان کردہ تفسیر و تعبیر کو برحق اور واجب التسلیم یقین کرتا ہو، ارشاد ہوتا ہے کہ:-

"جن فرشتوں کا قرآن میں ذکر ہے ان کا کوئی اصل وجود نہیں ہو سکتا، بلکہ خدا کی بے انتہا قدرتوں کے ظہور کو اور ان قویٰ

Marfat.com

کو جو خدا نے اپنی تمام مخلوق میں مختلف قسم کی پیدا کیے ہیں، ملائک یا ملائکہ کہا ہے، جن میں سے ایک شیطان یا ابلیس بھی ہے۔" (تفسیر القرآن سرسید مرحوم منقول از تنقیح البیان)

اور جبرئیل کا مصداق یہ بیان کیا گیا ہے کہ :-

"خدا اور پیغمبر میں بجز ملکہ نبوت کے جس کو ناموس اکبر اور زبان شرع میں جبرئیل کہتے ہیں اور کوئی ایلچی پیغام پہنچانے والا نہیں ہوتا۔" (حوالہ مذکور)

گویا من کان عدوا للّٰہ وملٰئکتہ ورسلہ وجبریل ومیکال فان اللّٰہ عدو للکافرین کا مطلب یہ ہوا کہ جو اللہ کا اور اللہ کی ان بے انتہا قدرتوں اور قویٰ کا دشمن ہے جو اللہ نے اپنی تمام مخلوق میں پیدا کیے ہیں اور رسولوں کا دشمن ہے اور ملکۂ نبوت اور ناموس اکبر اور میکال (؟) کا دشمن ہے تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عداوت کفر ہے اور اللہ کافروں کا دشمن ہے۔ اور ابلیس کے بارے میں جو قرآن نے کان من الجن کہا ہے، اس سے شاید یہ مقصود ہے کہ ابلیس جو ملائکہ یعنی انسان کی قوتوں میں سے ایک قوت ہے، وہ مستور قویٰ میں سے ایک قوت ہے (؟) اور ان اللّٰہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی الآیۃ کا مطلب و مقصود یہ ہوگا کہ اللہ اور اس کی وہ بے انتہا قدرتیں اور قویٰ جو اس نے اپنی تمام مخلوق میں پیدا

لہ جمعیۃ اخوان الصفا (جس کا ذکر صفحات گزشتہ میں کیا جا چکا ہے) کے ارباب کار کے مکاتیب (رسائل اخوان الصفا) میں بھی بکثرت اس ناموس اکبر کے اذکار جمیلہ ملتے ہیں۔

Marfat.com

گئے ہیں، نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ یہ ہے جبرئیل و ملائکہ کا اقرار اور ان پر ایمان — اقرار بھی ہے، انکار بھی ہے، اس طرح اپنے تخلیقی معنی و مفہوم کا جامہ پہنا کر آپ لات و منات کا بھی اقرار کر سکتے ہیں اور ابوجہل و ابولہب لا الہ الا اللہ کا بھی اقرار کر سکتے تھے۔

اسی طرح کی تبیانِ رسولؐ سے بے نیاز اور ہر قید و حد سے آزاد یہ ایک دوراز کار تاویلِ رکیک ملاحظہ ہو:—

"پہاڑی ملک کو اہل عرب حجر کہتے ہیں جیسے کہ عرب الحجر یعنی عرب کا پہاڑی حصہ، اسی طرح فاضرب بعصاک الحجر میں حجر کا استعمال ہوا ہے، بحر احمر کی شاخ کو عبور کرنے کے بعد ایک وادی ملتی ہے جس کا قدیم نام ایتام ہے، وہاں پانی نہیں ملتا، توریت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ایک چشمہ تھا، جس کا پانی نہایت تلخ تھا اور پی نہیں سکتے تھے اس لئے اس کا نام مرہ رکھا ہے۔ حال کے زمانے کے سیاحوں نے بھی وہاں ایک چشمہ پایا ہے، جس کو وہ مرہ خیال کرتے ہیں، یہی مقام ہے جہاں بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ سے پانی مانگا تھا، اس مقام کے پاس پہاڑیاں ہیں، جن کی نسبت خدا نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ اضرب بعصاک الحجر یعنی اپنی لاٹھی کے سہارے اس پہاڑی پر چڑھ چل، اس پہاڑی کے پرے ایک مقام ہے جس کو توریت میں ایلیم لکھا ہے، وہاں بارہ چشمے پانی کے جاری تھے، جس طرح

Marfat.com

پہاڑی ملک میں پہاڑوں کی جڑ یا چٹانوں کی دراروں میں سے
جاری ہوتے ہیں' جن کی نسبت خدا نے فرمایا کہ فانفجرت
منہ اثنتا عشرۃ عینا یعنی اس سے پھوٹ نکلے ہیں بارہ
چشمے" (تفسیر مذکور)

ملاحظہ فرمایا آپ نے! فاضرب بعصاک الحجر کی "لاٹھی کے سہارے پہاڑی پر چلنے" اور اسی قسم کی دیگر جارت طراز تفسیروں کا کیا امکان تھا اگر قرآن کی وہ تشریحات واجب الاتباع مانی جاتیں جو رسولؐ سے منقول تھیں، اسی طرح کا نادر اجتہاد اس آیت میں فرمایا گیا ہے :-

حُرِّمَتْ علیکم المیتۃ	تم پر حرام کیا گیا مردار' خون' سور کا گوشت
والدَّمُ ولحم الخنزیر	وہ جانور جو خدا کے سوا کسی اور کے نام پر
وما اُهِلَّ لغیر اللہ بہ و	ذبح کیا گیا ہو' وہ جو گلا گھٹ کر یا چوٹ
المنخنقۃ والموقوذۃ	کھا کر یا بلندی سے گر کر یا ٹکر کھا کر مرا
والمتردیۃ والنطیحۃ	ہو یا جسے کسی درندے نے پھاڑا ہو۔
وما اکل السبع الا ما	سوائے اس کے جسے تم نے زندہ پاکر ذبح
ذکیتم الآیہ	کر لیا — الخ۔

اس سلسلہ میں رسولؐ کے متعین فرمودہ مفہوم و مراد سے قطعاً بے نیاز ہو کر اپنی عقل و رائے کی بنا پر کہا گیا کہ :-

"میری تحقیق یہ ہے کہ پرند منخنقہ (گردن مروڑ کر مارا ہوا پرندہ) کی
حرمت باستدلال آیت مستدلہ منصوص قرآنی نہیں"۔

Marfat.com

(تہذیب الاخلاق ج ۲ ص۲۱۱)

دلیل جو دی گئی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ منخنقۃ موقوذۃ متردیۃ اور نطیحۃ میں تا یا تو مؤنث کی ہوگی یا تائے نقل و تحویل، اگر مؤنث کی ہوگی تو اس کا موصوف بھی مؤنث ہوگا، موصوف جو بھی قرار دیا جائے اس کی حرمت منصوص نہ ہوئی اس لئے کہ وہ موصوف منصوص قرآنی نہیں اور تائے تانیث قرار دینا بھی منصوص نہیں بلکہ اجتہادی ہوا، اور اگر تائے تحویل و نقل ہو تو ایسی صورت میں اگرچہ کسی موصوف مؤنث کی تلاش کی حاجت نہ رہے گی مگر جس پر ان الفاظ کا صدق ہوگا برنبائے تائے نقل و تحویل، اس کی حرمت بھی منصوص نہ ہوگی، اس لئے کہ تائے نقل و تحویل قرار دینا منصوص نہیں، بلکہ اجتہادی ہے (تہذیب الاخلاق ج ۲ ص۲۱۱-۲۱۲)

خود جناب مفسر کے نزدیک ان الفاظ میں تائے تانیث ہے، اور جو موصوف محذوف ہے وہ بھیمۃ ہے، یعنی وہ چوپایہ جو جھٹکہ دے کر مارا گیا ہو، یا جو اوپر سے گر کر مرجائے، یا جو لڑتے میں سینگ کی چوٹ سے مرجائے یا جس کو لکڑی یا لٹھ سے مار کر ہلاک کر دیا جائے، وہ حرام ہے۔ لہٰذا پرنالہ اس سلسلہ میں نہیں آتا (تہذیب الاخلاق ج ۲ ص۲۱۳) اور یہ سارے پاپڑ اس لئے بیلے گئے تاکہ انگریز بہادر کے دسترخوان پر گردن مروڑی ہوئی مرغی کھانے کا جواز پیدا ہو جائے پھر بھی اتنی رعایت کی گئی ہے کہ:

"اگر کوئی شخص عیسائیوں کے ساتھ کھانا کھانے میں عیسائیوں کی گردن

Marfat.com

مروڑی مرغی نہ کھاوے اور اس کو حرام سمجھے چشم ما روشن
دوسری رکابی کا کھانا نوش فرماتے ہم بھی اس کو محتاط کہیں گے
انگریزوں کے ساتھ کھانا کھانے میں یہ ضرور نہیں کہ جو چیز سامنے
آئے خواہ مخواہ اس کو کھا ہی لے" (تہذیب الاخلاق ج ۱ ص۱۱)

پرند کے متعلق اس اجتہاد کے بعد یہ خلش باقی رہتی تھی کہ اس قدر طویل مسافت طے کرنے کی ضرورت کیا تھی، سیدھی طرح کہا جا سکتا تھا کہ پرند تو پرند بہیمہ بھی جو جھٹکہ سے مارا گیا ہو انگریز کے دسترخوان پر اس کا کھانا حلال ہے، اس لئے کہ قرآن میں و طعام الذین اوتوا الکتب حل لکم بغیر کسی استثنا کے موجود ہے لہذا انگریزوں کے دسترخوان پر منخنقہ اور موقوذہ وغیرہ جو بھی جانور ہو بطیب خاطر کھایا جا سکتا ہے۔
چنانچہ اس بات کو قبول کر لیا گیا، اور پرند کی تخصیص بھی اڑا دی گئی اور اس سلسلہ میں روایت سے بھی استشہاد کر ڈالا گیا۔

اس سلسلہ میں مقصود بحث و تردید کا دروازہ کھولنا نہیں ہے، بلکہ بتانا یہ ہے کہ تفہیم و تشریح اور تبیان رسول سے بے پروا ہو کر محض اپنی عقل و رائے کا قرآن کو تختہ مشق بنانے کی بنا صرف یہ ہے کہ قرآن کی تشریح و تفسیر کے معاملہ میں ارشاد رسول کی کوئی قیمت تصور نہیں کی جاتی، البتہ یہاں یہ بات ضرور معلوم کر لینے کی ہے کہ یہ ایک ایسا تجاوز تھا کہ اس طرح کے اقدام پر خود مفسر کے وکلاء اور اعوان و انصار کو کہنا پڑا کہ :-

ا سید صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۷ حدیث ابوداؤد کی سند

Marfat.com

پر جو یہ لکھا ہے کہ اگر اہل کتاب کسی جانور کی گردن توڑ کر مار ڈالنا یا سر پھاڑ کر مار ڈالنا زکاۃ سمجھتے ہیں تو ہم مسلمانوں کو اس کا کھانا درست ہے‘...... میرے نزدیک اس مسئلہ میں‘ سیّد احمد خاں صاحب نے بڑی غلطی کی ہے کیونکہ جو دعویٰ انھوں نے کیا ہے‘ وہ اس روایت سے ثابت نہیں ہوتا، اور کتابی کا ذبیحہ جائز ہونے کے سوا اس قول (روایت) سے اور کچھ نہیں نکلتا اور چونکہ منخنقہ کی حرمت صراحتہً ایک دوسری آیت محکم سے ثابت ہے اور اس کی تخصیص یا تنسیخ کسی دوسری آیت سے نہیں ہوئی تو تعجب ہے کہ کیونکر انھوں نے اس روایت سے یہ خیال کیا کہ اہل کتاب کا گردن مروڑ کر مار ڈالنا بھی ذبیحہ میں داخل ہے .... پھر سیّد صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۲۱ میں لکھتے ہیں کہ طعام اہلِ کتاب میں ہم کو تفتیش اس بات کی کرنی کہ کس نے ذبح کیا اور کیونکر ذبح ہوا ہے۔ کچھ حاجت نہیں‘........ ہمارے نزدیک اس میں بھی رائے سید احمد خاں صاحب کی خطا پر ہے‘ ان کو سوچنا چاہیئے تھا کہ ذبیحہ مشرکین کا قطعاً حرام ہے‘ اور اکثر مشرکین مثل چمار وغیرہ باورچی انگریزوں کے ہوتے ہیں‘ اور پرند جانوروں کو وہی باورچی گردن مروڑ کر مار ڈالتے ہیں‘ تو بغیر تفتیش کے ایسے پرند جانوروں کا کھا لینا گویا چماروں کے ہاتھ کے گردن مڑوڑی ہوئے جانور کا کھا

Marfat.com

لینا ہے اگر حسنِ ظن پر خیال کیا جائے تو یہ اس وقت ہو سکتا تھا جبکہ انگریزوں کا تعامل مسلمانوں سے ذبح کرانے یا خود ذبح کرنے کا ہوتا، برتاؤ ان کا بالکل برخلاف اس کے ہے تو ایسی صورت میں کوئی وجہ حسنِ ظن کی نہیں۔" (تہذیب الاخلاق[1] ج ۱ ص ۲۰)

دوسرا کام | اقتدار باطل کی رضا جوئی اور اس سے مداہنت کی اس طرح کی مساعی کے ساتھ دوسرا کام اس مرحلہ پر یہ کیا گیا کہ مغربی افکار و نظریات کے مطابق قرآن کو ڈھالنے کی بنیاد رکھی گئی، ٹھیک اسی طرح جس طرح یونان اور عجم کے فلسفوں اور نظریات کے زمانۂ عروج میں ان کی تصدیق قرآن سے کرائی جاتی رہی تھی، مثلاً قرآن کی وہ آیات جو لفظ سماء پر مشتمل ہیں اگر وہ کسی زمانہ میں آسمان کے متعلق یونانی حکماء و فلاسفہ کی تحقیق و تفتیش کے نتائج کی "مصدق" ٹھہرائی گئیں تو اب انھیں آیات سے "دوربینی تحقیقات و تدقیقات" پر مہر توثیق ثبت کرائی گئی اور فرمایا گیا کہ:۔

"ہم کو مشاہدہ سے بذریعۂ دوربین (جو ہمارے نزدیک اور ہر انسان کے نزدیک جو ذرا بھی واقفیت اور عقل رکھتا ہے) برخلاف اس کے ثابت ہوا ہے جو آسمانوں اور کواکب کا نظام یونانی حکیموں نے قرار دیا ہے" (تہذیب الاخلاق ج ۲ ص ۲۰۱)

پھر اس دوربینی دلیل قطعی کے مطابق آیات کی ڈھلائی شروع ہو گئی ارشاد ہوا کہ:۔

"ہم الفاظ قرآن مجید کے وہی معنی لیں گے جو ان پڑھ اہل عرب

---

[1] مشتمل بر مضامین محسن الملک مرحوم

Marfat.com

ان کے معنی حقیقی یا مجازی موافق اپنی بول چال کے سمجھتے تھے نہ وہ کہ کسی علم کے عالموں نے بموجب اپنی اصطلاح کے قرار دیے ہیں کیونکہ خود خدا نے فرمایا ہے کہ "وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ" (تہذیب الاخلاق ج ۱ ص ۲۳۳ تفسیر قرآن)

"اب ہم کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ عربی زبان میں سماء کا لفظ کن کن معنوں میں آیا ہے اور ان پڑھ عرب کس چیز کو اس اسم کا مسمّٰی سمجھتے تھے، قاموس میں جو لغت زبان عرب کی کتاب ہے صرف اتنا لکھا ہے السماء معروف یعنی آسمان وہ ہے جس کو سب جانتے ہیں، پس اب ہم پوچھتے ہیں کہ وہ کیا چیز ہے جس کو سب آسمان جانتے تھے، یا جانتے ہیں، بجز اس نیلی یا سبز چیز کے جو ہم کو دکھائی دیتی ہے اور کسی چیز کو کوئی شخص آسمان جانتا تھا اور نہ آسمان جانتا ہے یہی نیلی یا سبز چیز جو ہم کو دکھائی دیتی ہے، سماء کا مسمّٰی سمجھنا چاہیئے۔ (تہذیب الاخلاق ج ۲ ص ۲۲۵)

لیکن کلّ فی فلکٍ یسبحون میں قرآن کے لفظ فلک سے "ان پڑھ عرب کی بول چال" والا معنی مراد نہ لیا گیا، بلکہ شرح چغمینی کی بیان کردہ اصطلاح اختیار فرمائی گئی:

..... فلک کے معنی اس دائرہ کے ہیں جو ستارہ کی گردش سے ذہن میں یا خیال میں پیدا ہو جاتا ہے جیسے کہ بنوٹ پھراتے ہیں تم نے دیکھا ہوگا کہ گول چکر بن جاتا ہے، حقیقت میں وہ چکر نہیں ہے، بلکہ صرف بنوٹ کے سروں کی گردش کا راستہ ہے ......

شارح چغمینی نے بھی لکھا ہے کہ ان الفلک یطلق علی غیر

Marfat.com

الجسم ایضاً کالدائرۃ محیطا تھا یعنی محلک کا لفظ غیر
مجسم چیز پر بھی بولا جاتا ہے، جیسے کہ دائرہ پر یا حلقہ پر۔"
(تہذیب الاخلاق ج ۱ ص ۱۰۱)

تیسرا کام | تیسرا کام اس مرحلہ پر یہ کیا گیا کہ تحریر و بیان کی ساری ذمہ دارانہ تحدید و حیثیت کو خیرباد کہہ کر مقصد براری کی طرح ڈالی گئی، اگر کسی حوالہ کی "تضعیف" سے کام نکلتا ہو تو پوری دیدہ دلیری سے یہ اقدام کر لیا گیا۔ کسی کی طرف غلطیات منسوب کر کے مقصد حاصل کیا جا سکتا ہو تو بلا جھجھک اس کا ارتکاب کیا گیا، کسی کے سلسلۂ کلام کی کوئی درمیانی کڑی غائب کرنے کی "ضرورت" لاحق ہوئی تو اس پر بھی عمل کیا گیا، اپنے رجحان و مدعا کے مناسب ضعیف بلکہ موضوع روایت بھی ملی تو بطور دلیل اسے بھی ذکر کیا گیا لیکن اگر اپنی خواہش کے خلاف قوی سے قوی روایت ہوتو وہ "بذات خود ناقابل اعتبار" شمار کی گئی اور اس کا خلاصہ یہ تعبیر کیا جا سکتا ہے کہ کسی بحث کے سلسلہ میں گفتگو کرتے کرتے کہا گیا کہ یہ کچھ ہمارا ہی خیال اور ہماری ہی تحقیق نہیں ہے بلکہ علمائے سلف میں سے فلاں فلاں نے یہ بات کہی ہے اور یہ اس لئے کہا جاتا ہے تاکہ لوگ یہ خیال کریں کہ یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں جو قابل طعن ہو سلف کے درمیان بھی اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے اور آخر وہ بھی تو مستند عالم تھے جنہوں نے یہی بات فرمائی ہے، حالانکہ اپنی بات کے تصدیقی حوالہ میں جن لوگوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے اکثر و بیشتر وہی ہوتے ہیں جن کے سلسلہ کی یہ خود ایک کڑی ہیں۔

Marfat.com

اُن کا مقام اور اُن کی سرگرمیاں بھی اپنے زمانہ میں اس سے مختلف نہ تھیں جس مقام سے آج ان سرگرمیوں کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے ــــ ان امور کی داستان تو تفصیل طلب ہے نمونتہً چند حوالے درج ذیل ہیں :-

ایجادِ حوالہ

تہذیب الاخلاق ج ۲ [۱] کے صفحہ ۱۴ سے ایک طویل مضمون بعنوان "اسلام کی دنیوی برکتیں" چل رہا ہے، اس میں غلاموں کی آزادی اور آئندہ کے لئے انسدادِ غلامی کی برکت کے سلسلہ میں ضمنی طور پر چند آیتوں کے نسخ پر بحث آ گئی ہے، اور نسخ کے لئے زمانۂ نزول پر گفتگو چل رہی ہے اس سلسلہ میں یہ ایک روایت درج کی گئی ہے کہ :-

" اخرج الترمذی والحاکم	ترمذی اور (مستدرک) حاکم میں حضرۃ
عن عائشۃ قالت آخر	عائشہؓ سے مروی ہے کہ آخری سورۃ جو
سورۃ نزلت المائدۃ "	نازل ہوئی ہے وہ المائدۃ ہے۔

حالانکہ جامع ترمذی میں یہ روایت موجود نہیں -

قطع و برید

اسی بحث میں یہ ایک روایت درج کی گئی ہے کہ :-

" اخرج مسلم عن بن عباس رضی اللہ عنہ

قال آخر سورۃ نزلت اذا جاء نصر اللہ والفتح "

اس میں درمیانی کڑی کاٹ دی گئی ہے، مسلم میں پوری روایت یوں ہے :-

عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن	یعنی عبد اللہ سے حضرۃ ابن عباس
عتبۃ قال قال لی ابن عباس تعلم	سوال کرتے ہیں کہ کیا تمھیں معلوم ہے
آخر سورۃ نزلت	کہ قرآن کی آخری وہ کون سی سورۃ ہے

[۱] مشتمل بر مضامین مولوی چراغ علی خاں مرحوم

Marfat.com

من القرآن نزلت جميعا؟	جو پوری یکبارگی نازل ہوئی وہ جواب
قلت نعم اذا جاء نصر	میں کہتے ہیں کہ وہ اذا جاء نصر اللہ
اللہ والفتح، قال صدقت	والفتح ہے، اور حضرۃ ابن عباس یہ
	جواب سن کر اس کی تصدیق فرماتے ہیں۔

بات یہ تھی کہ جو لوگ سورۂ براءۃ کو نزولاً آخری سورۃ کہتے ہیں، اُن کی تردید میں روایات کے اختلافات دکھانے تھے اس موقع پر اختلافات و تعارض دکھانے کے لئے ترمذی میں ایک روایت کی موجودگی کا حوالہ دے دیا گیا، اور درمیان سے "نزلت جمیعاً" (جو پوری سورت بیک وقت نازل ہوئی) کے ٹکڑے کو کاٹ دیا گیا تاکہ حصول مقصد باسانی ہو جائے۔

آسمان کے متعلق مغربی نظریات سے قرآن کو ہم آہنگ کرنے کی کوششوں کے سلسلہ میں تہذیب الاخلاق کے مضامین پر جب مختلف اعتراضات کئے گئے تو ان کے جوابات کی خاطر ایک طویل سلسلۂ مضامین شروع کیا گیا، ان اعتراضات میں سے کسی کا یہ اعتراض بھی تھا کہ اگر آسمان محض حد نظر کا نام ہے اور کوئی مستقل خارجی وجود نہیں رکھتا تو قرآن کا اُسے مخلوق کہنا (خلقنا السماء) کس طرح درست ہوگا، اس کے جواب میں ارشاد فرمایا گیا کہ مخلوق ہونے کے لئے مستقل خارجی وجود کی ضرورت نہیں عقلی و ذہنی وجود اس کے لئے کافی ہے مثلاً موت و حیات کہ ان کا کوئی خارجی وجود نہیں مگر خلقنا الموت والحیاۃ کہا گیا ہے، اور جیسا کہ عقل، کہ عقل کا وجود خارجی نہیں مگر روایت میں آتا ہے کہ ... خدا نے عقل کو پیدا کیا اور اس سے کہا کہ آگے ہو تو وہ آگے

ہوئی، پھر کہا پیچھے ہٹ، وہ پیچھے ہٹ گئی ـــــ (محض تہذیب الاخلاق یکم ربیع الثانی ۱۲۸۹ھ) مجھے اس وقت نہ سمار کی اصل بحث سے کوئی غرض ہے، نہ اعتراض سے کوئی بحث اور نہ جواب اور اس کی صحت سے۔ بلکہ کہنا صرف یہ ہے کہ عقل کے خارجی وجود نہ ہونے کے باوجود اس پر مخلوقیت کے صدق کے لئے ایک ایسی روایت نظر آئی جو مجیب کے حق میں جارہی تھی، لہذا اس سے فوراً استشہاد کرتے ہوئے اس کا حوالہ دے دیا گیا، درآنحالیکہ اس روایت کے متعلق ملا علی قاری نے اپنی "موضوعات کبیر" میں تصریح کی ہے کہ انہ کذب موضوع اتفاقاً ـــــ یہ بالاتفاق ایک، کذب موضوع ہے، لیکن اب بکثرت ایسے مقامات دیکھیں گے کہ قوی سے قوی روایت کو "بذات خود ناقابلِ عتبار" ٹھہرایا گیا، اس لئے کہ اس سے مقصد براری نہیں ہو رہی تھی۔

غلط انتساب آسمان کے متعلق اس سلسلۂ بحث و تمحیص میں فرمایا گیا کہ:

> "ایک اور مصیبت مفسرین پر پڑی کہ قرآن مجید میں آسمان کی نسبت لفظ دخان بھی آیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف دھواں ہے" (تہذیب الاخلاق ج ۱ - ص۱۱)

قرآن فہمی ملاحظہ ہو کہ یوم تاتی السماء بدخان مبین کے متعلق کہا جارہا ہے کہ سمار کی نسبت لفظ دخان آیا ہے، حالانکہ صریح طور پر دو چیزیں معلوم ہو رہی ہیں، ایک تو سماء جو لانے والا ہے، دوسرے دخان جس کو سمار لائے گا، بہر حال اس سے قطع نظر کرکے کہنا یہ ہے کہ اسی سلسلۂ کلام کے لجاریہ عبارت ہے:-

Marfat.com

"اب تو مفسرین کے ہوش اُڑ گئے اور سمجھے کہ اب تو یونانی حکیموں والا آسمان نہ رہا، شیخ چلی کی طرح سینے کا گھر خاک ہو گیا" تو اس پر جناب شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغۃ میں ارقام فرماتے ہیں کہ دیکھنے والوں کی آنکھ میں دھوئیں کی مانند دکھائی دے مگر اصل میں ایسا نہ ہو۔"

شاہ صاحبؒ کی جانب بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ جو قول منسوب کیا گیا ہے وہ اس عبارت کا ترجمہ ہے :۔

" اویقول انّ ھذہ الوقائع تتراءی الحسّ الرائی وتتمثل لہٗ فی بصرہ وان لم یکن خارج حسہٖ[1]

(حجۃ اللہ البالغہ)

یہ بات شاہ صاحبؒ چند ایسی روایات کے سلسلہ میں لکھ رہے ہیں جن کا تذکرہ وہ اس سے پیشتر (ھذہ الوقائع) کر چکے ہیں، مثلاً جنّت کا تکالیف و شدائد سے ڈھکا ہوا ہونا اور دوزخ کا لذائذ سے۔ قیامت میں موت کا مینڈھے کی شکل میں لایا جانا اور اس کا ذبح کیا جانا۔ قبر کی فراخی و تنگی وغیرہ وغیرہ پورے سلسلۂ کلام میں نہ آسمان کا ذکر ہے اور نہ دھوئیں کا۔

شاہ صاحبؒ کی طرف یہ غلط بات منسوب کرنے کے بعد اسی سلسلہ میں یہ بات فرمائی گئی کہ شاہ صاحب :۔

" پھر فرماتے ہیں کہ میاں قرآن کی باتوں سے انکار کرنا منع ہے،

---

[1] یا (ان احادیث کی توجیہ میں کہنے والا یہ کہے کہ) اس قسم کے واقعات کسی خاص شخص کو محسوس ہوتے اور اس کی آنکھوں کے سامنے متشکل ہوتے ہیں اگرچہ ان واقعات کا وجود اس کی حس سے خارج میں نہ تھا۔

Marfat.com

اگر سمجھ میں نہ آئے تو ظاہری اس کے معنوں ہی پر ایمان رکھنا
چاہیے کہ اقل درجات ایمان کا ان کا مان لینا اور تصدیق کرلینا ہے"

آپ جانتے ہیں کہ حجۃ اللہ البالغہ کی کس عبارت کا یہ ترجمہ فرمایا گیا ہے
ملاحظہ فرمائیے، حجۃ اللہ البالغۃ کی اصل عبارت یہ ہے جو دراصل امام غزالیؒ
احیاء العلوم سے نقل کرتے ہوئے شاہ صاحب نے لکھی ہے کہ :-

امثال هذه الاخبار لها ظواهر صحيحة واسرار خفية ولكنها عند ارباب البصائر واضحة فمن لم ينكشف له حقائقها فلا ينبغي له ان ينكر ظواهرها بل اقل درجات الايمان التسليم والتصديق -

(امام غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ ا
قسم کی احادیث کو ان کے ظاہری معنوں پر
محمول کرنا بھی درست ہے لیکن ان کا ایک
غامض پہلو اور ہے، جو ارباب بصیرت کے
نزدیک غامض نہیں بلکہ واضح ہے جب
تک کسی پر ان کے حقائق نہ کھل جائیں
اس کو چاہیے کہ اُن کے ظواہر سے انکار
کرے، ایمان کا سب سے کمتر درجہ تسلیم اور تصد

میری طرح آپ بھی متحیّر ہوں گے کہ جب حجۃ اللہ البالغۃ کے اس پورے سلسلہ
بیان میں نہ آسمان کا قصّہ ہے نہ زمین کا، نہ دھوئیں کا اور نہ قرآن کا، بلکہ
ایسی احادیث کے متعلق گفتگو چل رہی ہے جن کی بیان کردہ چیزیں ہماری
آنکھوں سے نظر نہیں آتیں، جن کا ہم مشاہدہ نہیں کرسکتے، جو ہمارے ادراک
فہم سے ماورا رہیں اور جن کا تعلق عالم شہادت سے نہیں بلکہ عالم غیب
سے ہے، تو پھر کیا وجہ ہے کہ شاہ صاحب کی طرف ایسی غلط بات منسوب کی گ

Marfat.com

یہ تھے وہ تین اہم کام جو اس مرحلہ پر کئے گئے اور اس طرز عمل کو "تبلیغ" کے لئے اس گرفت سے آزادی حاصل کی گئی جس کے ہوتے ہوئے اور جسے تسلیم کئے جانے کی بنا پر قرآن میں اس طرح کی بے قید تفاسیر و تاویلات کی گنجائش نہیں نکل سکتی تھی، اور یہ بات مخفی نہ تھی کہ حدیث و سنت کا تدعن جب تک رہے گا آیات قرآنیہ کے منشا و تفسیر متعین کرنے میں وہی قولِ فیصل کی حیثیت رکھے گی، اور پھر رد و قبول کا معیار خواہش نفس اور وقت کے غالب نظریات و افکار نہ ہوں گے بلکہ سنت کا قول فیصل ہوگا، پس جب احادیث کو "بذات خود ناقابل اعتبار" بنا دیا گیا تو پھر وہ سارے دروازے کھل گئے جن سے عقلیت و مادیت اور مغربی افکار و ذہنیت کا قرآن میں داخل کیا جانا ممکن ہوگیا تاکہ قرآن بازیچۂ اطفال اور ہر کس و ناکس کا تختۂ مشقِ اجتہاد بن سکے اور آخر کار تشکیک فی القرآن کے جراثیم جڑ پکڑتے چلے جائیں۔

ایک اصطلاح اس کے ساتھ ساتھ ایک اصطلاح بھی مقرر فرمائی گئی تاکہ جذبۂ سب و شتم کی تسکین بھی ہو سکے اور اسلامی شعائر اور دینی ثقافت کو مطعون کرنا ہو تو بجائے صاف صاف اسلام اور دین کا نام لینے کے اس کی جگہ اسی اصطلاحی لفظ کو استعمال کیا جا سکے۔ ساتھ ہی یہ چیز بھی مدنظر تھی کہ اگر "جرأت" دکھائی گئی تو مسلمانوں کے جذبات مشتعل ہو جائیں گے اس لئے مصلحت اور "حسن تدبیر" کا تقاضا یہ سمجھا گیا کہ رفتہ رفتہ اسلام اور دین سے تنفر، برگشتگی اور گریز پیدا کرائی جائے اور اس کے

Marfat.com

لئے وہ اصطلاح کار آمد تصور کی گئی۔ وہ اصطلاح تھی "ملا" اور "ملائیت" کی، چنانچہ آپ "تہذیب الاخلاق" کے پرچے اٹھا کر دیکھئے، ہر وہ شخص جو مغربی نظریات کی مخالفت کرتے ہوئے ان لایعنی تاویلات قرآنیہ اور تفاسیر بالرائی پر معترض ہوا، اُسے "مُلا" بنایا گیا، اُس کی باتوں، اُس کے استدلالات اور مسلمات دین کی حمایت کو "ملائیت" سے تعبیر کیا گیا، یہی نہیں بلکہ یہ اصطلاح بترکیب توصیفی بھی استعمال کی جاتی رہی، مثلاً "کوڑھ مغز مُلا" وغیرہ —— یہ اصطلاح بھی اپنی حقیقت و معنویت میں اُسی ذہنیت کی آئینہ دار ہے، جو اکبری دور میں "فقیہہ" کی اصطلاح کے اندر کارفرما تھی۔

اِس کے بعد ان رجحانات، افکار اور ان عزائم و مساعی کی بنیادوں پر تعمیر کردہ درس گاہ میں نونہالان اسلام اور افراد ملت کی تعلیم و تربیت کا اہتمام و سلسلہ جاری ہوا، اور جو نصاب تعلیم تھا وہ اپنی روح اور اپنے جمع و تدوین کی اسپرٹ کے لحاظ سے ویسا ہی غیر اسلامی تھا، جیسا کہ عباسی دور اور اس کے بعد کے ادوار میں یونان و عجم کے نظریات و افکار کی اساس پر تیار کردہ نصاب تعلیم تھا، اُن ادوار میں جن نظریات و افکار اور جن علوم و فنون کا طوطی بول رہا تھا وہ جوں کے توں لے کر داخل نصاب کئے گئے اور یہاں وقت کے جن افکار و نظریات اور فلسفوں کا استیلاء و عروج تھا وہ وحی آسمانی سمجھ کر زینت نصاب بنائے گئے، اسلامیت کو نہ اُن ادوار میں پاس پھٹکنے دیا گیا اور نہ یہاں، نظام تعلیم میں اسلامی طرز فکر

Marfat.com

اور دینی بصیرت کا فقدان اُن ایام میں بھی تھا اور یہاں بھی، ایسے ماحول میں سادہ اذہان کی تعلیم و تربیت کا سلسلہ جوش و خروش کے ساتھ جاری کیا گیا، دینوی مناصب اور حکومت کی ملازمتوں میں "برادران وطن" کے ہم پلہ ہونے کی توقع، ترقی و خوشحالی اور اقتصادی فوائد بھی اسی تعلیم و تربیت سے وابستہ تھے۔

دوسرا مرحلہ ساتھ ساتھ ان ناسد و مفسد خیالات و نظریات کا پروپگنڈا جاری رہا، باطل سے باطل اور مضحکہ خیز سے مضحکہ خیز خیالات سے متاثر ہونے والوں کا فقدان کبھی بھی نہ رہا جب مسلیمہ کذاب اور اسود عنسی کے ہم خیال و معتقد پیدا ہو سکتے ہیں، اور جب مرزا غلام احمد قادیانی کی مضحکہ خیزیوں تک کے آستانہ پر جبینیں جھک سکتی ہیں تو پھر اس پروپگنڈے کی آواز اور اس نعرہ کے صدا بصحرا ثابت ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی، نیز اسلامی نظام سے بارہ صدیوں کے بُعد اور اس کے اثرات تک کے معدوم ہو جانے کے باعث بہترین توقعات رکھتے ہوئے ان تصورات و رجحانات کے بیج بکھیرے جاتے رہے کہ کسی نہ کسی زمین میں تو جڑ پکڑ ہی لیں گے، دو چار ناقابلِ ذکر و التفات مقامات کو نظرانداز کرتے ہوئے اس باب میں ارضِ چکڑالہ اور زمینِ امرتسر کی زرخیزیاں قابلِ تذکرہ ہیں۔

چکڑالوی دعوت پہلے دعویٰ اور دلیل سن لیجئے، تاکہ ابتدا سے یہاں تک استدلال کی بنیادی یکسانیت معلوم رہے:-

"قرآن مجید میں دین اسلام کی ہر ایک چیز من کل الوجوہ مفصل مشرح بیان ہو گئی ہے تو اب وحی خفی یا حدیث کی کیا حاجت ہے؟"

Marfat.com

بلکہ اس کا ماننا اور دین اسلام میں اس پر عمل درآمد کرنا سراسر کفر، شرک، ظلم، فسق ہے"۔

(کتاب مناظرہ ص۱۹ از مولوی عبداللہ چکڑالوی منقول از مقام حدیث)

"فرعون بھی اہلِ حدیث ہی تھا اور موسیٰ سلام علیہ کے مقابلہ میں یوسف سلام علیہ کی احادیث پیش کرتا تھا اور ان کو ختم المرسلین جانتا تھا"

(برہان الفرقان ص۱۱ از مولوی صاحب موصوف منقول از مقام حدیث)

"آپ کی وفات سے سیکڑوں برس پیچھے بعض خود غرض لوگوں نے از خود یہ مزلیات گھڑلیں، اور کمال سیاہ دلی سے ان کو ناحق محمد رسول اللہ سلام علیہ کے ذمّہ لگا دیا ہے"۔

(الزکوٰۃ والصدقات ص۱۱ از مولوی صاحب موصوف منقول از مقام حدیث)

نادر و شاہکار تفاسیر حدیث کو درمیان سے ہٹا کر آیات قرآنیہ کی تفسیر و تاویل کی جرأتیں انسان کو کہاں گرا دیتی ہیں کیسی کیسی مضحکہ خیزوں کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے اور احادیث و سنن سے بے نیازی کیا گل کھلاتی ہے اس کے چند نمونے ملاحظہ ہوں، ان نمونوں سے قرآن کے "مفصل و مشرح" ہونے کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے گی اور یہ بھی کہ "تشکیک فی القرآن" کی راہ کے یہ سارے قائدین اپنی اپنی ذمّہ داریاں کس "خوبصورتی" سے پوری کر رہے ہیں:۔

برہان الفرقان کے صفحہ ۲۸۲ سے ایک مضمون شروع ہوتا ہے جس کا عنوان ہے:۔

Marfat.com

"تکبیر کہتے وقت کان پکڑنے کے بیان میں"

پورے دس صفحوں کے بعد دلیل آتی ہے اور قرآن کی یہ آیت ذکر کی جاتی ہے:۔

" قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ وَأَبْصَارَكُمْ وَ
خَتَمَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ مَنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِهِ انْظُرْ
كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُونَ -

"ناظرین حیران ہوں گے کہ ان آیات میں "کان پکڑنے" کا تذکرہ کہاں ہے" تو یہ دراصل قصور ہے احادیث کی عینک سے قرآن کا مطالعہ کرنے کا" ورنہ دیکھئے" اور صاحب" برہان الفرقان کی تفسیر و ترجمہ کی عینک سے دیکھئے" تب نظر آئے گا :۔

" اے پیغمبر (جو لوگ کانوں" آنکھوں اور دل کو نماز میں حقیر و ذلیل
نہیں کرتے یعنی کانوں کو نہیں پکڑتے" آنکھوں کو ادھر اُدھر دیکھنے
سے نہیں روکتے اور دل میں خوف ربی نہیں رکھتے ان سے)
کہہ دو کہ سوچ سمجھ کر بتاؤ کہ اگر اللہ تمھارے کان پکڑلے (بہرے
کردے) اور تمھاری آنکھیں (مٹا دے) اور تمھارے دلوں پر بندش

لہ ۔ اس آیت کا لفظی ترجمہ ہے کہ ۔۔ آپ" (ان کفار سے) کہئے کہ کبھی تم نے یہ بھی سوچا کہ اگر اللہ تمھاری بینائی اور سماعت تم سے چھین لے اور دلوں پر مہر کردے تو اللہ کے سوا اور کون سا خدا ہے جو یہ قوتیں تمھیں واپس دلا سکتا ہو ؟ دیکھو کس طرح ہم بار بار اپنی نشانیاں ان کے سامنے پیش کرتے ہیں اور پھر یہ کس طرح ان سے نظر چرا جاتے ہیں ۔

Marfat.com

کردے تو سوائے خدا کے تمہارا کوئی بزرگ ہے جو تم کو یہ چیزیں لادے
(پس جب کہ کوئی ایسا نہیں تو بہتر ہے کہ تم خود ہی نماز میں اپنے
کان پکڑا کرو، آنکھوں کو ادھر اُدھر دیکھنے سے روکا کرو دل میں خدا
کا خوف رکھو، تاکہ خدا تمہارے کان نہ پکڑے آنکھیں نہ مٹادے
دلوں پر بندش نہ کردے) دیکھو (اے رسول) کیوں کر ہم طرح
طرح پر تفرع کی آیات بیان کرتے ہیں اس پر بھی یہ لوگ (قرآنی
تفرع سے) منہ پھیرے جاتے ہیں۔" (برہان الفرقان صـ۲۹۲
ازمولوی صاحب موصوف منقول از مقام حدیث)

اس طرح آپ کو وہ طریقہ سمجھایا جارہا ہے کہ تین تین سطری قوسین لگا لگا کر قرآن کی آیات کا جو دل میں آئے ترجمہ و مطلب بیان فرمائے، اور اسلام و قرآن کے علمبردار بنئے لیکن اگر حدیث و سنت کا نام لیا تو کفر و شرک اور ظلم و فسق کی ضلالت میں آپ کا نام درج ہوگا۔

دوسرا "مفصل و مشرح" بیان اس "کان پکڑنے" کا ملاحظہ ہو فصل لربك وانحر کا ترجمہ و تفسیر بیان ہو رہی ہے:۔

"تو اپنے رب کی نماز پڑھا کر (اپنے وجود کے) اونٹ (کان)
کو ذبح (ذلیل و حقیر یعنی پکڑا) کر ہر تکبیر کے ساتھ۔"
(برہان الفرقان صـ۲۹۵ منقول از کتاب مذکور)

شاید آپ اب بھی نہ سمجھے ہوں گے کہ نحر جو اونٹ کے ذبح کو کہتے ہیں، اس سے کان پکڑنے کو کیا واسطہ؟ اس لئے جناب مفسر آپ کو مزید سمجھاتے ہیں کہ:۔

Marfat.com

"نحر تو اونٹ کی قربانی کو کہتے ہیں، مگر یہاں اونٹ کی قربانی کا ذکر نہیں، بلکہ انسان کے وجود میں جو اونٹ ہے اس کی قربانی مراد ہے اور وہ وجود کا اونٹ کان ہے، کیونکہ جس طرح اونٹ سے بہت نفع پہنچتا ہے، کان سے بھی بہت نفع پہنچتا ہے اور اس کو ذبح کرنے سے مراد اس کا ذلیل کرنا ہے اور ذلیل کرنے سے مراد اس کو پکڑنا ہے۔"

اس طرح کے مضحکات کا درجہ تو ہوگا وحی ربانی کا، وحی جلی کا، وحی مفصل و مشرح کا، لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا حق نہیں کہ وہ نحر کے مفہوم و منشا کی تعیین کریں، اور حدیث و سنن سے جو اس کا قولی و عملی مراد و منشا معلوم ہوتا ہے وہ "خود غرض لوگوں کی ہزلیات" ہیں اور "سیاہ دلوں" کی کارستانی ــــ؟

"قرآنی تشریحات و تفاسیر" کے ایسے عجائب و غرائب کا سلسلہ تو بہت طویل ہے، کہاں تک اس کی سیر کرائی جائے صرف ایک نمونہ اور ملاحظہ ہو۔

قرآن سے، جو "مفصل و مشرح" ہے اور اس بنا پر "دین اسلام میں حدیث کی کوئی ضرورت نہیں"، رکعات نماز کی تعداد اور نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا بیان ہو رہا ہے اس سلسلہ میں آیت الحمد للہ فاطر السماوات والارض جاعل الملائکۃ رسلا اولی اجنحۃ مثنیٰ وثلاث ورباع یزید فی الخلق ما یشاء[1] کی تفسیر و ترجمہ کا حق ادا کیا جا رہا ہے :-

---

[1] اس آیت کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ ــــ سب تعریف خدا ہی کو زیبا ہے)
(باقی ص ۹۰ پر)

Marfat.com

(پڑھا کرے ہر ایک اہل زمین و آسمان) الحمد (یعنی پانچوں نمازیں) واسطے راضی کرنے اللہ کے، کیونکہ وہ فطرت پاک پیدا کرنے والا ہے، تم تمام آسمان والوں (فرشتوں کی اور تم تمام روئے زمین والوں (جن و انس) کی (چونکہ تم فطرت اللہ میں تغیر و تبدل کرتے رہتے ہو، اس لئے نمازیں پڑھتے رہا کرو تاکہ جبر و نقصان ہوتا رہے اور اللہ وہ ہے) جو کرنے والا ہے اپنے فرشتوں کو رسول تمہاری طرف جولانے والے تمہاری صلاتوں یعنی رکعتوں کے ہیں، جن کا حق یہ ہے کہ وہ دو دو بار ادا کی جائیں اور تین تین بار اور چار چار بار مطابق تعلیم کتاب اللہ (یعنی جس وقت کی اللہ نے دو رکعتیں مقرر کر دی ہیں اس کی دو پڑھو، جس کی تین فرمائی ہیں اس کی تین ادا کرو، جس کی چار معین کی ہیں اس کی چار پڑھو) اس سے اللہ جبر و نقصان کرنا چاہتا ہے تمہاری تبدیل شدہ فطرت کا جس قدر انسان چاہتا ہے (یعنی جس قدر نماز میں توجہ و خشوع کرتا ہے)"

(برہان الفرقان صفحہ ۲۴۴ منقول از کتاب مذکور)

<u>ملاحظہ فرمایا آپ نے؟ کس طرح ہر جگہ "مراد ہے" مراد ہے" اور "یعنی" ہی</u>

جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا (اور) فرشتوں کو قاصد بنانے والا ہے، جن کے دو دو اور تین تین اور چار چار پر ہیں۔ وہ (اپنی) مخلوقات میں جو چاہتا ہے بڑھاتا ہے۔

Marfat.com

ارشاد ہو رہا ہے، وہی بات کہ الفاظ قرآنیہ سے انکار نہ کرتے ہوئے ان کے منشاء و مفہوم کی تعیین و تشخیص کی جا رہی ہے، ملائکہ کا مفہوم آپ کو معلوم ہو چکا ہے، اب یہاں اولی اجنحۃ مثنیٰ و ثلاث و رباع کا مفہوم و مراد آپ کو معلوم ہو گیا، یعنی دو دو، تین تین اور چار چار رکعتیں اور درمیان سے حدیث بطور پیش بندی کے اسی لئے ساقط الاعتبار کر دی گئی تاکہ قرآنی آیات کے گلے پر اس طرح چھری پھیری جا سکے کہ اس کی شکل و صورت پہچانی نہ جائے ملائکہ کا انکار نہیں، اخذ کا انکار نہیں، سمع اور ابصار کا انکار نہیں، نحر کا انکار نہیں، الحمار کا انکار نہیں، اجنحہ اور مثنیٰ و ثلاث و رباع کا انکار نہیں، انکار کسی چیز کا بھی نہیں، بس اس کا منشاء و مراد اور مفہوم جو "فرعون کی سنت" پر چلنے والے بیان کرتے آئے ادا کر رہے ہیں، وہ نہیں، بلکہ یہ اور یہ ہے۔

سرزمین امرتسر

چکڑالہ سے زیادہ اس باب میں امرتسر نے اپنی گلکاریاں دکھائیں، وہاں ایک حلقہ بھی بن گیا، اور اس نظریہ کی توسیع و اشاعت کے لئے "البیان" کے نام سے ایک ماہانہ رسالہ بھی جاری کیا گیا، "امتِ مسلمہ" کی بنیاد بھی ڈالی گئی، اور ان سبھوں کی کارگزاریوں اور کاوشوں کا محور مولوی احمد الدین صاحب مرحوم امرتسری کی ذات تھی، اس لئے میں یہاں اسی مرکزی شخصیت کے خیالات و عقائد پر اکتفا کروں گا[1] اور

---

[1] اس سلسلہ کے سارے حوالے اُس تحریری مباحثہ سے منقول ہیں جو ممدوح اور مولوی ثناء اللہ امرتسری مرحوم کے درمیان ہوا تھا، اور جسے بہاء القرآن کے نام سے یکجائی (باقی صفحہ ۹۲ پر)

Marfat.com

ساتھ ہی یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ ممدوح کی ذات گرامی ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے، یہاں سے یہ فتنۂ انکار حدیث ایک نیا موڑ مڑا ہے۔

وہی پرانا استدلال

یہ بات ضرور پیش نظر رہے کہ انکار حدیث کے دلائل بنیادی طور پر وہی چل رہے ہیں جو کسی معترض نے امام شافعیؒ کے سامنے بیان کئے تھے، جو مختصراً بحوالہ "کتاب الام" ذکر کئے جا چکے ہیں، چنانچہ فرمایا جاتا ہے کہ :۔

"اگر حدیثیں قرآن مجید کی طرح ہمیشہ کے لئے مقصود اور ضروری التبلیغ ہوتیں تو ضرور قرآن مجید کی طرح ہی پہنچائی جاتیں (آگے)

" یہ ہے حفاظت قرآن کا خدائی ذمہ جس کو خود قرآن مجید میں ہی پیش کیا گیا ہے، اب اگر حدیثیں بھی اسی ذمہ میں داخل ہیں یا اگر قرآن مجید کی طرح بہ حفاظت تمام ہم تک سب کی سب پہنچائی گئی ہیں تو ہماری طرف سے بحث کا خاتمہ لیکن اگر رسول خدا کی تمام حدیثیں ہم تک نہیں پہنچیں اور جو پہنچیں ہیں ان میں رسول خدا یا صحابہ کے وقت کا کوئی نوشتہ موجود نہیں جو اہل اسلام کے ہاتھوں میں متداول رہا ہو، بلکہ وہ سب شہادت در شہادت در شہادت (کہاں تک لکھا جائے) کے طور پر آئی ہیں اور یوں وہ ظنی ہو گئی ہیں وہ غریب وضعیف بھی بن گئی ہیں بلکہ ان میں ترغیب و ترہیب کے لئے جھوٹ بھی ملا دیا گیا ہے بلکہ مختلف فرقوں نے اپنی اپنی

طور پر بڑے فاتحانہ و فاخرانہ انداز و دعاوی کے ساتھ شائع کیا گیا تھا۔

Marfat.com

اغراض کے لئے مختلف بھی بنالی ہیں اور ان میں موضوع حدیثیں ہی نہیں بلکہ موضوع آیتیں بھی بنا کر شامل کر دی گئی ہیں ...."
(صـ۸۲ - ۸۳)

"حدیث شہادت دیتی ہے کہ رسولِ خدا نے نہی زبانی کہ مجھ سے سوائے قرآن مجید کے کچھ نہ لکھوا ور جس نے (ضرورۃً) کچھ لکھا ہو تو لازم ہے کہ اُسے مٹا دے (مسلم) صحابہ نے اس پر پورا پورا عمل کیا، اگر کسی نے کچھ لکھا تو آخر جلا دیا۔" (صـ۸۵-۸۶)

"اگر رسول خدا کتابت حدیث کو ضروری سمجھتے تو ضرور اسے لکھوا کر ہم تک پہنچاتے اگر صحابہ کتابت حدیث کو جائز سمجھتے تو ضرور کچھ نہ کچھ لکھوا کر چھوڑ جاتے۔" (صـ۹۸)

دوسرا قدم حدیث کے ظنی ہونے اور اس کی بے وقعتی اور ساقط الاعتبار ہونے کے یہ دلائل جو "اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ" "لغت ہمارا نبی کریم" کا آئینہ دار ہے آپ کے سامنے آگیا اب ملاحظہ فرمایئے کہ اس مرحلہ پر جو ایک نیا قدم اٹھایا گیا ہے اس کے نتائج کتنے دور رس ہیں۔

نفسِ رسالت کی بیخ کنی اتنے طویل عرصہ کی جانفشانی کے بعد اب غالباً ان حضرات کے نزدیک وہ موقع آگیا تھا کہ براہ راست رسولؐ کے منصب اور نفسِ رسالت پر ضرب لگائی جائے، جو ایمان و اسلام کا ایک جزو ہے، چنانچہ حضرۃ مذکور الصدر بکمال جرأت اس کام کے لئے آگے بڑھے، رسولؐ کے فہم کو ایک عامی صاحب عقل کے فہم کا ہم پلہ قرار دیا اور

Marfat.com

بتایا کہ رسول قرآن کے سمجھنے میں غلطیاں فرماتے رہے، اور ان کا یہ غلطیاں کرنا بالکل معقول اور صحیح تھا، اُنھیں غلطیاں کرنی چاہیے تھیں۔ رسالت کسی ایسے خاص وصف کا نام نہیں ہے جو دوسرے حاصل نہ کرسکیں یہ اور بات ہے کہ دوسرے لوگ ویسے لائق اور مناسب نہ بنے یا نہ بنے ہوئے ہوں، البتہ یہ ضروری نہیں کہ ویسے لائق اور مناسب بننے پر نبوت مل بھی جائے مطلب یہ کہ نبوت بلحاظ اسم توہبی ہے مگر نبوت کے اوصاف وکمالات اور فراست فہم وحی کی صفات اکتسابی ہیں، دوسرے بھی اپنے اندر وہ ادراک وبصیرت پیدا کرسکتے ہیں جو فہم وحی کے لئے رسولؐ کو حاصل ہوتے ہیں بلکہ زمانہ کی ترقی کے ساتھ ساتھ بعض عقلاء قرآن فہمی میں رسول سے آگے بھی بڑھ سکتے ہیں اس مضمون کو مولوی احمد الدین صاحب نے بار بار طرح طرح سے بیان کیا ہے چند حوالے ملاحظہ ہوں :-

"قرآن مجید رسولِ خدا کو محض تصرف الٰہی سے ملا ہے، ہاں خدا کی حکمت کا ضرور یہ تقاضا ہے کہ جب کسی کو رسولؐ و نبی مقرر فرمانے کی ضرورت ہو تو موجودہ اشخاص میں سے لائق اور مناسب شخص یا شخصوں کو ہی چن لیا جائے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ دوسرے لوگ ویسے لائق اور مناسب نہیں بن سکتے، لائق اور مناسب نہ بنا ہوا ہونا اور بات ہے اور لائق و مناسب نہ بن سکنا اور بات ہے، دوسرے لوگ بھی ویسے لائق اور مناسب بن سکتے تھے لیکن بنے ہوئے نہیں تھے۔" (ص ۱۴۶)

Marfat.com

"حاصل یہ کہ اگرچہ موجودہ اشخاص میں سے زیادہ لائق اور مناسب شخص کو ہی رسول بنایا جاتا ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ہر لائق اور مناسب شخص کو زمانے کی ضرورت کے بغیر ہی خواہ مخواہ رسول بنا دیا جائے ..... سو جب وہ مناسبتیں اور لیاقتیں کسی کو خود ہی رسول نہیں بنا سکتیں تو ان کو رسولوں کے ساتھ ہی خاص کر دینے کے کیا معنی؟ بالفرض وہ مناسبتیں اور لیاقتیں دوسروں میں بھی ہو سکتی ہیں' رسولوں کے ساتھ ان کی کوئی خصوصیت نہیں'۔ (ص ۱۴۶ - ۱۴۷)

"بعض لوگ مغالطہ دیتے ہیں کہ چونکہ رسول کو خدا کی طرف سے حکم اور علم ملا ہوتا ہے اس لئے ان کا فہم کبھی غلطی نہیں کرتا۔ کمترین[1] عرض کرتا ہے کہ دوسرے محسنین کو بھی اسی طرح خدا کی طرف سے ہی حکم اور علم ملا ہوتا ہے کیا وہ بھی اس حکم اور علم کے ملنے سے بے غلط ہو جاتے ہیں؟ (ص ۱۴۸)

"اگر رسولِ خدا میں فطرت انسان سے کوئی جدا فطرت تھی یا حضور میں کوئی خاص قوت یا سمجھ یا باریک بینی ایسی تھی جو قیامت تک دوسرے بشروں کو نہیں مل سکتی تو حضور کا یہ فرمانا کہ — میں تمہارے جیسا بشر ہوں اگر میں نے قرآن مجید کو خود بنا لیا ہے تو تم بھی اس کی مثل بنا سکتے ہو — بالکل غلط ہو جاتا ہے (ص ۱۴۵)

"پس یہ بات سورج کی طرح روشن ہے کہ رسول خدا کی وہی فطرت

---

[1] یعنی مولوی احمد الدین صاحب امرتسری مرحوم

Marfat.com

تھی جس پر خدا تعالیٰ نے تمام آدمیوں کو پیدا کیا ہے اور آپ کی وہی عقل تھی جو دوسرے بشروں کو مل سکتی تھی۔" (ص۱۴۶)

" پس اگر رسول خدا قرآن مجید کا تمام فہم نہیں رکھتے تھے تو یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ یہ قرآن حضور کا اپنا بنایا ہوا نہیں تھا معلومات انسانی بدلتے رہتے ہیں اور بدلتے رہیں گے مگر قرآن مجید ہر وقت صادق و مفید ہی ثابت ہوتا رہا ہے[1]" (ص۱۴۹)

" قرآن مجید نے انسانوں کے تمام طبقوں اور تمام زمانوں کا لحاظ رکھا ہوا ہے پس ضرور ہے کہ ایسے وسیع قرآن کا تمام و کمال فہم رسول خدا کے بشری فہم میں نہ سمایا ہو اس میں بشر رسول کی تو کوئی ہتک نہیں ہاں وحی الٰہی کی وسعت و عظمت بڑھ جاتی ہے، حاصل یہ کہ اگر قرآن مجید سے پتے پتے ایسے نئے نئے معلومات حاصل ہوں جن کی پہلے لوگوں کو خبر بھی نہ ہو تو اس سے قرآن مجید کا من عند اللہ ہونا ثابت ہوگا نئے علم کے حاصل ہونے سے دنیا کا کوئی نقصان نہیں ہو جائے گا۔ حاصل یہ ہے کہ اگر رسول خدا کی فطرت انسانی اور عقل بشری تھی تو جو بشریت کے لوازمات ہیں حضور کو بشر ہونے کی حالت میں ان لوازم سے ہرگز ہرگز الگ نہیں کیا جا سکتا، پس اس بات کا ماننا لازم ہے کہ

---

[1] مقصد یہ کہ قرآن کی معلومات جو رسول کو تھیں اولاً تو وہ ناقص تھیں، پھر یہ کہ زمانہ کے بدلنے کے باعث وہ بیکار ہو گئیں، رسولؐ کے زمانے میں وہ معلومات بکار آمد ہو سکتی تھیں، اب تو بالکل ہی ناکارہ ہیں، لہٰذا حدیث و سنت کی ضرورت کیا؟ اور وہ کیا مفید ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

حضور کا فہم بالضرور غلطیاں بھی کرتا اور جن غلطیوں کی بذریعۂ وحی اصلاح کر دینے کا ذمہ خدا تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے نہیں لیا ہوا تھا، بلکہ ان کی اصلاح کو انسانی عقل کی ترقی پر ہی چھوڑا گیا ..... اگر یہ سچ ہے کہ وحی الہٰی نے تمام عقلی اصلاحوں کو اپنے ہاتھ میں نہیں لیا ہوا تھا اور یہ بھی صحیح ہے کہ عہدۂ رسالت کی بشریت کی ذمہ داریوں کا مٹا دینے والا اور بشر رسول کو بشری کوششوں کی جوابدہی سے نکال دینے والا نہیں ہے تو رسول خدا کی بشریت کے قواعد عام بشریت سے الگ کیسے ہو سکتے ہیں۔

(ص ۱۴۹ - ۱۵۰)

" حاصل یہ ہے کہ رسولوں کا کوئی زائد فہم ایسا نہیں ہو سکتا جو وحی تو ہو مگر امت کو نہ دیا گیا ہو، اس سے صاف کھل جاتا ہے کہ وحی والا فہم جو رسولوں کو ملا تھا وہی ہم کو بھی ملا ہے۔ باقی فہم صرف عقل ہی رہ جاتا ہے اس میں معقولیت کے لحاظ سے عقلمندوں میں فرق ہو سکتا ہے یہ عقلی فہم آئندہ نسلوں کی عقلی کوششوں کے ساتھ مل کر ترقی کر سکتا ہے، ترقی کرنے والی عقل کو ہمیشہ کے لئے جامد تقلید[1] سکھلانا کسی عقلمند کا کام کبھی نہیں ہو سکتا" (ص ۱۵۱)

" کسی[2] کی ہمیشہ کے لئے اصولی رنگ میں تقلید کرنا اس کو خدا بنانا ہے"

---

[1] یعنی فہم رسول کے تابع کرنا

[2] صاف عیاں ہے کہ یہاں "کسی" سے مراد رسول ہے۔

Marfat.com

لا الٰہ الا اللہ جو اہل حدیث بشر رسول کی بشری عقل کی تقلید کو
ہمیشہ کے لئے ضروری قرار دیتے ہیں مجھے آج تک پتہ نہیں لگا
کہ وہ کس منہ سے اپنے آپ کو غیر مقلد کہتے ہیں' اہل حدیث صاحبان
ایسی تقلید کر کے تمام مجتہدوں اور داناؤں کی عقلوں کے فوائد سے
محروم رہ جاتے ہیں"۔ (ص ۱۵۱)

"حاصل یہ ہے کہ رسولوں کی تمام عقلی غلطیوں کا بذریعہ وحی کے
نکالا جانا سراسر باطل ہے"۔ (ص ۱۵۲)

"بعض لوگ حقیقت کو چھپانے کے لئے کہا کرتے ہیں کہ رسول خدا
کی غلطیاں کوئی دینی مسئلوں میں نہ تھیں!
کمترین نہایت ادب سے پوچھتا ہے اگر وہ دینی مسئلے نہ تھے تو خدا تعالیٰ
کو اپنے قرآن میں آیتیں اتار کر اور تنبیہیں نازل کر کے ان کی اصلاح
کرنے کی کون سی ضرورت پڑی تھی" (ص ۱۵۳)

یہ ہے سرزمین امرتسر سے بلند شدہ "قرآنی دعوت" کی غایت وغایت جس کی
تصویر یہ سامنے آئی کہ :۔

- ملکہ نبوت اور فہم وبصیرت رسالت تو اکتسابی ہے البتہ نبوت کا مسمّٰی بن جانا اکتسابی نہیں ۔
- رسولوں کو جو علم وحکمت عطا ہوتی ہے بعینہ اسی علم وحکمت کے دیگر محسنین بھی مالک ہوتے ہیں۔
- رسولوں کا دینی معاملہ میں غلط روش اختیار کرنا ازبس ضروری ہے' ورنہ

Marfat.com

ان پر مافوق البشر ہونے کی "تہمت" لگے گی۔

● رسولوں کی دینی معاملات میں ان ساری غلطیوں کی اصلاح خدا تعالیٰ نہیں کرتا البعض کی کر دیتا ہے، بعض کو چھوڑ دیتا ہے

● رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت (دنیوی تو درکنار) دینی معاملات میں غلطیاں سرزد ہوئیں جن میں سے چند کی اللہ نے اصلاحیں کر دیں بقیہ کو آنے والے عقلاء کی اصلاح و تصحیح کے لئے چھوڑ دیا۔

● رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کا تمام و کمال فہم حاصل نہ تھا اور نہ صرف حاصل نہ تھا، بلکہ لازم ہے کہ حاصل نہ رہا ہو۔

● ترقی کرنے والے زمانہ کی ترقی یافتہ عقل رسولؐ کے محدود فہم سے زیادہ فہم قرآن کی استعداد اور قوت رکھتی ہے، اس لئے یہ بدترین تہمت ہے کہ ایسی وسیع، باریک بیں اور روشن عقل کو رسولؐ کے اُس تنگ فہم کا پابند بنا دیا جائے جس میں قرآن کے سارے "معارف" و "حقائق" نہ سمائے ہوئے تھے اور نہ سما سکتے تھے ــــ نعوذ باللہ من ھذہ الھفوات و شرور الشھوات

● مدعا یہ نکلا کہ احادیث اگر متنی بھی ہوں، بلکہ ان کا حدیث رسولؐ ہونا ثابت ہو تب بھی ان کی پیروی نہ کرنی چاہیئے

تیسرا قدم اب میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آنے والے روشن دماغ بالغ نظر اور ترقی یافتہ عقلاء و مفکرین نے فہم رسولؐ کی (معاذ اللہ) دینی غلطیوں کی اصلاح و تصحیح کے کیسے کیسے کارہائے عظیم انجام دیئے ہیں تاکہ آپ ان مجتہدوں اور داناؤں کی عقلوں کے فوائد سے محروم نہ رہ جائیں۔

Marfat.com

اور یہ مجتہدین زمانہ اور زبدۃ العقلاء یا تو اسی "مغربی درس گاہِ علم و عقل" سے خاص طور پر تعلیم و تربیت پاکر نکلے ہیں، جس کا تذکرہ گذشتہ صفحات میں کیا جا چکا ہے یا اسی کے مثل اسی نظامِ تعلیم کے کسی دوسرے شجرِ معرفت کی شاخ ہیں۔ اور اگرچہ ان تعلیم گاہوں اور تربیت کدوں سے دوسرے سیکڑوں فیض یافتہ نفوس نکلے مگر ——— یہ رُتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا ایسے "لائق اور مناسب دوسرے بھی بن سکتے تھے، مگر بنے ہوئے نہیں تھے۔

فسادِ ہی فساد

سب سے پہلے ایمانیات کو لیجئے، جن کے متعلق (العیاذ باللہ) قرآن کے فہم میں رسول کی غلط فکری کے سبب آج تک ساری اُمّتِ مسلمہ غلط اندیشیوں کی شکار رہی ہے، وہ تو خدا کا شکر ادا کیجئے کہ آپ کے زمانہ میں ایسی شخصیتیں ظہور پذیر ہوئیں جن کی صفاتِ کمال خود اُن کے ایک فرد کے اپنے الفاظ میں یہ ہے کہ :-

"مستقبل کے روشن دماغ انسان کا مذہب یقیناً وہی ہوگا جسے آج سے تیرہ سو برس پہلے حضور علیہ السلام نے آخری مرتبہ پیش فرمایا تھا[۱] اور جس کے بعض روشن پہلوؤں سے نقاب اُٹھانے کی سعادت آج مجھے بھی[۲] نصیب ہو رہی ہے" (ایک اسلام[۳] صہ ۹۲)

۱؎ یہاں تک عبارت تو محض برائے بیت ہے، اور اسلام کا نام لے کر اسلام کی تخریب کی مصلحت کے پیشِ نظر۔

۲؎ اس "بھی" کو سمجھئے۔

۳؎ مصنفہ ڈاکٹر غلام جیلانی برق، ایم، اے، پی۔ ایچ، ڈی۔

Marfat.com

ایمان باللہ میں فساد

ہم سب آج تک توحید اور ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ (جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور طریق زندگی کو اپنا دین بنائے گا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا) کا جو مفہوم و مطالب سمجھتے رہے ہیں، وہ غلط ہے، اور اس لئے غلط ہے کہ حدیث وسنّت کے مطابق اس باب کی آیات قرآنیہ کا مفہوم لئے بیٹھے تھے "خالص قرآن" کی تعلیم کردہ توحید یہ ہے:۔

" دنیا کے تمام انسان اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، فرشتوں اور دیوتوں کے بھی قائل ہیں اور یوم آخرت کو بھی کسی نہ کسی رنگ میں تسلیم کرتے ہیں۔" (ایک اسلام ص۱۲۱)

اور دنیا کا ہر انسان اللہ کا:۔

" صرف قائل ہی نہیں بلکہ کسی نہ کسی طرف منہ کرکے اپنے مخصوص رنگ میں اس کی عبادت بھی کرتا ہے، کوئی قبلہ رو ہوکر نماز پڑھتا ہے کوئی شمال کی طرف منہ کرکے تورات کی تلاوت کرتا ہے کوئی مشرق کی طرف پانی اچھالتا ہے، کوئی جلتی ہوئی آگ کے اردگرد گھومتے ہوئے اس کی حمد وثنا کے ترانے الاپتا ہے، اور کوئی پالتی مار کر اس کے تصور میں محو رہتا ہے ...... قبلہ کوئی ہو مقصد اللہ کی عبادت ہے اور اللہ ہر طرف ہے۔" (ایک اسلام ص۳۹)

اس عبادت اور عبادت کے ان طریقوں کے عین قرآنی ہونے کی دلیل یہ آیت ہے۔ فَاَینما تولّوا فَثَمَّ وَجہُ اللہ۔

Marfat.com

"رسول کریم نے نہ صرف توحید کی تعلیم دی اور اس کو معقول اور فطری انداز میں پیش کیا بلکہ خاص شعائر پر ایک گروہ کی تنظیم بھی کی اس میں ایک خاص قسم کا ڈسپلن قائم کیا' اس تمام ڈسپلن کا اصل مقصد وہی ہے' جو دین کا اصل مقصد یعنی توحید کے عقیدے اور اعمال صالحہ کو استوار کرنا' لیکن خدا نے دیکھا کہ موحد افراد دیگر ادیان میں بھی پائے جاتے ہیں جن کا عقیدۂ توحید بھی درست ہے اور ان کے اعمال بھی صالح ہیں' بعض ایسے لوگ اپنی سوسائٹی کی روایات کی وجہ سے اس مخصوص جماعت میں داخل نہ ہو سکے' جو رسول کریم نے تیار کی تھی' اسلام کی فراخدلی یہ ہے کہ ایسے افراد کے متعلق اس نے نہایت درجہ رواداری برتی ہے' اُن کے ایمان اور اُن کے اخلاق کی تعریف کی ہے[1]' ان کو اسلام میں اُسی طبقہ میں داخل کیا ہے جس نے خدا کی طرف اپنا رُخ کر کے زندگی بسر کی' اور وہ محسن تھے۔" (اسلام کی بنیادی حقیقتیں[2] ص۲۲۴ مضمون اسلام[3])۔

---

[1] یہ اس قرآن کی تعلیم بیان ہو رہی ہے' جس کی ایک منصوص آیت یہ ہے وَمَن یَّبتَغِ غَیرَ الاِسلامِ دِیناً فَلَن یُّقبَلَ مِنہُ۔

[2] شائع کردہ ادارۂ ثقافت اسلامیہ' لاہور۔

[3] از ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم ایم۔اے۔ ال۔ بی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔

Marfat.com

یہ تو ہوا کلمۂ طیبہ کے پہلے جزو (لا الٰہ الا اللہ) یا قرآن کے آمنوا باللہ کا مفہوم و مراد اب دوسرے جزو کے متعلق ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ایمان بالرسول میں فساد

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اب تک جو آپ یہ سنتے آئے تھے کہ اسلام کے لئے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لانا ضروری ہے، وہ غلط ہے، دیکھئے ہمارے اس ترقی یافتہ زمانہ کے صاحبان عقل و خرد نے اس کی یہ اصلاح و تصحیح فرمائی ہے :۔

" کوئی نبی اپنے آپ کو منوانے نہیں آتا، بلکہ خدا پر یقین اور اخلاقِ صالحہ کی تلقین کے لیے آتا ہے، اگر اس نبی کی امت اور جماعت کے باہر کچھ لوگ ایسے ملتے ہوں جن میں وہ باتیں موجود ہیں جو اصل مقصود ہیں، تو ایسوں پر نجات کا دروازہ بند کرنا حد درجہ کی تنگی ہوگی" (اسلام کی بنیادی حقیقتیں صـ۲۲ مضمون اساس اسلام)

" باقی رہے انبیاء، تو مسلمانوں کے بغیر باقی تمام اقوام انبیاء پر جزوی ایمان رکھتی ہیں، کوئی دو انبیاء کو مانتی ہیں، کوئی دس کو، کوئی دس ہزار کو اور مسلمان سب کے آگے سرِ تسلیم خم کرتا ہے۔ قرآن حکیم کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انبیاء کے متعلق صرف جزوی ایمان کو کافی سمجھتا ہے۔" (ایک اسلام صـ۴۳)

" ممکن ہے مُلا میری اس تحریر پر بھڑک اٹھے اور کہے کہ جی، یہ

Marfat.com

زندیق و ملحد نجات کے لئے ایمان بر محمد (علیہ السلام) کو ضروری
..... نہیں سمجھتا، اجی حضرۃ مولانا مجھ پر مت برسئے،
میں اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہہ رہا قرآن سنا رہا ہوں"
(ایک اسلام صفحہ ۴۶)

نہیں صاحب، بھلا "ملا" کی مجال ہے کہ وہ "بھڑک اٹھے" آپ تو وہی قرآن سنا رہے ہیں جس میں یہ ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَ یَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَکْفُرُ بِبَعْضٍ —— اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا۔ (جو لوگ خدا سے اور اس کے پیغمبروں سے کفر کرتے ہیں، اور خدا اور اس کے پیغمبروں میں فرق کرنا چاہتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے (اور یوں انبیاء پر جزوی ایمان لانا چاہتے ہیں) — وہ بلا اشتباہ کافر ہیں) اسی طرح "ایمان بر محمدؐ کے ضروری نہ ہونے" اور "کسی نبی کا اپنے آپ کو منوانے کے لئے نہ آنے" کا ارشاد اسی قرآن کی رو سے تو ہو رہا ہے، جس قرآن کی یہ آیت بھی ہے کہ وَ مَنْ لَّمْ یُؤْمِنْ بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ سَعِیْرًا (اور جو شخص خدا اور اس کے پیغمبر — دونوں پر — ایمان نہ لائے تو ہم نے ایسے کافروں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے) اور جس میں اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ اور اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ جیسے امر کے صیغوں کے ساتھ حکم ایمان ہے —— خیر یہ تو، مقطع میں آ پڑی تھی سخن گسترانہ بات ۔ اب پھر اصل مضمون کی طرف لوٹیئے :۔

Marfat.com

"تصریحات بالا کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ نے آمنوا باللہِ والیومِ الآخر کو قبول اعمال کی بنیادی شرط قرار دیا ہے، اس میں ایمان بالرسل شامل نہیں" (ایک اسلام صفحہ ۹۴)

امید ہے کہ اب صاحبِ وحی سے لے کر آج تک اس باب میں قرآن کے فہم میں جو غلطی و کوتاہی ہوئی ہے، وہ دور ہوگئی ہوگی، اور ساتھ ہی آپ پر اب یہ راز بھی منکشف ہو گیا ہو گا کہ قرآن میں کہیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس ترتیب و ساخت کے ساتھ یکجا اسی لئے تو نہیں ہے کہ "ایمان بر محمدؐ اسلام کا کوئی جزو نہیں ہے" اور "کوئی نبی اپنے آپ کو منوانے کے لئے نہیں آتا" اور آپ خواہ مخواہ اس تاریکی میں پڑے ہوئے تھے کہ اسلام میں داخل ہونے کا دروازہ یہ کلمہ طیبہ ہے، حالانکہ یہ ایک بے حقیقت اعتقاد تھا جو مہبطِ وحی سے لے کر اس وقت تک چلا آ رہا ہے — ؟ بلکہ سرے سے یہ غلط ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیائے انسانیت کے لئے نبی و رسول بنا کر مبعوث ہوئے تھے، جو صحیح صورتِ حال ہے وہ یہ ہے کہ:-

"اللہ نے حضور کو عربوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا تھا۔"

(ایک اسلام صفحہ ۱۳)

"سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس اللہ نے صرف چند لاکھ عربوں کی طرف سیکڑوں انبیاء (مثلاً نوح، ابراھیم، موسیٰ، عیسیٰ اور محمد علیہم السلام) بھیجے تھے، کیا اس کے پاس ساٹھ کروڑ چینیوں اور

تیس کروڑ ہنا۔ دوں کے لئے کوئی پیغمبر نہیں تھا۔"

(ایک اسلام ص۱۵)

اور اگر آپ کو قرآن کی ان آیات ـــــ قُل یَا ایّھا النّاس اِنّی رَسُولُ اللّٰہِ الیکم جمیعًا[1] ـ اور وَمَا ارسلناکَ اِلّا رَحمۃً لِلعالمین سے یہ شبہہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سارے عالم کی طرف مبعوث ہوئے تھے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ :ـ

"ہر پیغمبر اوّلاً کسی خاص قوم کی اصلاح کے لئے آتا ہے، پھر وہ خاص قوم باقی دنیا کی اصلاح کیا کرتی ہے، جس طرح حضرۃ مسیح کے متعلق قرآن میں درج ہے ورسولا الیٰ بنی اسرائیل (کہ وہ بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا تھا) اسی طرح حضور کو بھی عرب امیوں کا رسول کہا گیا ہے" ھو الذی بعث فی الامیین[2] رسولًا منھم (اللہ وہ ہے جس نے ان پڑھ عربوں کی طرف انھیں میں سے ایک رسول بھیجا) جس طرح حضرۃ مسیح کا دائرۂ تبلیغ یروشلم اور اس کے گردو نواحی علاقہ تھا اسی طرح حضور علیہ السلام کا حلقۂ تبلیغ مکہ اور اس کا گردو نواح تھا لتنذر ام القریٰ

---

[1] (اے محمدؐ) آپ اعلان کر دیجئے کہ لوگو! میں تم سب کی طرف خدا کا فرستادہ (یعنی اس کا رسول) ہوں ـ

[2] فی الامیین میں لفظ فی (میں) کا ترجمہ بھی وہی کیا گیا ہے جو الیٰ بنی اسرائیل میں لفظ الیٰ (طرف) کا ترجمہ فرمایا گیا ہے ـ

Marfat.com

وہ مَن جو کہا کہ ہم نے تمھیں اس لئے بھیجا کہ تو مکہ اور اردگرد کے
لوگوں کو نتائج اعمال سے آگاہ کرے۔ (ایک اسلام ص ۱۳۱-۱۳۲)

مطلب یہ کہ حضور صلعم کی بعثت تو ہوئی تھی مکہ اور مضافات مکہ کی طرف، لہٰذا تیس چالیس کروڑ باشندگان ہند و پاک کے اسلام کے لئے ایمان بر محمدؐ کیوں ضروری ہو؟ ہاں ہند و پاک کے انبیاء و رُسُل پر ایمان لانا چاہیئے، مثلاً رام، کرشن، بودھ اور مرزا غلام احمد قادیانی وغیرہ اور اس طرح وہ سوال بھی حل ہو جاتا ہے کہ کیا اللہ میاں کے پاس "تیس کروڑ ہندیوں کے لئے کوئی پیغمبر نہیں تھا"؟ رہی یہ بات کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی اور قیصر و کسریٰ وغیرہ درجنوں افراد کے پاس جو مکاتیب ارسال فرمائے وہ آپؐ کے حدود رسالت کا کام نہ تھا، بلکہ غالباً اس لئے ایسا کیا تاکہ جس خاص قوم کیطرف آپ مبعوث ہوئے تھے اُس خاص قوم کا تعارف کرا دینا تھا کہ یہ قوم "ایک اسلام" پیش کرکے اصلاح کرے گی اور اس اصلاح کے لئے رسولوں میں سے کسی رسول پر جزوی ایمان کافی ہوگا بلکہ توحید اور عبادت اور طرق عبادت وغیرہ میں بھی پورے طور پر آزاد رہ کر اے مکتوب الیہم تم سب صالح اور مُسلم رہو گے، اور یہی مطلب تھا فرمانِ رسول میں اسلِمْ تَسْلَم کے جملوں کا ــــ؟ یہ تو ہوا ایمان بالرسل میں فساد انگیزی اور تشکیک فی القرآن کا ایک پہلو، اب ذرا تصویر کا دوسرا رُخ بھی ملاحظہ کر لیجئے۔

"نبوت اور نبی اصطلاح اہلِ کتاب کی ہے، اور ہم نے اس
کی مختصر تاریخ بیان کرتے ہوئے واضح کر دیا ہے کہ یہ ایام

Marfat.com

جاہلیت کے ہی مناسب تھی، البتہ اس کو ختم کرنے والا ایک نبی ہونا چاہیئے تھا ...... نبوت ایک منصب تھا، دینی حکومت تھی اس کا خاتمہ آنحضرتؐ نے کر دیا .... اس لئے یہ حقیقت بھی اچھی طرح ذہن نشین کرنی چاہیئے کہ آنحضرت کے بعد اہل علم و حکمت ہی ہوں گے جو آیات قرآنیہ کی تصدیق اسی طرح کریں گے جس طرح قرآن کتب سابقہ کی آیات محکمات سے فرماتا ہے اس لئے ان پر ایام جاہلیت کا "نام" نبی " تو اطلاق نہیں کرے گا لیکن جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انھیں القا ریا الہام یا وحی کی ہے اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ اور جو نہیں لائے گا وہ یقیناً خسارہ میں رہے گا" (اسلام کی بنیادی حقیقتیں ص۱۶۸ - ۱۶۹ مضمون اصول اسلام[۱])

"تمام کائنات معجزہ ہے، ذرہ ذرہ معجزہ ہے اور تمام امکانات جو ذرہ ذرہ میں "الغیب" ہیں۔ جب انکشاف اہل فکر پر ہوتا ہے تو ایسی ایجادات کرتے ہیں کہ سچ مچ معجزہ ہی ہیں اور ان کا منکر سخت کافر ہے"۔ (مذاہب[۲] اسلامیہ ص۲۴۸)

پس لازم ہے کہ آپ ایمان لائیں" اصول اسلام" کے لکھنے والے مصنف " مذاہب اسلامیہ" پر اور ریڈیو، لاسلکی اور ایٹم بم وغیرہ کے موجدوں پر ورنہ آپ

---

[۱] از خواجہ عباد اللہ اختر بی۔ اے

[۲] شائع کردہ ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور، از خواجہ عباد اللہ اختر بی۔ اے۔

Marfat.com

"سخت کافر ہوں گے۔

"اسلام دنیا کی تمام قوموں میں پھیلا ہوا ہے اور کسی قوم کے لئے مخصوص نہیں، اور اس کی تبلیغ برابر قوموں میں جاری ہے، اور یہ مبلغ اسلام برابر پیدا ہوتے رہتے ہیں، اور خاموشی سے دنیا میں کام کر رہے ہیں، یہ ہی رسول کہلاتے ہیں، ان کا مقام سوائے خاتم النبین کے سب رسولوں کے برابر ہے" (مظاہرۂ قرآن ص۶۶)

"انھیں (یعنی آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبانی ہم کو معلوم ہوا کہ انسان پر مرنے کے بعد جزا و سزا ہے اور وہ خدا کا رسول ہے، اور اس کی ہدایت کے لئے تمام دنیا میں انھیں کی طرح رسول آئے ہیں اور آتے رہیں گے، جب تک کہ دنیا میں جہل و ضلالت کا دور دورہ ہے" (مظاہرۂ قرآن ص۴۹)

یہاں صاف طور پر ختم نبوت کا انکار کیا جا رہا ہے اور کہا جا رہا ہے کہ جس طرح پہلے رسول آتے رہے اسی طرح آئندہ بھی آتے رہیں گے۔

ایمان بالکتاب میں فساد جب اسلام کے لئے ایمان بالرسول ہی ضروری نہیں تو ایمان بالکتاب کا سوال کیا پیدا ہوتا ہے لیکن اگر آپ اسلام کے لئے ایمان بالکتاب کو ضروری قرار دینے ہی

۱؎ از سید مقبول احمد بی۔ اے ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر

۲؎ سورۂ اعراف کی آیت یا بنی آدم اِمّا یاتینکم رسل منکم الآیہ میں خود ساختہ اجتہاد کو رسول کی زبانی کہا جا رہا ہے۔

Marfat.com

پر مصر ہیں تو سنئے کہ اسلام کسے کہتے ہیں ؟ اور الکتاب سے کیا مراد ہے؟

" لیکن اصطلاحی مفہوم جیسا کہ یہ لفظ قرآن میں استعمال ہوا ہے یہ ہے کہ تمام کائنات اور کائنات کی ہر ایک شئے جن قوانین کے آگے جھکتی ہے اور جن سے نظامِ کائنات قائم ہے اور جس کے تحت کائنات پر تغیرات ارتقائی واقع ہوتے ہیں وہ اسلام ہے"

(اسلام کی بنیادی حقیقتیں صـ۱۲۴ مضمون اصول اسلام)

" ان آئین و قوانین فطرت کو جس سے نظام عالم قائم ہے' لسان قرآن میں "اسلام" سے موسوم کیا گیا ہے' یہ کل کائنات کا دین ہے کوئی انسانی اختراع نہیں اس کو دین اللہ اور دین الفطرت بھی کہا گیا ہے" (مذاہب اسلامیہ صـ۳۲۵)

" یہ دین الفطرت کسی بشری شخصیت یا اس کی موت و حیات سے وابستہ نہیں خواہ وہ بشر رسول یا نبی ہو' انسان پر اس دین یعنی قانونِ فطرت کا انکشاف ضرور ہوتا ہے' مثلاً نیوٹن نے مسئلہ کششِ ثقل دریافت کیا کیپلر نے سیارگان کی رفتار میں ایک قانون معلوم کیا' نیوٹن اور کیپلر بھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے کہ یہ قوانین آفرینش سے سرگرم عمل تھے' اور وہ مر گئے اور یہ اسی طرح کارفرما ہیں..... ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دین الفطرت جس کو قرآن میں دین الحق اور دین اللہ سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔ آنحضرت کی بشری شخصیت سے وابستہ نہیں

Marfat.com

آنحضرت کی ولادت سے پیشتر بھی یہ دین موجود تھا اور آنحضرت
فوت ہوگئے تو اب بھی ہے البتہ آنحضرت پر یہ دین اپنی پوری شان
سے واضح ہوا"۔ (اسلام کی بنیادی حقیقتیں ص۱۲۵ مضمون اصول اسلام)

مطلب یہ کہ تکوینی قانون و نظام فطرت (LAW OF NATURE)
کا دوسرا نام قرآن کی اصطلاح میں اسلام ہے اور اس لحاظ سے کائنات کی
ہر ہر چیز مسلم ہے' یہ شجر و حجر' اور یہ آفتاب و ماہتاب سب مُسلم ہیں' عبداللہ بھی
مُسلم ہے اور بھاگ چند بھی مُسلم۔ اس لئے کہ یہ سب کے سب خدا کے قانونِ
فطرت میں جکڑے ہوئے ہیں' جس طرح عبداللہ اس پر مجبور ہے کہ آنکھوں سے
دیکھنے ہی کا کام لے اور کان سے سننے ہی کا' اور اسے اس پر دسترس نہیں کہ
وہ کانوں سے دیکھے اور آنکھوں سے سنے' اسی طرح اس معاملہ میں بھاگ چند
بھی مجبور ہے' لہٰذا دونوں مُسلم ہوئے' رہا انسانی زندگی کا اختیاری گوشہ مثلاً
کانوں سے کیا سنے اور کیا نہ سُنے اور آنکھوں سے کیا دیکھے کیا نہ دیکھے' تو
اس معاملہ میں نہ اسلام دخل دیتا ہے اور نہ اس گوشہ کے لئے دین الحق اور
دین اللہ کا سوال درمیان میں آتا ہے' دوسری بات یہ کہ جس طرح نیوٹن
اور کپلیر اپنے اپنے وقت کے ایک مفکر تھے' اسی طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
بھی ایک مفکر ہی تھے' فرق یہ ہے اُن پر یہ دین الحق' یہ دین اللہ' اور یہ اسلام
جزوی طور پر منکشف ہوا' اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پوری شان سے
اور جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا فرض ہے اُسی طرح
نیوٹن اور کپلیر پر بھی ایمان لانا واجب ہے' کیونکہ یہ ایسے "اہلِ علم و حکمت"

Marfat.com

مفکرین تھے، جن پر "اللہ نے القا یا الہام یا وحی کیا" اور ان پر "الغیب" کا انکشاف ہوا، جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر منجانب اللہ وحی ہوئی اور ان پر "الغیب کا انکشاف" ہوا، لہٰذا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرنے والے کی طرح ان مفکرین و ارباب علم و حکمت کا منکر بھی "سخت کافر ہے"۔

یہ تو ہوا اسلام- اور الکتاب کیا ہے؟ یہی صحیفۂ فطرت، جو ہماری آنکھوں کے سامنے انفس و آفاق میں پھیلا ہوا ہے:—

> "قرآن .... الکتاب کی تفصیل ہے، خود الکتاب نہیں .....
> الکتاب کتاب کائنات یا صحیفۂ فطرت ہے، یہی سرچشمۂ "وحی"
> بھی ہے، اتل ما اوحی الیک من الکتاب — جو کچھ تجھے
> الکتاب سے وحی ہوتا ہے تلاوت کر۔"
>
> (اسلام کی بنیادی حقیقتیں ص۱۵۷ - ۱۵۸ مضمون اصول اسلام)

لہ اسی ضمن میں لا یمسہ الا المطہرون کا مفہوم یہ ارشاد ہوا ہے کہ "اس تک رسائی تفکر و تدبر ہی کی ہوتی ہے"۔ اس تفسیر و ترجمہ سے اولاً تو آپ کی معلومات میں یہ اضافہ ہوا کہ مس کے معنی "رسائی فکر" کے ہوتے ہیں۔ ثانیاً آپ کو قرآن کی اس بلاغت کا اندازہ ہوگیا ہوگا کہ اگر یہ مراد ہے تو موقع و محل کی مناسبت سے ایسا لفظ ہونا چاہیے تھا جس کا معنی و مفہوم صاحبانِ فکر و نظر اور اربابِ علم و دانش ہوتا لیکن اس کے بجائے المطہرون کا لفظ ہے اب آپ کو اختیار ہے کہ مقتضائے حال کے مطابق انتخاب الفاظ کے معاملہ میں قرآن کے متعلق جیسی کچھ چاہیں رائے قائم کرلیں۔

ساتھ ہی آپ یہ بھی سمجھ گئے ہوں گے کہ نیوٹن وغیرہ بھی (باقی ص۱۱۳)

Marfat.com

"قرآن حکیم الکتاب کی کلید ہے اور یہی کلید سلف صالحین کے ہاتھ میں تھی اور وہ دنیا پر چھا گئے، جب مسلمانوں پر ذہنی جمود چھا گیا تو اس طرف سے ان کی توجہ ہٹ گئی اور تنزل میں آ رہے آج جو قومیں الکتاب کے مطالعہ میں منہمک ہیں وہی اہلِ فکر کائنات کو مسخر کر رہے ہیں۔" (اسلام کی بنیادی حقیقیں صـ۱۵۹ ا مضمون اصول اسلام)

"حقیقت یہ ہے کہ اصل منبع علم یہی صحیفۂ فطرت ہے اور قرآن عزیز وحکیم اس کی تفصیل (تفصیل الکتاب لا ریب فیہ) ...... یہی امّ الکتاب ہے جس سے تمام علوم ماخوذ ہیں ...... اور یہی سرچشمۂ وحی ہے"۔ (مذاہب اسلامیہ صـ۲۲)

اس بیان سے یہ بات ثابت ہوئی کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اللہ کی طرف سے وحی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے پیدا کردہ اس صحیفۂ کائنات میں، جو سرچشمہ وحی ہے، آپؐ نے غور وتدبر فرمایا، اور ایک فلسفی اور مفکر کی طرح اس تفکر کے نتیجہ میں آپؐ پر "الغیب" یعنی رموزِ کائنات پوری شان سے واضح ہوئے، جس طرح نیوٹن وغیرہ نے جو ایک مفکر تھے، اس صحیفۂ کائنات میں غور وفکر کیا اور ان پر "الغیب" یعنی فطرت کے رموز کا انکشاف ہوا ـــــ کیا فی الواقع دونوں شخصیتوں کی اسی طرح یکساں ایک مفکر کی سی پوزیشن تھی؟

الکتاب یعنی
اس صحیفۂ فطرت تک اپنی رسائیِ فکر کے لحاظ سے المطھرون ہیں ـــــ؟

Marfat.com

کیا فی الواقع اسلام یہی ہے اور کیا قرآن صحیفۂ فطرت میں اسی تفکر کے نتیجہ کا نام ہے؟ اور کیا واقعی یہ قرآن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نتیجۂ فکر ہے، جس طرح مسئلہ کشش ثقل نیوٹن کا نتیجۂ فکر تھا؟ کیا یہ اعتقاد رکھ کر ایک مسلمان اپنے ایمان کو صحیح و سالم رکھ سکتا ہے؟ کیا یہ اعتقاد قرآن کی اُن بے شمار آیات کی تکذیب نہیں، جن میں صراحۃً کہا گیا ہے کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بنایا ہوا، اُن کا نتیجۂ فکر اور ان کے غور و تدبر کا شاہکار نہیں ہے، بلکہ خالقِ کائنات نے بذریعہ روح الامین انہیں الفاظ کے ساتھ آپؐ پر یہ قرآن وحی کیا ہے۔ اگر اس طرح کی حرکت کا نام تشکیک فی القرآن نہیں ہے تو پھر آخر تشکیک فی القرآن نام کس چیز کا ہو گا؟

اسی پر بس نہیں، بلکہ اسلام سے برگشتگی، دین سے انحراف اور خواہشِ نفس کی تکمیل یا اپنے پسندیدہ واختیار کردہ دین — دین مغربی — کی اقامت و سربلندی کے جذبہ سے سرشار ہو کر پوری دیدہ دلیری کے ساتھ ارشاد فرمایا جاتا ہے کہ:۔

"تمام کتب مقدسہ سابقہ اور قرآن میں ریب کی گنجائش ہے۔"
(خلافت اسلامیہ[1]، حصہ اول ص۳۰)

اور "ریب" کی نہیں گنجائش ہے تو کس میں؟ اس صحیفۂ فطرت میں، اس فطرت اللہ (NATURE) میں:۔

"لیکن کتاب کائنات کا کوئی دہریہ بھی منکر نہیں" (خلافت اسلامیہ حصہ اول ص۳۰)

---

[1] شائع کردہ ادارۂ ثقافت اسلامیہ۔ لاہور۔ از خواجہ عباد اللہ اختر بی۔ اے۔

Marfat.com

اس لئے ثابت ہوا کہ الکتاب سے مراد یہ صحیفۂ فطرت ہے اور یہی سرچشمۂ وحی ہے اور جب ایسا ہے تو ظاہر ہے کہ ان مشکوک قرآن پر ایمان کے کیا معنی ؟ لہذا ایمان بالکتاب سے مراد اس صحیفۂ فطرت، اس کتاب کائنات پر ایمان لانا ہے اس آسمان و زمین، اس چاند و سورج، اس گردش لیل و نہار اور اس انفس و آفاق پر ایمان لانا ہے جس میں کوئی ریب و شک نہیں اور جس کا کوئی "دہریہ بھی منکر نہیں" لہذا ہر دہریہ، ہر زندیق اور ہر ملحد اور نیچری مسلم ہے:۔

"ارشاد قرآن ہے کہ وما خلقنا السماء والارض وما بینھما باطلا ذلک ظن الذین کفروا اور ہم نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، باطل پیدا نہیں کیا، ایسا گمان وہ لوگ کرتے ہیں جو اس کے (حقائق کے) منکر ہیں اگر اسے باطل قرار دیا جائے تو تمام علوم و فنون جو اسی سے ماخوذ ہیں باطل ٹھہریں گے اور ذہنی و مادی ارتقا جو اس کے مشاہدہ پر موقوف ہے بے معنی ٹھہرے گا جب نص قرآنی کی رو سے اس (کتاب کائنات) کا انکار کفر ہے تو اس پر ایمان کامل ہونا چاہئے"

(اسلام کی بنیادی حقیقتیں ص۱۵ مضمون اصول اسلام)

ایک ضمنی بات

نامناسب نہ ہوگا اگر یہاں ضمناً ایک بات بتادی جائے وہ یہ کہ "اسلام کی بنیادی حقیقتیں" مشتمل بر مضامین خواجہ عباد اللہ اختری۔ ایم۔ اے و ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم ایم۔ اے۔ ال۔ بی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

ؔ۱۔ نہ جانے کیوں کر منکر ہیں، جب کہ اس کا کوئی دہریہ بھی منکر نہیں ——— ؟

و ڈاکٹر محمد رفیع الدین ایم - اے - پی - ایچ ڈی، و مظہر الدین صدیقی بی، اے)
اور "مذاہب اسلامیہ" (مصنفہ خواجہ عباد اللہ اختر بی، اے) اور خلافت اسلامیہ
(مصنفہ خواجہ عباد اللہ اختر بی، اے) وہ کتابیں ہیں جو ادارۂ ثقافت اسلامیہ
لاہور کی جانب سے شائع ہوئی ہیں اور یہ ادارہ سرکاری یا نیم سرکاری
حیثیت سے ہماری "حکومتِ اسلامیہ" کی زیر سرپرستی چل رہا ہے، بنو امیہ
اور عباسی وغیرہ جیسی "اسلامی سلطنتوں" کی جانب سے سرکاری طور پر منکرات
کو فروغ دینے کی پالیسی و پروگرام اور منکرات کی ہمت افزائیوں اور
اس ادارہ کی جانب سے ایسی کتب کی نشر و اشاعت کے درمیان جو مماثلت
ہے، اس کا آپ بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں اور سمجھ سکتے ہیں کہ کس طرح ہر دور
میں ہر جہت سے منکرات و باطل کی کار فرمائیوں کے درمیان یکسانیت ہوا
کرتی ہے۔ ساتھ ہی آل پاکستان پولیٹیکل سائنس کانفرنس منعقدہ پشاور
(۱۰ اپریل ۵۱ء) کا وہ خطبۂ صدارت یاد فرمائیے، جس میں اس چیز کی تلقین
کی گئی تھی کہ خدا کی حاکمیت سے مراد خدا کی تکوینی حاکمیت ہے، نہ کہ تشریعی:

> "دوسرے ملکوں کی طرح پاکستان میں بھی سیاسی حاکمیت عوام کی ہے
> یاد رکھنا چاہیے کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے تصور سے متصادم
> نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا حاکم ہے، اور اس کے حکم
> سے کوئی سرتابی کی جرأت نہیں کر سکتا، اس اعتبار سے وہ ہر
> ملک میں حاکم ہے، خواہ وہ ملک مسلمان ہو یا غیر مسلم، وہ ان اشتراکی
> ملکوں میں بھی حاکم ہے جن میں نہ صرف اس کے اقتدار کو تسلیم کرنے

Marfat.com

سے بلکہ اس کے وجود ہی سے انکار کیا جاتا ہے اسی طرح وہ ان ملکوں کا بھی حاکم ہے جن میں لوگ دن میں پانچ بار اُس کی جناب میں سجدہ ریز ہوتے ہیں۔"

(خطبۂ مذکور صفحہ ۴ از آنریبل ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی)

مطلب یہ کہ چونکہ خدا کے فطری و تکوینی قانون میں ساری دُنیا جکڑی ہوئی ہے، اس لئے زندگی کے غیر اختیاری شعبہ میں خدا کی حاکمیت مسلّم اور اسی حیثیت سے خدا حاکم کائنات ہے، ورنہ انسانی زندگی کے اختیاری شعبہ میں خدا کی حکومت کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا، اس شعبہ کی حکومت کے واحد مالک ہم خود ہیں، جس نہج پر چاہیں اپنی زندگی کو استوار کریں، خدا بہرحال ہمارا حاکم رہے گا، الحکم للہ اور الامر للہ کا یہی مفہوم ہے، اور گذشتہ صفحات میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ اقتدار کے اشاروں پر رقص کرنے اور وقت کے ارباب کار کی ہر خواہش و رجحان کو اسلامی کہنے اور ثابت کرنے کو اسلام کے ایسے علمبردار اپنی عین سعادت تصور کرتے ہیں۔ کیونکہ اس سے جاہ و منصب کا حصول اور "ترقی درجات" کی منفعت بھی ہوتی ہے اور زمین پر باطل کی اقامت کا مقصد بھی حاصل ہوتا ہے۔ اس زاویۂ نگاہ سے بھی دیکھئے تو آپ کا ذہن اُس معنویت کو پا سکتا ہے، جو کتاب کو صحیفۂ کائنات بنانے اور "دین الحق" و "دین اللہ" کی تشریح و توضیح میں پوشیدہ ہے۔

اور لطف یہ ہے کہ یہ خطبہ بھی ادارۂ ثقافت اسلامیہ، لاہور نے شائع کیا ہے، اور اس سے بڑھ کر لطف یہ ہے کہ اس خطبہ کے آخر میں قرار داد مقاصد

Marfat.com

بھی شامل ہے جس کی حیثیت سیاسی ہی ہے نہ کہ اخلاقی و روحانی۔ اور جس میں پوری صراحت سے کہا گیا ہے کہ پاکستان کا حاکم اللہ تعالیٰ ہے تکوینی حیثیت سے نہیں، بلکہ تشریعی حیثیت سے اسی لئے مملکت پاکستان کے اختیارِ حکمرانی کو نیابت و امانت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اس ضمنی بات کے بعد اب پھر اصل موضوع کی طرف لوٹئے۔

ایمان بالملائکہ میں فساد

جبرئیل اور ملائکہ کے الفاظ باقی رکھکر ان کے مفہوم و مصداق میں جو تغیّر و تبدل کیا گیا ہے وہ آپ گزشتہ اوراق میں دیکھ چکے ہیں، یعنی —— ملکۂ نبوت اور خدا کی بے انتہا قدرتوں کا ظہور اور وہ قویٰ جو خدا نے اپنی تمام مخلوق میں مختلف قسم کے پیدا کئے ہیں —— اسی چیز کو مجمل طور پر چبا چبا کر بیان کیا گیا ہے کہ :-

" ملائکہ کے بارے میں ارشاد قرآن ہے کہ یہ انسان کے خادم ہیں۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ الآیہ اور ہم نے ملائکہ کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو الخ ان آیات سے اتنا تو واضح ہو گیا کہ ملائکہ انسان کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں[1]..... یہ دنیا کتنی خوبصورت ہے، اس کے لیل و نہار کتنے دلکش ہیں، اور اس کے مناظر

---

[1] ابھی یہ نہ سوچئے کہ اس آیت سے کس طرح ثابت ہوا کہ یہ انسان کے خادم ہیں اور یہ کس طرح واضح ہوا کہ " خدمت میں لگے ہوئے ہیں" جبکہ یہ گذشتہ واقعہ کا ایک تذکرہ ہے، بلکہ اس مقصود و مطمح نظر کو دیکھئے، جو ان ارشادات کا ہے۔

Marfat.com

"کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا ایں جا است" یہ سب کچھ، یہ تمام کائنات اللہ تعالیٰ نے ہماری خدمت کے لئے مسخر فرما دی ہے"

(اسلام کی بنیادی حقیقتیں ص ۱۵۲، ۱۵۳ مضمون اصول اسلام)

" یہ (جبرئیل) عبرانی لفظ ہے، مرکب ہے "جبر اور ایل سے عربی میں لفظ جبر بھی قوت کے معنی میں عبرانی کی طرح استعمال ہوتا ہے۔

"ایل" اور "اللہ" ایک ہی لفظ ہے، جبرئیل کے معنی قدرت اللہ"

(مذاہب اسلامیہ ص ۲۸۲)

پس آمنتُ باللّٰہ وملائکتہ کا مفہوم یہ ہوا کہ میں اللہ پر ایمان لایا اور ایمان لایا اس "خوبصورت دنیا" پر، اس "دلکش لیل و نہار" اور اس کے مناظر پر جو کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا ایں جا ست کے مصداق ہیں، اور جن کو خدا نے ہماری خدمت کے لئے مسخر فرما دیا ہے اور ان قوتی پر جن کو خدا نے اپنی تمام مخلوقات میں ودیعت کر دیا ہے —— شکر ادا کیجئے کہ ایمان کے اس جزء میں بھی آپ کی غلط فہمی کی اصلاح ہو گئی۔

ایمان بالیوم الآخر میں فساد

سب سے پہلے تو آپ اس سرچشمہ وحی (صحیفۂ کائنات) سے اخذ کر کے اور اس میں غور و تدبر کر کے اپنا نتیجۂ فکر بصورت قرآن پیش کرنے والے مفکر (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے فہم اور پھر ان کے بعد آج تک کی تیرہ سو سالہ امت فہم کی کہ —— یوم آخر پر ایمان لانا اسلام کے نزدیک عقائد کا ایک اہم جزو ہے —— (نعوذ باللہ) غلطی و کوتاہی کی اصلاح کر لیجئے: —

Marfat.com

"یوم آخر پر ایمان ایک اصولی امر ہے، لیکن قرآن بطور عقیدہ کے یہ بات نہیں منواتا۔" (اسلام کی بنیادی حقیقتیں منشا معنون اصول اسلام)

اس کے بعد یہ سمجھیے کہ رسول ؐ کے فہم وحی کی بدولت جو آپ اب تک یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ الیوم الآخر ایک ایسے خاص دن کا نام ہے جو انتہائی دہشت انگیز ہوگا جس میں یہ زمین و آسمان اور یہ نظام کائنات تہس نہس ہو جائیں گے، اور جس دن ہم سب کو عدالت الٰہی کے رو برو اپنے ایک ایک عمل کا حساب دینا ہوگا وغیرہ وغیرہ یہ سب کچھ (نعوذ باللہ) کوتاہ فہمی کا نتیجہ ہے، اصل معاملہ یہ ہے کہ الیوم الآخر نام ہے مستقبل کا، کل کا، جی ہاں اسی کل کا جبکہ آپ بستر سے سو کر اٹھتے ہیں اور بیڈ ٹی (BED TEA) طلب فرماتے ہیں، ہر آنے والا کل ایک نیا لباس پہن کر نمودار ہوتا ہے، یہ ہے خلقِ جدید، یعنی ہر کل کی ہر وہ ترقی وارتقا جو عدم سے وجود کے قالب میں آتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:۔

"انسان کو اتنا تو سوچنا چاہیے کہ وہ ابتدا میں کچھ بھی نہ تھا، جمادات سے ترقی کرتا ہوا اب انسان بنا، اب تو کچھ ہے، اس لئے منطقی نتیجہ[1] کا انکار محض فریب نفس ہے، لیکن عام عقیدہ کہ قیامت ایسا وقت ہے جب کہ کل کائنات فنا ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ اور صفت کاملہ کے نامناسب ہے، ہم مشاہدہ کر رہے ہیں کہ انسان مسلسل ترقی کرتا ہوا آ رہا ہے، اور یہ کہ اس کا آخر اول سے بہتر ہے، والآخرۃ خیرلک من الاولیٰ .... اس لئے یہ

---

[1] نقل مطابق اصل کتاب

Marfat.com

کائنات کچھ بچوں کا کھیل تو نہیں کہ کھلونا دل بہلانے کے لئے بنا یا اور توڑ پھوڑ کر رکھدیا۔" (اسلام کی بنیادی حقیقتیں ص ۱۵۱-۱۵۲ مضمون اصول اسلام)

"الیوم الآخر یعنی آنے والا دن آج کے لئے کل اور کل کے لئے پرسوں الیوم الآخر ہے ..... ایک کام جو طالب علم امتحان میں ناکام ہو جاتا ہے، بدیگر الفاظ نتیجہ کا دن اس کے لئے "الیوم الآخر" ہوتا ہے، عیاش و بدکار اقوام کو یہیں تباہ کر دیا جاتا ہے، اور بلند اعمال اقوام کو اسی دنیا میں سلطنت کی جزا ملجاتی ہے، یہاں کا ہر دن تمہارے گزشتہ اعمال کے لئے یوم الحساب اور "یوم الدین" ہے۔" (یک اسلام ص ۲۶۲-۲۶۳)

"یوم الدین (مکافات کا دن) یا الیوم الآخر پر ایمان لانے سے مراد نظریۂ مکافات عمل کو ماننا ہے" (یک اسلام ص ۱۴۱)

اس نظریۂ "مکافات عمل" کے پرشوکت الفاظ سے دھوکا نہ کھائیے، اس کا مفہوم یہ ہے کہ انسانی اعمال اور ان کے نتائج میں اسباب وعلل کا ایک غیر مرئی سلسلہ ہوتا ہے اسی غیر مرئی سلسلہ کا ہونا نظریۂ مکافات عمل ہے آپ جو کام آج کریں گے اسی غیر مرئی سلسلۂ اسباب وعلل کی بنا پر کل اسی دنیا میں اس کی مکافات جزا یا سزا کی صورت میں آپ کو ملجائے گی اور جس دن ملے گی وہ ظاہر ہے کہ ایک خاص دن ہوگا اس لئے اس پر "الیوم الآخر" صادق آئے گا چنانچہ اس کی وضاحت فرما دی گئی ہے :-

Marfat.com

"......... بعض انسانی اعمال اور ان کے نتائج میں اسباب و علل کا غیر مرئی سلسلہ کارفرما ہوتا ہے غلام قادر روہیلے نے شاہی محل میں شاہ عالم کی آنکھیں نوک خنجر سے نکال ڈالی تھیں اور کچھ عرصہ کے بعد سندھیا راجپوت نے عین اسی مقام پر روہیلے کی آنکھیں گرم سلاخوں سے بے نور کر دی تھیں .... آج سے ۳۳ برس پہلے کسی دوست کی بائیسکل میری لاپرواہی کی وجہ سے گم ہو گئی' اس نے مجھے معاف کر دیا لیکن اللہ نے معاف نہ کیا ۱۹۲۷ء کی شام کو یہاں (کیمبل پور) ایک لفٹننٹ کرنل نے مجھے عصرانہ میں مدعو کیا' سائیکل کوٹھی کے احاطہ میں رکھدی' جب چائے سے فارغ ہو کر صحن میں آیا تو باقی سب سائیکلیں موجود تھیں اور صرف میری سائیکل غائب تھی' ۱۹۳۰ء کا ذکر ہے مجھے ایک ہاسٹل کے دیرینہ سال خانساماں پر غصہ آ گیا اور میں نے اس کے منہ پر تھپڑ کھینچ مارا' وہ تو میرا کچھ نہ بگاڑ سکا' لیکن خدائی کارندوں نے میری یہ کرتوت لکھ لی' ایک دن ٹرین میں بلا ٹکٹ سفر کر رہا تھا کہ پکڑا گیا' کرایہ پاس نہ تھا' ٹی ٹی ای نے پوری طاقت سے میرے بائیں گال پر وہ تھپڑ کھینچا کہ سر چکرا گیا' منہ لہو سے بھر گیا اور گال پر نیل پڑ گئے" (ایک اسلام صفحہ ۲۶۸-۲۶۹)

یہ ہے مکافاتِ عمل اور یہ ہے الیوم الآخر' روہیلے کی جس دن آنکھیں بے نور کی گئیں' وہ دن روہیلے کا الیوم الآخر تھا' جس دن احاطہ سے سائیکل غائب

Marfat.com

ہوئی۔ دموں صاحب" ایک اسلام" کے لئے" یوم الدین" تھا اور جس دن ٹی ٹی ای کے طمانچہ سے منہ لہو سے بھر گیا، وہ دن مکافات عمل کا دن تھا۔

پھر شاید آپ نہ جانتے ہوں گے کہ اسی نظریہ مکافات عمل کے ماننے کے سبب اور اس لئے کہ :-

" اگر صلۂ اعمال کی توقع نہ ہوتی تو سر گنگا رام لاکھوں روپے خیراتی اداروں پر کیوں صرف کرتا؟ دیال سنگھ اپنی ساری جائداد نشر تعلیم کے لئے کیوں وقف کر جاتا، مسٹر نوبل کئی کروڑ پونڈ بہتر تصنیف، قیام امن، جدید سائنسی نظریات اور ایجادات وغیرہ پر انعامات دینے کے لئے کیوں دے جاتا، انگلستان کی عام آبادی کئی کھرب پونڈ دے کر آکسفورڈ اور کیمبرج جیسی یونیورسٹیاں کیوں بناتی اس طرح کے لوگ جو صرف اللہ کی خاطر سب کچھ دینے پر تیار رہتے ہیں، ہر قوم اور ہر ملک میں لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں بستے ہیں اس لئے یہ کہنا غلط نہیں کہ تمام اقوام عالم صلۂ اعمال اور نظریۂ جزاو سزا یعنی یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ آخرت کے تصور میں قدرے اختلاف ہو ہم اور یہود و نصاریٰ جنت و جہنم کے قائل ہیں، مہاتما بدھ جنت کو انتہائی روحانی جنت یعنی نروان کے نام سے یاد کرتا ہے، اور ھندو یہ کہتے ہیں آ انسان دنیا میں نئی جنم لیتا ہے! در بالآخر سورگ (جنت) یا نرگ (جہنم) میں جا پہنچتا ہے، بہر حال آخرت سے کسی کو انکار نہیں"
(ایک اسلام ص۱۲۸)

اس سے پیشتر آپ کو معلوم ہو چکا تھا کہ دنیا کے سارے انسان اللہ کے قائل ہیں سب اللہ ہی کی عبادت کرتے ہیں' یہ اور بات ہے کہ طرق عبادت میں اختلاف ہو' انبیاء و رسل پر جزوی ایمان کافی ہے کسی نہ کسی نبی و رسول کو سب تسلیم کرتے ہیں اور جس نبی کو وہ مانتے ہیں ظاہر ہے کہ اُسی کی کتاب پر ایمان رکھنا ضروری ہوگا' اس لئے قرآن پر ایمان بھی ضروری نہیں ٹھہرا' اور اب آپ کو معلوم ہو گیا کہ دنیا کا ہر فرد الیوم الآخر کا بھی قائل ہے' لہٰذا ساری دنیائے انسانیت کے مومن و مسلم ہونے میں کیا شبہہ رہا ؟ کیا فی الواقع یہی "قرآنی دعوت ہے ؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اس "کرتوت" کو تکنیک فی القرآن کے علاوہ اور کیا کہا جائے گا ؟

اب الیوم الآخر کے سلسلہ کی ایک کڑی رہ گئی ہے' وہ جنّت و جہنّم کا وہ تذکرہ ہے جو قرآن آخرت کے سلسلہ میں کرتا ہے' ان کی حقیقت سے بھی آپ آج تک ناآشنا رہے ہیں' اور تیرہ سو برس سے مسلسل یہ غلطی اس لئے چلی آرہی ہے کہ صاحب وحی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو ان کی تاویل میں (نعوذ باللہ) مغالطہ ہوا' جیسا کہ حضرۃ ابراہیم علیہ السلام کو اپنے ایک رویا کی تاویل و تعبیر میں غلط فہمی لاحق ہوئی تھی' جس کا ذکر آئندہ مناسب موقع پر کیا جائے گا۔

بات یہ ہے کہ دراصل یہ جنت و جہنّم وہ پیشین گوئیاں اور وعدے ہیں جن کا تعلق اِسی دُنیوی زندگی میں مستقبل سے ہے' کہ ایسے اور ایسے لوگوں کو مستقبل میں ایسی اور ایسی راحتیں (جنت) حاصل ہوں گی' اور اس

Marfat.com

تماش کے لوگوں کا مستقبل تاریک اور اذیت وکرب کا آماجگاہ ہوگا، جس کو جہنم سے تعبیر کیا گیا ہے، چنانچہ ان میں سے چند پیشں گوئیاں پوری ہو چکی ہیں اور چند باقی ہیں، مثلاً مومنین صالحین کے لئے جو جنت الفردوس وغیرہ کا ذکر ہے، تو وہ ایک وعدہ تھا جو پورا ہوگیا، کس طرح ؟ ملاحظہ ہو :-

" ارض شام پر حضرۃ موسیٰ کے وقت سے ذریت ابراھیم بنی اسرائیل قابض تھی حضرۃ موسیٰ اپنی قوم کو مصر سے نکال کر لاتے اور کہا کہ اس ملک ارض فلسطین کا وعدہ تمہارے آباؤ اجداد ابراھیم واسحاق ویعقوب سے خداوند فرما چکا ہے، کہ تمہاری ذریت کو ہمیشہ کے لئے دوں گا.... یہ وعدہ حضرۃ موسیٰ کے اسفار میں مفصل مذکور ہے .... لیکن زمین شام میں پہاڑیاں اور سرسبز وادیاں، ندی نالے، چشمے ہیں، اس میں گندم اور جوار انگور اور انجیر اور انار (عربی "رمان" اور عبرانی "رمان") اور دوسرے پھلوں والے درخت ہیں، یہاں زیتوں کی کثرت ہے اور دودھ اور شہد موج مارتے ہیں ...... قرآن میں بھی مسلمانوں سے وعدہ ہوا کہ ان کو ایسی زمین دی جائے گی، ان لھم جنات تجری من تحتھا الانھار کلما رزقوا منھا من ثمرۃ رزقا قالوا[1] (اہل ایمان اور نیکوکار لوگوں کو بشارت

[1] معلوم نہیں اس "قالوا" کے بعد اس کا متعلق — مقولہ — کاٹ کر نا تمام آیت لکھنے میں رمز کیا ہے" کہیں گے " کیا کہیں گے ؟ وہ حذف کر دیا گیا - وہ مقولہ یہ ہے ھذا الذی رزقنا من قبل (یہ تو وہی ہے جو ہم کو پہلے بطور رزق دیا گیا تھا) باقی ص ۱۲۶

Marfat.com

دے کر) ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے دریا بہتے ہیں، ہر ایک وقت جب ان کو رزق دیا جائے گا تو کہیں گے۔ سندخلهم جنات تجری من تحتها الانهار خالدین فیها ابدا ^۵^/_۵ قریب تر زمانے میں ہم ان کو ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے دریا جاری ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔۔۔۔۔۔۔ قرآن میں شام کے باغات وغیرہ کے علاوہ دو اور الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں "عدن" اور "فردوس"۔ عراق کے آثار قدیمہ سے جو کتبے برآمد ہوئے ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک میں قدیم زمانہ میں "سماری" قوم آباد تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسی باغ عدن کا مذکور توراۃ میں تخلیق آدم کے ضمن میں کیا گیا ہے، ان ایام میں یہ چار دریاؤں سے سیراب ہوتا، دجلہ اور فرات اب بھی موجود ہیں "فردوس" خالص پارسی لفظ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ اس سے سبزہ زار زمین اور خیابان شاہان فارس مراد ہیں، حسب ذیل آیات میں تدبر کرنا چاہیے، ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات انا لا نضیع اجر من احسن عملا اولئک لهم جنات عدن تجری من تحتها الانهار الایہ ^۱۵^/_۱۹ ہم ان لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اہلِ ایمان نیکوکار ہیں، بہترین عمل کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے عدن کے باغات ہیں

شاید اس میں رمز یہ ہو کہ اس مقولہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پیشتر اس طرح کا رزق دیا گیا تھا، اور دیا جا رہا ہے ایسا وعدہ جواب پورا ہوگا اور مقولہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکے پیشتر بھی بیان گزر چکا تھا؟

Marfat.com

جن کے نیچے دریا (دجلہ و فرات) بہتے ہیں الخ۔ ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات کانت لھم جنات الفردوس نزلا الایۃ [۱۸]
جو اہل ایمان نیکوکار ہیں ان کے لئے فردوس کے باغات بطور مہمانی ہیں۔ الخ ان آیات میں چند لفظوں میں ایرانی تہذیب و تمدن کا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا گیا ہے، سونے کے زیور اور حریر کا لباس اور تخت پر تکیہ ایرانی امارت کی صحیح تصویر ہے[۱]۔ (خلافت اسلامیہ حصہ اول صفحہ ۳۴ تا ۳۹)

اور آپ جانتے ہیں کہ بالآخر ملک شام اور ایران پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا اور یوں یہ وعدۂ الٰہی پورا ہوگیا — اور بعض ایسی پیشین گوئیاں جو ابھی پوری نہیں ہوئی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے:-

"بہر حال ذہنی ارتقاء کا مذکور قرآن میں اس طرح ہے کہ فکیف تتقون ان کفرتم یوما یجعل الولدان شیبا السماء منفطر بہ کان وعدہ مفعولا [۲۹/۱۲]۔ اب تم انکار کر رہے ہو، اس دن تو تقویٰ کیسے ہی بنے گی جب طفلان (مکتب بھی) بڑے بوڑھوں (کی طرح) باتیں کرتے ہوں گے، جب اس (ذہنی ارتقاء کے ساتھ) آسمان کے پوست کندہ حالات منکشف ہوں گے، اس دن کا وعدہ ہو چکا ہے"

---

[۱] سونے کا زیور وغیرہ کا ذکر اس آیت میں ہے جس میں عدن کا لفظ ہے، پتہ نہیں یہ علاقہ کب ایرانی تہذیب کا مظہر رہا ہے، جہاں "دجلہ و فرات" بہتے ہیں اور جس کا مذکور تخلیق آدم کے ضمن میں توراۃ میں ہے، شاید عباسی دور میں یہ وعدہ پورا ہوا ہو۔

Marfat.com

(مذاہب اسلامیہ ص۳۲۶)

اور جب طفلانِ مکتب ایسے ہو جائیں گے تو یہ پیشین گوئی پوری ہو گی، اور "ذہنی ارتقاء" سے طفلانِ مکتب کا ایسا بن جانا دراصل وہ خلق جدید ہے جو الیوم الآخرت سے متعلق ہے جس کے متعلق قرآن میں ارشاد ہوا ہے کہ ان یشاء یذھبکم و یات بخلق جدید الآیۃ ۲۲/۱۵ (ملخص مذاہب اسلامیہ ص۳۲۶)

یہاں تک تو آپ نے ایمانیات و عقائد سے متعلق اُن "حقائق و معارف" کا مشاہدہ کیا جو صاحب وحی کے احاطہ علم و فہم میں (نعوذ باللہ) آ ہی نہ سکتے تھے کیونکہ یہ عقل کی ترقی سے وابستہ تھے، اور اب جبکہ عقل نے ترقی کی، دماغوں کو مغرب سے روشنی ملی اور "ذہنی ارتقا" اس بام عروج پر پہنچا تب کہیں جا کر اصلاح ہو سکی اور اس اصلاح کی واحد شکل یہ تھی کہ رسول اللہ کو درمیان سے ہٹا دیا جائے، ورنہ اس قدغن کے رہتے ہوئے، نہ اس کی گنجائش تھی کہ منکر قرآن اور منکر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ "رواداری" برت کر اس "خانۂ نجات" کا دروازہ کھولا جا سکتا تھا جس کے مکینوں میں ابوبکر و عمر اور عثمان و علی اور دیگر صحابۂ کرام اور صدیقین و شہداء و صالحین ہیں، نہ

ملہ ہو رشاید یہی وہ خلق جدید ہے جس کا تذکرہ اس آیت میں ہوا ہے کہ وَقَالُوا ءَاِذَا کُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا یعنی (یہ منکرین قرآن) کہتے ہیں کہ جب ہم (مر کر بوسیدہ) ہڈیاں اور چورا چورا ہو جائیں گے تو کیا از سرِ نو پیدا ہو کر اٹھیں گے؟ ——— ؟

Marfat.com

یہ کہنے کی جرأت تھی کہ "قرآن میں ریب ہے"۔ نہ اس گمراہ کن ادّعاء کا موقع تھا کہ "صحیفۂ فطرت سرچشمۂ وحی ہے"، نہ یہ ضلالت راہ پاسکتی تھی کہ "قرآن الیوم الآخر کو بطور عقیدہ کے نہیں منواتا" نہ اس فریب کاری کا جال بچھایا جاسکتا تھا کہ "دین الحق یعنی اصطلاحی اسلام خدا کے فطری و تکوینی قانون میں انسان کے جکڑے رہنے کا نام ہے"۔ نہ قیامت وحشر ونشر سے متعلق آیات کو توسین لگا لگا کر اسی دنیوی زندگی کے مستقبل سے وابستہ کرنے کے لئے توڑنے مروڑنے کی جسارت کی جاسکتی تھی اور نہ نصوصِ قرآنی کی اس بیباکانہ تکذیب کی جرأت ہوسکتی تھی کہ "قیامت کا ایسا وقت ہونا غلط ہے جبکہ کل کائنات فنا ہوجائے گی"۔ اس طرح مغرب پرستی اور اسلام سے باغی طبیعتوں کی ان جرأتوں اور کارگزاریوں کے مدنظر اس کے سوا کیا ہے کہ قرآن مشکوک ہوکر رہ جائے۔

عقائد و ایمانیات میں ان شرمناک تصرفات کے بعد اسلام کے بعض عملی ارکان سے متعلق فساد انگیزی و رخنہ اندازی کے مساعی ملاحظہ ہوں:۔

تخریب صلوٰۃ | نماز سے متعلق "قرآنی فیصلے" کے علم سے پیشتر نفس عبادت کے متعلق آپ پر یہ حقیقت واضح ہوجانی چاہیے کہ:۔

"اللہ نے قرآن میں عبادت کی کوئی خاص صورت معین نہیں کی ہے، کہیں فرمایا کہ ہمارا ذکر کرو، کہیں صلوٰۃ کی تاکید کی، اور کہیں قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبہم (اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے ہوئے) تعدیل

Marfat.com

کا حکم دیا، قرآن نے عبادت کی ان تمام صورتوں کو منظور کیا ہے بلکہ ایک مقام پر تو یہود و نصاریٰ کی عبادت کو بھی "سرکاری طور پر" تسلیم کرلیا ہے .... ذکر و عبادت کے یہ مختلف طریقے[1] ازل سے دنیا میں موجود ہیں، جن سے کبھی کسی نبی نے تعرض نہیں کیا، جس طرح ورزش، تعلیم اور تحریر کے مختلف طریقے قابلِ اعتراض نہیں، بلکہ مستحق ستائش ہیں اسی طرح عبادت کے مختلف طریقے بھی مستحسن و قابلِ تکریم ہیں، .... قرآنی سیاست کی بلندی دیکھئے کہ اس نے خود کوئی طریقۂ عبادت معین نہیں کیا، دوسروں کی عبادت کو "سرکاری طور پر" تسلیم کرلیا۔" (ایک اسلام ص۳۹-۴۰)

اس کے بعد آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ صلوٰۃ دراصل کیا تھی؟ اس کی اہمیت اتنی کیوں تھی؟ اور قرآن نے لفظ صلوٰۃ سے کیا سمجھانا چاہا تھا، مگر (نعوذ باللہ) رسول کی کوتاہ فہمی نے اس لفظ سے کیا سمجھ لیا، پھر وہی صحابہ کو سمجھایا، صحابہ نے بعد والوں کو حتی کہ آج تک صلوٰۃ سے امتِ مسلمہ وہی غلط مفہوم و معنی سمجھ کر خسارہ میں رہی :-

(۱) حوصلہ افزائی، رسول سے کہا گیا تھا کہ :-

---

[1] یعنی کسی کا قبلہ رو ہو کر نماز پڑھنا، کسی کا شمال کی طرف منہ کر کے توراۃ کی تلاوت، کسی کا مشرق کی طرف پانی اچھالنا، کسی کا جلتی آگ کے گرد گھومنا اور کسی کا پالتی مار کر تصور (جانان؟) میں محو رہنا وغیرہ وغیرہ

Marfat.com

"وصل علیھم ان صلوٰتک سکنٌ لھم اے رسول تو تعریفی الفاظ سے ان صحابہ کا حوصلہ بڑھا کہ تیری تعریف سے ان میں سرور سکون (سکنٌ) حاصل ہوتا ہے۔" (ایک اسلام صـ۳۱۲)

(۲) پروپگینڈا کرنے کی ہدایت اللہ میاں نے رسول کو دی تھی اور اسی کو ذکر سے بھی تعبیر کیا ہے:۔

یذکرون اللہ قیاماً وقعودا وعلی جنوبھم مسلمانوں کا کام اٹھتے بیٹھتے اور سوتے اللہ کا پروپگنڈا (ذکر) کرنا ہے۔"

(ایک اسلام صـ۳۱۳)

ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما اللہ اور اس کے فرشتے ارض وسما میں رسول عربی کا چرچا کر رہے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی اس کے پیغام کا چرچا کرو اور اس کے سامنے جھک جاؤ۔...... اس آیت کی مشہور تفسیر یہ ہے کہ — خدا اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں، اے مسلمانو! تم بھی اس کا درود پڑھا کرو — کس قدر بے جان اور بے مغز تفسیر ہے، اس تفسیر نے مسلمانوں کو فن تشہیر سے محروم کر دیا......آیات بالا کی رو سے پیام رسول کی پبلسٹی فرض ہے۔" (ایک اسلام صـ۳۱۴۔ صـ۳۱۵)

" اسلامی نماز ایک خاص طریقے سے پڑھی جاتی ہے اور اس میں چار چیزیں ضروری ہیں، قیام، رکوع، سجدہ اور قعدہ اور اس

Marfat.com

درمیان میں خدا کی تکبیر و تسبیح ہوتی ہے' لیکن ایک شخص مسلمان ہو کر اپنے ہی طریقہ کی نماز پڑھے جس میں اصنام یا انصاب پرستی نہ ہو بلکہ خدا کی تکبیر و تحلیل ان کے اپنے طریقوں کی ہو تو اُسے نماز کی قائم مقام سمجھنا چاہیئے۔" (مظاہرۂ قرآن صـ۱۳۴)

اور اگر آپ کو اس پر اصرار ہی ہے کہ نماز کسی خاص ہیئت کذائی کا نام ہے' اور اس کے کچھ اوقات و ارکان ہیں تو پھر آپ کے اصرار کی رعایت کرتے ہوئے قرآن میں تھوڑی لچک پیدا کی جا سکتی ہے' لہذا یہ اصلاح فرمالیں کہ :۔

"قرآن میں دو ہی نمازوں کا مذکور ہے' صلوٰۃ الفجر اور صلوٰۃ عشاء" (خواجہ عباد اللہ اختر بی اے طلوع اسلام مئی ۱۹۵۰ء)

"فرض صرف دو نمازیں ہیں' جن کے اوقات بھی دو ہیں' اور رکعات بھی دو۔" (خواجہ عباد اللہ اختر بی' اے طلوع اسلام اگست ۱۹۵۰ء)

صلوٰۃ عشاء سے مروّجہ عشاء والی نماز نہ سمجھی جائے' بلکہ عشاء سے مراد اس "حاملِ قرآن" کے نزدیک "نمازِ شام" ہے۔ اور اگر آپ اب بھی بضد ہیں' تو لیجئے' آپ کی خاطر ایک وقت کی نماز کی اور گنجائش نکالی جا سکتی ہے' اب زیادہ نہ بولئے گا :۔

"قرآن سے جو اوقاتِ نماز واضح ہیں' وہ صرف فجر' عصر' اور عشاء کے ہیں' ظہر اور مغرب کی نماز کا کہیں ذکر نہیں" (مطالعۂ حدیث[1] صـ۱۴۹)

قرآن کی کسی آیت سے پانچ وقت کی نماز ثابت نہیں ہوتی۔" (مطالعۂ حدیث صـ۱۵۰)

---

[1] [illegible] اے ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر

Marfat.com

رہی یہ بات کہ ظہر و مغرب کی جو نمازیں پڑھی جاتی ہیں ان کی اصلیت کیا ہے تو آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ فرقۂ مانویہ، زنادقہ اور منافقین اسلام نے مسلمانوں کو کاروباری ترقی سے محروم کر دینے کی خاطر یہ چال چلی تھی۔ تاکہ بزنس (BUSINESS) اور معاشی تگ و دو کے ان ہماہمی والے اوقات میں مسلمان ٹکریں مارتے رہیں، اور یار لوگ باری لے جائیں۔ منافقین کی یہ کارستانی ساتویں صدی ہجری کی ہے :۔

"..... اوقات صلوٰۃ میں قرآن سے زائد اوقات زنادقہ کیوجہ سے پیدا ہوئے ..... وہ مسلمانوں کو معاشرتی و کاروباری ترقی سے محروم کرنا چاہتے تھے اور اس کے ساتھ اسلام کو ایک سخت اور ناقابل عمل مذہب دکھلا کر عوام کو اس سے برگشتہ کرنا چاہتے تھے"

(مطالعہ حدیث ص۱۴۹)

"نماز پنجگانہ اسلام میں کیونکر پیدا ہوئی، میرا خیال ہے کہ اس کی ابتدا اس وقت ہوئی جب معراج کی حدیث وضع ہوئی، یعنی ساتویں صدی ہجری۔" (مطالعۂ حدیث ص۱۵۵)

اور اگر اب بھی آپ کی تشفی نہیں ہوئی اور آپ کہیں سے ایسا ٹھوس تاریخی واقعہ بتاتے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے وقت بھی پڑھی جو آپ کی اصطلاح میں ظہر ہے، یا ایسے وقت بھی پڑھی جسے آپ مغرب سے تعبیر کرتے ہیں، تو یہ دراصل آپ کی کوتاہ عقلی ہے قصہ اصل میں یہ ہے کہ :۔

Marfat.com

"درحقیقت ظہر اور مغرب کوئی وقت نہیں بلکہ محض اوقات عصر و عشا میں تقدیم و تاخیر سے پیدا ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی عشاء کی نماز جلدی پڑھ لی اور کبھی دیر کر کے، اسی طرح عصر کی نماز کبھی دن ڈھلنے کے اول وقت پڑھ لی اور کبھی دن ڈھلنے کے آخر وقت، دیکھنے والوں نے یہ سمجھا کہ آپ نے دو علیحدہ اوقات میں نماز ادا کی ہے۔" (مطالعۂ حدیث ص ۱۴۹)

رہا یہ سوال، کہ عشاء کی نماز جو جلدی پڑھی گئی یا جو دیر کر کے پڑھی گئی، دونوں حالتوں میں رکعات کی تعداد مساوی ہونی چاہیئے، لیکن صورتِ حال یہ ہے کہ مغرب والی یعنی جلدی عشاء پڑھی جانے والی نماز کی تین رکعتیں ہیں اور دیر کر کے عشاء پڑھی جانے والی کی ۴ رکعات ہیں، تو اس پیچیدگی کا کیا حل ہے؟ اس کا جواب چونکہ "مطالعۂ حدیث" میں نظر سے نہیں گزرا، اس لئے بالفعل آپ سمجھ لیجئے کہ یہ بھی "نظری دھوکا" تھا، پڑھی تھی دونوں حالتوں میں برابر ہی، دیکھنے والوں نے عشاء کی نماز جلدی پڑھی جانے والی کی رکعات تین دیکھ لیں اور دیر کر کے عشاء کی پڑھی جانے والی نماز کی ۴ رکعتیں دیکھ لیں ——؟

صوم یہ تو ہوا نماز کا حال، اب روزہ کے متعلق آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ قرآن تو ناطق ہے ہی اور:—

"تاریخ سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ رمضان کے روزے ابتدا میں تین ہی دن کے فرض تھے" (سیرۃ النبی ج دوم ص ۱۱۶)
(مطالعۂ حدیث ص ۱۶۷)

Marfat.com

"ابتدا میں" ، یعنی دورِ نبوی میں، بعد والوں نے جب سے کہ "عجمی سازش" ہوئی، ایک ماہ کا فرض بنا دیا۔ یا زیادہ سے زیادہ رمضان کے آخری عشرہ میں صرف ۹ دن تک روزے کی فرضیت ہے بھلا بتائیے کہ کس قدر غلط فہمی میں آپ ابتک مبتلا رہے کہ روزہ ایک مہینہ (رمضان بھر) کا فرض ہے، اور قرآن نہ سمجھنے کے سبب اب تک آپ اپنی جان کو ہلکان کرتے رہے:-

---

لہ اور اس تاریخی ثبوت کے لئے آپ نے دیکھا کہ حوالہ میں سیرۃ النبی ج ۲ کا صرف نام دے دیا گیا ہے، اُس کی عبارت نقل نہیں کی گئی ہے، یہ صریح خیانتِ نقل ہے، جو محض اپنے ادعائے باطل کو ثابت کرنے کی خاطر اختیار کی گئی ہے، ملاحظہ فرمائیے سیرۃ النبی ج ۲ کی عبارت یہ ہے :-

"اہل عرب روزہ کے بہت کم خوگر تھے، اول اول روزہ ان پر شاق ہوا، اس لئے نہایت تدریج کے ساتھ روزہ کی تکمیل کی گئی اول اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو سال میں تین روزے رکھنے کا حکم دیا پھر روزے کی فرضیت نازل ہوئی تو یہ اختیار رہا کہ چاہے روزہ رکھے اور چاہے روزہ کے بدلے ایک غریب کو کھانا کھلا دے رفتہ رفتہ جب لوگ روزے کے خوگر ہو چلے تو یہ آیت اتری فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ جو رمضان کا مہینہ پائے وہ ضرور روزہ رکھے۔ اب بالیقین روزہ فرض ہوگیا، اور فدیہ کی اجازت جاتی رہی"۔

ہر وہ شخص جو تھوڑی بہت بھی اردو جانتا ہے وہ اس عبارت سے سمجھ سکتا ہے کہ سال میں تین روزوں کے رکھنے کا حکم رمضان کے فرض روزوں سے قبل کا بیان ہے، رمضان کے روزوں سے اس تعداد کا کوئی تعلق نہیں۔

Marfat.com

"ایاماً معدودات کے کیا معنی؟ گنتی کے چند روز، اگر تم کو عربی آتی ہے تو غالباً تم جانتے ہو گے کہ ایّام بروزن افعال جمع ہے یوم کی اور جمع قلت ہے یعنی وہ جمع جو دہائی سے نہ بڑھے.....

ایاماً معدودات کا اشارہ ثابت کر رہا ہے کہ روزے دس دن سے زیادہ نہیں ہو سکتے، اور اس لئے درحقیقت روزے جو مسلمانوں پر قرآن کی رو سے فرض معلوم ہوتے ہیں وہ ۲۰ر رمضان سے ۲۹ر رمضان یا صحیح عدد تک ہیں" (مطالعہ حدیث ص۶۶ تا ۷۰)

اور رمضان کا آخری عشرہ (۲۱ تا ۲۹ رمضان) اس لئے کہ شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن آیا ہے، اور "تاریخ سے ثابت ہے" کہ قرآن رمضان کے اخیر عشرہ میں نازل ہونا شروع ہوا تھا"—— غرض یہ کہ اصل فرض تو ۳ دن کے روزے ہیں، اور ویسے اگر ۳ دن سے زیادہ فرض قرار دینے ہی کا آپ کو شوق ہے تو ۹ دن تک لے جائیے، اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں، اس لئے کہ ایام جمع قلت ہے، جس کا اطلاق ۳ سے ۹ تک ہوتا ہے۔

اس برہان قاطع سے آپ پر یہ بات بھی منکشف ہوگئی ہوگی —
"اگر آپ کو عربی آتی ہے"—— کہ آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ۹ سے زیادہ نہ تھے، اس لئے کہ ان پر اصحاب کا لفظ بولا جاتا ہے، جو بروزن افعال ہے لہذا جمع قلت ہے۔ اور معتزلہ جو اپنے آپ کو "اصحاب العدل والتوحید" کہا کرتے تھے تو ان کی تعداد بھی زیادہ سے زیادہ

Marfat.com

تو یہی تھی، اسی طرح قرآن میں جو اصحاب المیمنۃ اور اصحاب المشئمۃ آیا ہے، تو ان میں سے کوئی بھی گروہ دو افراد سے زیادہ پر مشتمل نہ ہوگا، اور بقیہ سارے لوگوں کے ہاتھوں میں ایک ایک نسخہ "مطالعۂ حدیث" کا دے دے کر رخصت کر دیا جائے گا ——— ؟

یہاں پہنچ کر آپ کے ذہن میں کوئی سوال ابھر رہا ہو تو اس کا جواب سن لیجئے :-

" آپ کہہ سکتے ہیں کہ جب یہ صورت حالات ہے تو پھر مسلمان بننے کی ضرورت کہاں باقی رہ جاتی ہے، عیسائی رہ کر نیک عمل کئے جاؤ، نہ قرآن پر ایمان لانے کی ضرورت اور نہ رسول پر، سارے اسلام سے چھٹی مل گئی۔ یہ سوال اسلام کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے، اسلام کسی زبانی اقرار کا نام نہیں ہے، بلکہ نیکی کا نام ہے۔ اگر ایک عیسائی نیکی کر رہا ہے تو وہ قرآن کی رو سے مسلمان ہے، رسول اور قرآن کا صحیح پیرو وہی ہے، جو نیک ہو، نہ وہ جو کلمہ پڑھکر سارے جہان کی بدمعاشیاں کرتا پھرے، آپ کے یہاں اسلام چند عقائد کا نام ہے، اور قرآن کے نزدیک صرف نیکی تھا، اس لئے خدا اور رسول کا صحیح پیرو وہ ہے جو ان احکام پر عمل کر رہا ہے، خواہ اس پر عیسائیت

لے عام ازیں کہ زبان سے مسیح کو اللہ، ابن اللہ اور تین میں کا ایک کہے اور عام ازیں کہ زبان سے عزیر ابن اللہ کی آواز نکالے۔

ے نیکی کی تعریف اور اس کا مصداق سن لیجئے، اور "ان احکام" پر مطلع ہو جائیے،

Marfat.com

کا لیبل لگا ہوا ہو یا یہودیت کا، نہ وہ جو خدا اور رسول کا صرف زبانی قائل ہو عملاً کافر۔ (دو اسلام[1] ص۱۹۳)

فرمائیے! دورِ نبوی میں اور پھر عہدِ خلفائے راشدین میں کتنی بڑی (نعوذ باللہ) غلطی کی گئی، اور قرآن نہ سمجھنے کا ثبوت دیا گیا کہ ملک کے سارے یہودیوں اور عیسائیوں کو ذمی بنا کر رکھا گیا، اور ان سے جزیہ لیا گیا، حالانکہ ان میں سینکڑوں اور ہزاروں نیک لہٰذا "قرآن کی رو سے "مسلمان" ہوں گے" اور خدا و رسول کے صحیح پیرو۔

آپ نے محسوس کر لیا ہوگا کہ کس طرح چپکے سے نہایت دھیمی چال چلکر

(بقیہ پچھلے صفحہ سے) کہ مبادا آپ کسی غلط فہمی کا شکار ہو جائیں:۔

"خدا کو ماننا، سچ بولنا، ماں باپ کی خدمت کرنا، چوری، زنا، جھوٹ دھوکہ بازی، شراب نوشی اور جھگڑے فساد سے بچنا، سودے کم نہ تولنا وعدوں کو پورا کرنا، انسانی خدمت، خلق خدا سے محبت، غریبوں کو کھانا کھلانا، گرے ہوئے کو اٹھانا، اندھے کو راہ دکھانا وغیرہ وغیرہ" (یعنی رواجی نیکیاں) ظاہر ہے کہ یہی اوامر و نواہی ہیں، اور انھیں کا دوسرا نام اسلام ہے" (ایک اسلام ص۵۹-۶۰)

اور خدا کو ماننے کا مطلب آپ جان چکے ہیں کہ ـــ "دنیا کے تمام انسان اللہ پر ایمان رکھتے ہیں فرشتوں اور دیوتوں کے بھی قائل ہیں الخ" دوسری بات یہ کہ "اوامر و نواہی" میں صوم صلوٰۃ" اور زکوٰۃ اور حج" اور جہاد فی سبیل اللہ" وغیرہ کا شمار نہیں ہے ـ یہ بات بھی گرہ میں بندھ لیجیے۔

[1] مصنفہ ڈاکٹر غلام جیلانی برق - ایم - اے - پی - ایچ - ڈی -

Marfat.com

اس فتنۂ انکارِ حدیث نے سحر کی مانند صحن دین میں قدم رکھا اور اس کی بظاہر معصومانہ اور انتہائی سبک چال سے دھوکا ہوتا تھا کہ اگر اس کے تہ پا گوہر شبنم بھی آئے تو نہ ٹوٹے، لیکن اس نے تدریجاً اسلام کی بیخ کنی شروع کی تا آنکہ اس مرحلہ پر پہنچ کر اس نے معتقدات کو پامال کرنے کی ٹھانی اور توحید، رسالت، کتاب اور آخرت کا حلیہ بگاڑنا شروع کر دیا، صوم وصلوٰۃ جیسے بنیادی ارکان اسلام پر تیشہ چلانے کی ابتدا کی اور اس طرح دین کے سارے مسلّمات وقطعیات کو ملیا میٹ کر دینے کا آغاز کر دیا اور یہ سب کچھ قرآن کا نام لے کر ہو رہا ہے' قرآن کے کسی لفظ کا انکار نہ کرتے ہوئے ہو رہا ہے' قرآن کے معنی ومنشا میں اس قسم کی تحریفوں کی بھلا گنجائش کیسے نکل سکتی تھی اگر حدیث وسنت کی تعیین وتشریح کا تدعن (?) باقی رکھا جاتا، اس لئے دوربینی کا تقاضا یہ تھا کہ اسی "قول فیصل" کو قرآن سے محبت وشغف کا دم بھرتے ہوئے ساقط الاعتبار قرار دے دیا جائے، چنانچہ یہیں سے ابتدا کی گئی اور نوبت بہ ایں جا رسید کہ پوری عمارتِ دین ڈھا دینے کی مہم شروع ہے اس طرح آپ کو اس کا بھی بخوبی اندازہ ہو گیا ہو گا کہ "جمعیۃ اخوان الصفا" کے منسلکین جس نظریہ کی تبلیغ کرتے رہے تھے، وہی روح یہاں کس طرح اپنا کام سرانجام دے رہی ہے' رواجی نیکیوں ہی کا دوسرا نام اسلام ہے' یہودیت ہو یا عیسائیت' مانویت ہو یا ثنویت سب کی اچھائیاں لے کر ایک مخلوط تیار کیا جانا چاہیے جو عالم انسانیت کا دین قرار پائے اور جس باطل نظامِ تعلیم اور حکومت وقت کے جس محبوب

رواج دادہ علوم وفنون کے اثرات نے اُن زمانوں میں جیسے گُل کھلائے تھے، اب عہدِ حاضر کے مغربی علوم و افکار اور رائج الوقت نظریات اس طور پر اپنے اثرات دکھا رہے ہیں، اُس زمانے میں یونان اور عجم کے فلسفہ و نظریات کی زبانی اسلام کی تعلیم حاصل کی گئی تھی اور اب یہاں مستشرقین کا القا کیا ہوا مغربی زبان سے اسلام سیکھا گیا ہے، ظاہر ہے کہ پھر جبینیں ان آستانوں پر سجدہ ریز کیوں نہ ہوتیں، چنانچہ ہوئیں اور اس شان سے ہوئیں کہ امریکہ و برطانیہ کو "علیٰ جنیتہٖ" ثابت کیا گیا، اہل مغرب کو متقین کا درجہ عطا فرمایا گیا، انگریز کی شان میں قصائد مدحیہ پڑھے گئے، امریکہ، برطانیہ اور روس کی سرگرمیاں قرآن کی ۷۵۶ آیتوں کی عملی تفاسیر قرار دی گئیں منافقوں اور اصنام پرستوں کے تملق میں ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی گئی، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مداہنت کا اتہام تک لگا ڈالا گیا۔

تملّق اور مرعوبیت ذہن

اس مغرب زدگی، تملق اور مرعوبیت ذہن کے مزید ثبوت درکار ہوں تو وہ درج ذیل ہیں۔

"موجودہ اقوام عالم کی مثال ہمارے سامنے ہے، جن اقوام میں ضبط، ایثار، محنت، تلاش علم، اتحاد، صبر، عزم، یقین اور تسخیر عناصر جیسے اعمال صالحہ پائے گئے اللہ نے انھیں تمکن فی الارض، عزت، جلال اور آفاقی کائنات کے انعامات سے نوازا..... اور جو لوگ دعا کو عمل کاہلی کو توکل، انتشار کو

Marfat.com

وحدت دلق دریدہ کو گلیم نقش یونانی خرافات کو معراج علم، کلمہ کو کلید جنت، نور کو ظلمت، ابلہی کو کمال خرد سمجھتے تھے اللہ نے انھیں رسوا کن سزائیں دیں، .... وہ ایک ایک ڈالر کے لئے امریکہ کے محتاج ہو گئے، ان کے علمی، صنعتی اور فوجی اداروں پر زنگ مسلط ہو گیا، ان کے پاس صناع نہیں، حرفت نہیں ماہر علوم نہیں .... الغرض مذہبی پندار ذہنی غرور اور ایک پست قسم کے اسلام کے بغیر وہاں کچھ بھی نہیں ایک طرف محنت، عمل الیقین پہاڑوں کو ہلا دینے والا ایمان، آسمانوں کو آٹ دینے والا عزم (وغیرہ وغیرہ) ہیں اور دوسری طرف لایقینی بے مقصدی (وغیرہ وغیرہ) کے بغیر کچھ بھی نہیں، سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا عمل پسند اللہ کی نگاہ میں یہ دونوں گروہ برابر ہیں ؟ ہرگز نہیں، اعمال کا فیصلہ نتائج سے کرو، پہلے ان اقوام کے اعمال کا جائزہ لو پھر ان انعامات کی بارشوں کو دیکھو جو ان پر پیہم برس رہی ہیں، اور اس کے بعد اگر گوش حق نیوش وا ہو تو اس فیصلہ کو سنو فمن کان علیٰ بیّنۃ من ربہ کمن زین لہ سوء عملہ واتبعوا اھواءھم، ایک گروہ کے پاس حقائق و بیّنات ہیں اور دوسرے کو کج نظری کی وجہ سے اپنے بداعمالیاں بھی حسین نظر آتی ہیں، اور وہ مبتلائے پندار ہے (اتبعوا اھواءھم) یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے ۔" (ایک اسلام صفحہ ۲۹ تا ۳۱)

"اگر ہم کسی انگریز کے سامنے اپنا یہ عقیدہ بیان کریں کہ غیر مسلم کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں تو وہ ہمارے اس احمقانہ نظریہ پر کھلکھلا کر ہنس دے گا، اور کہے گا، ویل اگر ایک عیسائی کا محنت برباد ہو جانا مانگتا ہے تو پھر ہم کو خدا نے اتنا علم، ڈولٹ، اور اتنا بڑا سلٹنٹ کیسے دے دیا (دوبارہ قہقہہ) کیا یہ سب کچھ محنٹ کا پھل نہیں ہے؟"

(ایک اسلام صفحہ ۳۳)

"جس اللہ نے ہمیں یہاں کاہلی کی سزا ناکامی و نامرادی کی صورت میں دی اور اقوام فرنگ کو ان کے بلند اعمال کے صلے میں وارث زمین بنا ڈالا کیا وہاں ان کے بلند اعمال کو کاہلی اور ہماری کاہلی کو عمل سمجھ کر جزا و سزا کا معیار بدل ڈالے گا؟ کبھی نہیں من کان فی ھذہ اعمی فھو فی الآخرۃ اعمی جس شخص نے یہاں اندھوں کی سی زندگی بسر کی اسے وہاں بھی دنیائے نور و ضیائے سے محروم کر دیا جائے گا...... کتنا بڑا ظلم ہے اگر ایک مسلمان کسی اندھے حافظ کو حلوے کی ایک پلیٹ بھیج کر جنت کا مستحق بن جائے اور سر جینز کا تمام علم اس کی روشن تصانیف، تہذیب انسانی کے ارتقا میں اس کی لازوال خدمات اور اس کے تمام ایمان افروز کائناتی انکشافات محض اس لئے ضائع جائیں کہ وہ کلمہ شریف نہیں پڑھتا، اگر حقیقتاً خدائے قرآن کا فیصلہ وہی ہے جس کی تفصیل ہمارے صبر اور کج نظر ملا پیش کرتا ہے تو اس فیصلہ کو میرا دور سے سلام" (ایک اسلام صفحہ ۳۴-۳۵)

سلہ صفحہ ۱۳۲ پر دیکھئے۔

Marfat.com

" امن عالم کے متکفل اور تعاون اقوام کے متلاشی مسلمان کے لئے ضروری تھا کہ وہ تمام اقوام عرب و عجم، فرنگ و حبش، چین و ہند و ایران و یونان کے انبیا مثلاً موسیٰ، عیسیٰ، ابراہیم و محمد، رام و کرشن، سقراط

(ص۱۴۳ کا فٹ نوٹ)

لہ یہ لکھنے کے بعد صاحبِ تحریر کو قرآن کی آیت ... اولئک الذین کفروا بآیات ربھم ولقائہ فحبطت اعمالھم فلا نقیم لھم یوم القیامۃ وزنا یاد آئی، ضمیر نے کہا کہ عملی حیثیت سے متعقدات و ارکان اسلام میں فساد ڈال کر جب اسلام کو دور سے سلام کر ہی دیا ہے تو جرأت دکھاؤ اور زبان سے صاف صاف سلام کر ڈالو، مگر اسلام میں رہ کر تخریب اسلام کی مصلحت نے ایسا نہ کرنے دیا چنانچہ "حبط اعمال" پر بارہ صفحات میں دریائے فلسفہ و معارف بہائے گئے ہیں اور بتایا گیا کہ اس معاملہ میں مسلم و غیر مسلم سب برابر ہیں، ہر بار عمل کا نتیجہ عمل برباد ہو جاتا ہے مثلاً ایک شخص جو ملازمت کے مختلف مراحل طے کرتا ہوا بہت بڑے منصب پر جا پہنچا، لیکن رشوت لیتا ہوا پکڑا گیا اور جیل میں پھینک دیا گیا (حبطت اعمالہ) ساری نفاظیوں اور عبارت آرائیوں کے باوجود اس کا کوئی جواب بن نہیں پڑتا ہے کہ اس آیت میں آیات و لقائے رب کے منکرین کی صراحت ہے، اس میں " رواجی نیکیاں " کرنے والوں کی استثنا کس دلیل قطعی کی بنا پر ہو گی؟ رہی آیت ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ تو ابتدا ہی میں بطور پیش بندی اس آیت کو خدا کے تکوینی قانون کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا تھا۔ اور بتایا گیا تھا کہ آئین فطرت کی پابندی کا ہی نام اسلام ہے، جو فطرت کی اس پابندی سے گلو خلاصی چاہے گا تو اس کی یہ خواہش قبول نہ کی جائے گی، اس لئے اختیاری اعمال کے باب میں اس آیت کی بنا پر کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

Marfat.com

وکنفوشش اور زرتشت و بارہ علیہم السلام کی صداقت اور ان کے صحائف پر ایمان لاتا' ان کی تعلیمات پر مقالے لکھتا' ان کا تطابق قرآن سے ثابت کرتا۔" (ایک اسلام ص۲۵)

" قرآن نے یہ فرض مسلمانوں پر عائد کیا تھا کہ وہ اقوام ملل کے انبیاء وصحائف پر ایمان لائیں..... اور دنیا میں پھر پھر کر اس حقیقت کو واضح کریں کہ اعمال ضائع نہیں ہوتے..... جو نیک عمل کرے گا جزا پائے گا اور جو بدی کا مرتکب ہوگا خدائی عضب کا شکار بنے گا' خواہ اس کا دامن قرآن سے وابستہ ہو یا انجیل وگیتا سے' لیکن مسلمان اس فرض[1] کو صدیوں سے ترک کر چکے ہیں" (ایک اسلام ص۱۲)

" متقین کا مصدر تقویٰ ہے جس کے معنی ہیں حفاظت' بچاؤ' ڈیفنس یعنی متقی وہ لوگ ہیں جن کا ڈیفنس مضبوط ہو جن کی سرحدیں مستحکم ہوں جو مہیب عسکری طاقت کے مالک ہوں اور جن کا کردار اتنا بلند ہو کہ ان پر کسی قسم کا حملہ نہ کیا جا سکے تو آج تقویٰ کی یہ شان خوفناک اسلحۂ جنگ کے بغیر پیدا نہیں کی جا سکتی"[2] (دو اسلام ص۲۶۲)

---

[1] مسلمانوں پر تو یہ فرض عائد کیا جا رہا ہے اور دوسروں کے لئے' جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے' ایمان بر محمد ضروری نہیں' بلکہ قبولیت اعمال کے لئے سرے سے کسی رسول پر ایمان ہی کی شرط نہیں۔

[2] لہٰذا آج ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کے صنعت کار ممالک ہی متقین ہیں۔

Marfat.com

"جہاں اہلِ اسلام کی حکومت ہے وہاں خلفاء کا انتظام بھی شوریٰ کے ساتھ بخوبی ہو سکتا ہے لیکن جہاں اسلامی حکومت نہیں، وہاں قوانین بھی اسلامی نہیں، چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا...... حاصل یہ ہے کہ حق خلافت وہاں کے بادشاہوں نے خود اپنے ہاتھ میں لیا ہوتا ہے۔ پس ان کے اس حق میں ہمارے مشورہ یا دخل کا کوئی کام باقی نہیں ہوتا، ایسی حالت میں وہاں رہ کر حق خلافت[1] اسی گورنمنٹ کے لئے تسلیم کرنا لازم ہوگا، ہاں جہاں تک وہ گورنمنٹ اجازت دے ہم اپنے اولوالامر سے فیصلے کرائیں ...... لیکن جہاں وہ گورنمنٹ اپنا دخل ضروری سمجھے اس میں صرف اُسی گورنمنٹ کی طرف ہی رجوع[2] کرنا پڑے گا اور اس کے انتظامی فیصلہ بغیر کسی کھوٹ[3] کے تسلیم کرنے ضروری ہوں گے" (برہان القرآن صـ۱۱۹

بہ سلسلۂ تفسیر و تشریح اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول)

---

[1] افسوس کہ مسلمانانِ ہند نے انگریز کی "خلافتِ قرآنیہ" کی قدر نہ کی اور اس کے حق خلافت کو نہ جانا، اور آزادی کے لئے جدوجہد اور حصولِ پاکستان میں اپنی بیشمار جانیں اور عصمتیں برباد کر ڈالیں۔

[2] یہ ہے مذکورہ گورنمنٹ کی "قانونی حیثیت" یعنی وہ "مرکزِ ملت" جہاں سے آخری فیصلہ حاصل کیا جا سکے، اس لئے اس کی طرف رجوع (ردوہ) کیا جائے گا۔

[3] یہ ہے فلا وربک لا یومنون ...... ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما کا مصداق۔

Marfat.com

"امر تجربہ اور روزمرہ مشاہدہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ ہر ایک شخص پر انکشاف حق نہیں ہوتا، اس لئے جس[1] پر ہوتا ہے اس کی شہادت پر اعتبار کرنا واجب ہے، دور[2] جانے کی ضرورت نہیں، علمی انکشافات جن کے قلب پر ہوتے ہیں وہ ان کا اعلان عوام میں کرتے ہیں، کوئی مانے یا نہ مانے اس کا اختیار ہے لیکن جو مانتے ہیں اور ان کو اعتقاداً اور عملاً تسلیم کرتے ہیں، فائدہ میں رہتے ہیں، اور جو مانتے ہوئے عمل نہیں کرتے یا اعتقاداً اور عملاً نہیں مانتے خسارہ میں رہتے ہیں ان میں علمی انکشافات کا عملی نتیجہ وہ ایجادات ہیں جن سے ہمارا معیار زندگی بلند ہو رہا ہے"

(مذاہب اسلامیہ ص۲۴۲)

"یہ اچھی طرح ذہن نشین کرنا چاہیے کہ قرآن نے ہمیں نبوت یعنی دینی حکومت، اور ملوکیت یعنی دنیوی حکومت سے آزادی کی سند منجانب اللہ عطا کی[3] ہے، اور احکام کا وضع کرنا جو ایام جاہلیت میں انبیاء کا کام تھا اب "شوریٰ" کا فرض ہے، ترقی یافتہ قومیں "پارلیمنٹ" اور "مجالس وضعان قانون" میں یہی خدمت سرانجام دے رہی ہے" (مذاہب اسلامیہ ص۳۱۲)

"حکماء کا عام عقیدہ ہمارے زمانے میں یہ ہے کہ ریاست (STATE) میں میں رہتے ہوئے اس کے آئین و قوانین کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے سوا چارہ نہیں، یا دوسرے لفظوں میں یہ کہو کہ اسٹیٹ بمنزلہ "معبود" ہے

---

[1] و [2] مثلاً نیوٹن اور کیپلر وغیرہ۔

[3] گویا ملوکیت جس طرح انسانیت کیلئے ایک لعنت ہے وہی درجہ (نعوذ باللہ) نبوت کا ہے کہ اللہ نے ... سے آزادی عطا فرمائی ہے۔

Marfat.com

اور ہم سب اس کے "عبد" ہیں"۔ (مذاہب اسلامیہ ص۳۲۴)

"سید (یعنی سرسید مرحوم) دورانِ غدر میں اپنی وفاداری (سلطنتِ برطانیہ سے) عملاً ثابت کر چکا تھا ...... سید اس پختہ یقین کے ساتھ (انگلینڈ کے سفر سے) ہندوستان میں واپس آیا کہ بلا تعاونِ برطانیہ مسلمان جو قعرِ پستی کی طرف سرعت سے جا رہے تھے، ہندوستان میں من حیث القوم زندہ نہیں رہ سکتے"۔ موسیٰ کی پرورش اور تعلیم و تربیت شاہی گود میں ہونی چاہیے لیکن سدِّ راہ خود علماء رہے ...... باقیات الصالحات (علماء) جو تھے وہ سید کے سخت مخالف تھے اس لئے کہ وہ انگریزوں کی وفاداری اور مغربی علوم اور حکمت مسلمانوں میں شائع کرنا چاہتا ہے" (خلافت اسلامیہ حصہ سوم ص۱۶۲-۱۶۳)

"افسوس ہے کہ اب مسلمان بھی اپنے مخصوص عقائد و شعائر و طریق عبادات کی بنا پر اسلام کو ایک فطری اور عالمگیر دین بنانے میں ویسے ہی رکاوٹ بن گئے ہیں جیسی کہ قبل اسلام کی تنگ نظر ملتیں تھیں، ان کے نزدیک نسلی مسلمان ہونا، یا مردم شماری کا مسلمان ہونا عقائد کے متعلق کچھ زبانی اقرار اور ظواہر شعائر و عبادات کی پابندی، قلبی طور پر موحد اور عملاً صالح ہونے کے مقابلے میں افضل ہو گئی ہے ...... ایک مسلمان مقالہ نگار نے تمام ایسے غیر مسلموں کو منافق قرار دیا ہے جو اسلام کے مداح ہیں اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں لیکن اعلان کر کے مسلمانوں کی جماعت میں داخل نہیں ہوتے، کارلائل نے تمام انبیاء میں

Marfat.com

محمد رسول اللہ کو منتخب کر کے بطل نبوت قرار دیا لیکن مسلمان نہیں ہوا' گبن نے اسلام کی تعریف کی اور مسیحیت کی مذمت کی' لیکن مسلمان نہیں ہوا' زمانۂ حال میں برنارڈ شا نے اسلام کے متعلق کہا کہ مستقبل میں نوع انسان کا دین اور ادیان کے مقابلہ میں اسلام سے زیادہ مشابہ ہوگا' اتنا کہنے پر بھی اس نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان نہیں کیا حال میں انگلستان کے متبحر مورخ ٹائن بی نے لکھا ہے کہ اسلام نے انسانیت کے ایسے اہم مسائل حل کئے ہیں جن کے حل کرنے میں عیسائیت اور مغربی تہذیب کو کامیابی نہ ہوئی اس کے باوجود بھی مسیح کا یہ نام لیوا اعلان کر کے مسلمانوں کی جماعت میں شامل نہیں ہوا۔ اس قسم کے سیکڑوں اہل مغرب ہیں جو اسلام کی حقانیت کے از روئے تحقیق قائل ہو گئے ان میں سے بہت تھوڑے اپنے دین کو بدل کر اسلامی جماعت میں شامل ہوئے' زیادہ تر اپنی اپنی ملت ہی میں داخل رہے ..... یہ کس قدر تنگ دلی اور تنگ نظری ہے کہ ایسے بے تعصب لوگوں کو ریاکار کہا جائے[1]

---

[1] اسلام کی حقانیت کے ایسے ہی یقین رکھنے والوں کے بارے میں قرآن نے کہا ہے کہ الذین آتینا ھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم (یہ اہل کتاب محمد رسول اللہ کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹے کو پہچانا کرتے ہیں) لیکن اس عرفانِ حق کے باوجود ایسے لوگوں کے متعلق آگے یہ فیصلہ ہے کہ الذین خسروا انفسھم فھم لا یومنون (کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے تئیں خسارہ میں ڈال رکھا ہے' اس لئے وہ ایمان نہیں لاتے)

Marfat.com

واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں یہودیت اور ہندویت کا عقیدہ جاری وساری ہوگیا ہے' مسلمانوں کی اپنی جماعتوں کی حالت ہر جگہ ابتر ہے' نہ دین کے بارے میں ان کی بصیرت میں نور رہا ہے اور نہ وہ اپنی دنیا کو درست کرسکے ہیں' اس کے باوجود یہ توقع رکھتے ہیں کہ دنیا کا ہر موحد و مصلح اعلان کرکے ان کی اس فرسودہ جماعت میں ضرور داخل ہو۔ اور جب تک چند مخصوص ظواہر کا پابند نہ ہوجائے تب تک نہ اُس کی نجات ہوسکتی ہے اور نہ کسی فاسق و فاجر ظاہری مسلمان پر اس کو ترجیح ہوسکتی ہے[1]۔" (اسلام کی بنیادی حقیقتیں ص ۲۲۶ - ۲۲۷ ۲۲۸ - مضمون اساس اسلام شائع کردہ ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور)

"مسجدوں' اسپتالوں' یتیم خانوں کے اخراجات کے لئے مال کا ایک حصہ قائم کرنا اچھا ہے' لیکن اگر اسلامی حکومت سوشلزم کے قرآنی اصول پر کاربند

---

[1] سمجھ میں نہیں آتا کہ جب "قلبی طور پر موحد اور عملاً صالح" ہونا نجات و سعادتِ دُنیا و آخرت کے لئے کافی ہے' چند مخصوص عقائد اور چند ظاہری شعائر و عبادات کی پابندی قطعاً ضروری نہیں اور مسلمانوں کی جماعت' نورِ بصیرت سے خالی اور فرسودہ جماعت ہے تو خواہ مخواہ اس جماعت کے ساتھ چمٹے رہنا کیا ضرور؟ نورِ بصیرت سے مالا مال' اعلیٰ اور ترقی یافتہ روشن جماعت سے وابستگی کیوں نہیں اختیار کرلی جاتی' "قلبی طور پر موحد اور عملاً صالح" رہ کر دنیا و آخرت کی سعادتیں حاصل کی جاتی رہیں ـــــ ؟ ـــــ شاید اس لئے کہ ایسا کرنے میں اسلام کے اندر رہ کر اسلام کے نام پر غیر اسلام کو لاکر مذہب کرنے کا مقصد فوت ہوجائے گا۔

Marfat.com

ہو تو وہ متوفی کی جائداد سے ایک ادھ ٹکس اس کے مرنے کے بعد وصول
کرسکتی ہے .... انگلستان میں یہ قانون ہے اور اس کو ڈیتھ ڈیوٹی
یعنی موت کا ٹکس کہتے ہیں۔" (مظاہرۂ قرآن صـ ۱۳۵)

قرآن کی ایک آیت (سورۂ نساء ۲۹ ع ۳۲) کا یہ ترجمہ فرمایا گیا ہے کہ:۔

"اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو لیکن
باہم کی رضامندی اور تجارت سے۔"

"باہم کی رضامندی پر ۲ دیکر یہ نوٹ دیا گیا ہے:۔

"اس میں بنک کا سود بھی آجاتا ہے۔"

مطلب یہ کہ چونکہ بنک کا سود باہمی رضامندی سے حاصل ہوتا ہے اس لئے اس آیت کی رو سے جائز ہے لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ اس میں بنک کی تخصیص کی ضرورت کیا ہے، باہمی رضامندی سے اگر بغیر بنک سود ملتا اور دیا جاتا ہو تو اس "دلیل قرآنی" کی رو سے اس کی بھی استثنا ہونی چاہیے۔

"پروفیسر مارگلیتھ جو کیمبرج یونیورسٹی میں عبرانی اور عربی کے پروفیسر ہیں،
انھوں نے مسلم ورلڈ ایک امریکن مشنری رسالہ میں ایک مضمون ہاروت و
ماروت پر لکھا ہے، لکھتے ہیں کہ قدیم کتابوں میں اس کا ذکر موجود ہے،
مگر وہ فرشتے نہ تھے، بلکہ بابل کے دو حکمراں تھے۔"

(مظاہرۂ قرآن صـ ۲۹۳)

آپ متوقع ہوں گے کہ چونکہ قرآن میں ہاروت و ماروت کے متعلق مَلَکین (دو فرشتے) کا لفظ آیا ہے، اس لئے پروفیسر مذکور کی تردید کی گئی ہوگی جی

Marfat.com

ہنیں بلکہ پروفیسر صاحب کی بات رکھنے اور ان کی تحقیق کو ناقابلِ انکار شمار کرنے کے خیال سے قرآن کو پروفیسر مذکور کی تحقیق کا تابع کرنے کی یوں سعی کی گئی ہے کہ :۔

" ممکن ہے قرآن میں مَلکین بجائے زبر کے زیر سے ہو۔"

کیمبرج یونیورسٹی کے ایک انگریز پروفیسر کا معاملہ تھا اس لئے یہ کیسے ممکن تھا کہ اُس کی بات غلط ہو بایں سبب قرآن میں ایک امکان نکال کر اُس کی تحقیق کے ساتھ قرآن کو ہم آہنگ کرنے کی شکل پیدا کی گئی لیکن اگر محدثین و قرّاء یہ کہیں کہ مالک یوم الدین کی قرأت مَلِکِ یوم الدین بھی ہے تو وہ قرآن میں تحریف کرنے والے شمار کئے جاتے ہیں۔ درآنحالیکہ اس سے نوع نہیں بدلتی، مفہوم کچھ سے کچھ نہیں ہوجاتا ہے خدا یوم الدین کا مالک بھی ہے اور مَلِک بھی لیکن پروفیسر مذکور کی بات رکھنے کی خاطر جو امکان پیدا کیا گیا ہے وہ ایک ایسی تشکیک ہے جس سے جنس و نوع میں تبدیلی ہوگئی (فرشتے آدمی بن گئے) اور قرآن کی حفاظت الگ مجروح ہوئی۔

قرآن کی ایک آیت یا ایہا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ کا ترجمہ کیا گیا ہے کہ :۔

" اے ایمان والو صبر اور نماز کے ذریعہ (خدا کی) مدد مانگو۔"

صبر پر نمبر ۲ دے کر یہ نوٹ دیا گیا ہے :۔

" صبر یعنی مقاومت مجہول جس کی مہاتما گاندھی نے ہندوستان میں تلقین کی اور اپنی زندگی میں اس صبر کا پھل دیکھ لیا" (مظاہرِ قرآن ص۱۱)

" .... اب تم فیصلہ کرو کہ اسلام اور قرآن کے سب سے بڑے دشمن کون ہیں؟ کیا یہی نہیں کہ ہادی محدثین و صوفیہ؟ اب یہاں اللہ دو زعیم اسلام و ہنود کا مقابلہ بھی کرو جناح نے گاندھی اور آزاد کو اپنی خود ستائی کے ساتھ جس قدر گالیاں دی ہیں اس سے ہم شرم سے پانی پانی ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کو مسلمانوں پر مسلط کر دیا، خدا جانے

Marfat.com

کس مصلحت سے، حالانکہ اس کو اسلام کی اسپرٹ اور اس کے الف با کی بھی خبر نہ تھی، خیر، گاندھی نے اس کے جواب میں جب کبھی جناح کا نام لیا تو عزت و احترام سے اس کو ہمیشہ قائد اعظم کے خطاب سے یاد کیا، گالی دینے کا کیا سوال تھا، کیا اب بھی میں جواب دوں کہ خدا نے تم پر نعمتیں کیوں نہیں پوری کیں جس کا اس نے وعدہ کیا تھا!

.... گاندھی نے جو حق بات کہی تھی وہ درحقیقت اسلام کی وہی صورت ہے جو قرآن میں ہے .... یہ مفہوم جناح کی سمجھ سے باہر تھا، ماسٹر تارا سنگھ اسلام کی خصوصیات کو کیا سمجھتے یا ایک اسماعیلی بوہرہ (مراد قائد اعظم) جس کے خدا آغا خاں ہیں اور جو اسلام کا سب سے بڑا اور بدتر دشمن ہے،......... ہم ہندوستانی مسلمان تو اب یہ دعا کرتے ہیں کہ خدایا اس ناپاکستان کا جلد خاتمہ کر دے ...... یہ مہمل چیز جو برعکس نہند زنگی کا فور، پاکستان کہلاتی ہے نیاً منیاً کر دے کہ ان کی بداعمالی ہماری زیادہ خرابیوں کا باعث نہ ہو۔"

(مظاہرۂ قرآن ص ۱۵۶)

جس اقتدار کے زیرِ سایہ زندگی بسر کی جا رہی ہے، اس کی رضاجوئی اور اس کے تملق کا تقاضا یہ ہے کہ گاندھی جی کو عامل بالقرآن اور ناطق بالقرآن بتایا جائے اور قائد اعظم کو طعن و تشنیع اور ملامت کا اس "شیریں انداز" سے ہدف بنایا جائے اور یہ سعی علین "قرآن" بتائی جائے، اب دیکھئے کہ اس کے برخلاف دوسرے اقتدا

Marfat.com

کے زیر سایہ رہنے والے کی جانب سے کون سا رویہ اختیار کیا جاتا ہے :-

"آزاد نے کئی بہروپ بدلے، مسلمانوں کے دلوں میں اس کا بہت بڑا احترام بالخصوص ان ایام میں تھا جب البلاغ اور الہلال آپ کے زیر ادارت شائع ہو رہے تھے' آپ شیخ الہند نے ...... امرتسر میں جب مجھے آزاد سے اکثر ملنے کا اتفاق ہوتا تو میں دیکھ رہا تھا کہ اس میں قومی جذبہ تو ہے مگر اس کو بھی ذریعۂ روزگار بنانا چاہتا ہے، اور بنا کر رہا، اپنوں کا رسیا تھا اب تو وہ تمام شخصیت "غرق" ہے نام، اول ہو چکی ہے بحیثیت مسلم اس کی زندگی اس وقت ختم ہو گئی جب وہ گاندھی جی کا چیلہ بنا، امرتسر میں دفتر (اخبار) وکیل سے پچاس روپے ماہوار وظیفہ ملتا تھا' اس سے کیا بنتا ہے' کانگریس نے امارت کا جلوہ دکھا دیا (خلافت اسلامیہ حصہ سوم ص۲۴) (اس کے بعد قائد اعظم کی اسلامیت اور قرآنی بصیرت اور گاندھی جی کی قرآن دشمنی اور اسلام کشی پر ایک طویل سلسلہ نگارش ہے) ۔

یہ افراط و تفریط اس لئے کہ جس اقتدار کے سایہ میں جو پروان چڑھ رہا ہے اس کے تیور کا تقاضا ہی یہ ہے کہ ایک جانب سے حملہ اور سبّ و شتم قائد اعظم پر کیا جائے' گاندھی جی کو متبع قرآن بتایا جائے اور ابوالکلام آزاد کو نقیب العصر قرآن وال ثابت کیا جائے اور دوسرے کی جانب سے اس کے برخلاف روش اختیار کی جائے' اگر معاملہ برعکس ہوتا تو آپ یقین کریں کہ تحریریں برعکس ہوتیں۔

Marfat.com

طاقت وحشمت کی رضاجوئی کی خاطر توہینِ رسالت اور رسول پر مداہنت کا بہتان

چڑھتے سورج کی جناب پر جبہ سائی کی خاطر رسولؐ تک کی توہین اور رسولؐ پر مداہنت سے بھی باک نہیں کیا گیا :-

"ہمارے حضورؐ کی وسعت نظری سلامت فطرت اور عدل و انصاف کا یہ عالم تھا کہ یہود و نصاریٰ کو مغفرت کی بشارت سناتے تھے[1] ان کے اخیار پر صلوٰۃ جنازہ پڑھتے تھے[1] سازشی منافقین کے اعمال صالحہ کو اجر عظیم کا مستحق سمجھتے تھے[1] (ایک اسلام ۵۱)

"ہمارے رسول بارہ برس تک مکہ میں رہے آپ نے کعبہ کے تین سو ساٹھ بتوں کی طرف میلی آنکھ سے بھی نہ دیکھا لیکن جب تمام اہل مکہ مسلمان ہو گئے اور انھوں نے مل کر التماس کی کہ کعبہ سے بتوں کو ہٹا دیا جائے تو حضور نے ان کی متحدہ التجا کو منظور فرما لیا"[2]

(ایک اسلام ۲۱۱)

متاعِ علم و فن

یونانی فلسفہ کو اپنانے والوں نے اگرچہ ان باطل نظریات و افکار پر قرآن کو ڈھالنے میں اتنا غلو کر لیا تھا کہ دوسری تمام حقیقتوں سے آنکھیں بند کر لی تھیں مگر پھر بھی وہ اس لحاظ سے غنیمت تھے کہ علمی حیثیت سے وہ بہرحال اپنا ایک مقام رکھتے تھے اپنے نظریات کی تیج کے ساتھ ساتھ قرآن کی زبان، لغت اور استعمالات وغیرہ کا کچھ نہ کچھ انھیں پاس تھا۔ "ہمکہ نا انستہ بداند کہ بداند" کے مصداق نہ تھے لیکن یہاں تو معاملہ عجیب و غریب ہے، قرآن کی زبان، آیات کے سیاق و سباق، استعمالات الفاظ کے حدود و شرائط وغیرہ کی نہ صرف یہ کہ پوری بے شرمی و ڈھٹائی کے ساتھ ساری حدیں

---

[1] ۔۔۔ ماضی استمراری کی یہ گردان بھی خاص طور سے نوٹ کرنے کی چیز ہے۔

[2] ۔ یہ "التماس" اور یہ "متحدہ التجا" اور یہ "منظوری" سینہ بسینہ منتقل ہوتی ہوئی صاحبِ "ایک اسلام" تک پہنچی ہیں ---- ؟

Marfat.com

توڑ مڑالی گئی ہیں، بلکہ زبان و لغت اور عربیت سے عاری ہونے کے باوجود ہمہ دانی کے منصب پر اپنے آپ کو فائز اور دوسرے سارے ایسے لوگوں کو جاہلِ مطلق سمجھا جاتا ہے، جو ان کے "تبحرِ علمی" سے ہم کنار نہ ہوں، گبرِ علم میں اگر کوئی جاحظِ وقت مبتلا ہو جائے تو بہر حال اس کی کوئی نہ کوئی وجہ وعلت ہو سکتی ہے لیکن زمانے کا یہ کس قدر عبرت ناک دور ہے کہ دنیا کی ساری کتابوں کے سمجھنے اور ان میں اجتہاد کے لئے تو ان کتب کی زبان، ان کے لغات اور ان کے استعمالات و محاورات وغیرہ پر عبور و بصیرت درکار ہو لیکن قرآن میں اجتہاد و رائے زنی کے لئے کسی چیز کی ضرورت نہیں، ترجمہ دیکھ کر مطالعۂ قرآن کرنے والا بھی ایسا امام وقت ہے کہ زمخشری بھی اس کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرے اور عربی کے چند الٹے سیدھے جملوں کا ترجمہ کر سکنے تک کا "ملکہ" پیدا کر لیا گیا ہے، تب تو پھر امام شافعیؒ جیسی حجازی الاصل شخصیت بھی، جس کے بارے میں ازہری جیسے امام لغت کا اعتراف ہے کہ قول الشافعی نفسہ حجۃ لانہ عربی اللسان فصیح اللھجۃ، اُس کے آگے گرد ہے۔

اس معاملہ میں اگرچہ سابق حوالے ان ہمہ دانوں کی متاع علم و فن کو بڑی حد تک اُجاگر کر رہے ہیں، پھر بھی چند معرکۃ الآرا علم و فضل کے شاہکار سے مستفید ہو جانا بہتر ہے:۔

"مت بھولیے کہ اللہ نے ہر جگہ صلوٰۃ کو قائم کرنے کا حکم دیا ہے، پڑھنے کا نہیں، ورنہ یقیمون کی جگہ یقرءون الصلوٰۃ ہوتا (م ابلیسلم ص۲۱)

ہے کوئی عرب، جو نماز پڑھنے کی عربی قراءۃ الصلوٰۃ سن کر سر نہ پیٹ لے؟ اس نمونۂ عربی ادب نے اس روایتی کا متشبھ[1] کی یاد تازہ کر دی جس نے اپنی فارسی دانی کا اس جملہ سے ثبوت دیا تھا کہ "استخوان[2] زاں چنیں تراشید کہ گم[3] رفت"۔ اس بیچارے کو یہ بھی معلوم نہیں کہ عربی لیں نماز پڑھنے کے لئے قرأۃ صلوٰۃ نہیں بولتے۔ بلکہ صلّی یصلّی کا محاورہ استعمال کرتے ہیں۔ قرآن میں بکثرت مقامات پر نماز پڑھنے کا ذکر اسی محاورے کے ساتھ کیا گیا ہے مثلاً فویل للمصلّین، الا المصلّین، عبداً اذا صلّی وغیرہ۔

اقم الصلوٰۃ لذکری[4] کا ترجمہ فرمایا گیا ہے:۔

"جب میں یاد آؤں تو سکونِ خاطر کے لئے نماز پڑھو۔"

(ایک اسلام ص۳۲۳)

اس ترجمہ کی داد تو خیر کیا دی جا سکتی ہے، البتہ اس موقع پر جادو جو سر پر چڑھ کے بولا ہے، وہ دیکھ لینے کی چیز ہے، ابھی آپ کو یہ بتایا گیا تھا کہ اللہ نے نماز پڑھنے کا نہیں، بلکہ صلوٰۃ کو قائم کرنے کا حکم دیا ہے، ورنہ یقیمون کی جگہ یقرءون ہوتا، اور ملاحظہ فرمائیے کہ اس کے چار پانچ صفحوں کے بعد ہی یہاں "حافظہ نہ باشد" نے اپنا اثر دکھایا اور اقم الصلوٰۃ کا ترجمہ "نماز پڑھو" کر دیا گیا۔

روایات کے درمیان تضاد ثابت کرتے ہوئے ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:۔

---

[1] ہڈے (بھٹر) [2] کاٹا [3] بھول گیا [4] صحیح ترجمہ یہ ہے کہ "نماز قائم کر دمیری یاد کیلئے"۔

Marfat.com

"حضرۃ علی کا قول ہے کہ نھانی رسول اللہ صلعم ان اقرأ القرآن راکعًا اوساجدًا (مسلم ج ۲ صـ۹۲) مجھے حضور نے رکوع وسجود میں قرآن پڑھنے سے روک دیا ہے۔ لیکن حضرۃ عائشہ سے روایت ہے کہ ان رسول اللہ کان یقول فی رکوعہ وسجودہ سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح کہ حضور رکوع وسجود میں قرآن کی یہ آیت پڑھا کرتے تھے' سبوح ..... والروح (مسلم ج ۲ صـ۹۶) مطلب یہ کہ حضور ایک حکم دے کر خود ہی اُسے توڑ دیا کرتے تھے"۔

(دو اسلام صـ۲۴۲-۲۴۳)

اگر ناظرین کو قرآن میں سبّوح قدوس ربّ الملائکۃ والروح کی آیت نہ ملے' تو "برقی خوردبین" لے کر قرآن دیکھیں' شاید ڈھونڈھ نکالنے میں کامیاب ہوجائیں! ایک تو یہ جہالت کہ حضرت کو یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ فقرہ قرآن کی آیت نہیں ہے' اس پر مزید جرأت یہ کہ حضرت عائشہ کے بیان میں زبردستی یہ فقرہ ٹھونس دیا گیا کہ "قرآن کی یہ آیت پڑھا کرتے تھے" حالانکہ حضرت عائشہ نے صرف یہ فرمایا ہے کہ کان یقول (حضورؐ یہ کہا کرتے تھے)۔ یہ تصرف صاف طور پر اس امر کی غمازی کر رہا ہے کہ مقصود دھوکا دینا ہے' ہر شخص تو حافظِ قرآن نہیں' عربی داں بھی نہیں' عربی رسم الخط اور یہ ترجمہ دیکھ کر کچھ پڑھنے والے دام تزویر میں پھنس ہی جائیں گے۔

اسی طرح احادیث وفقہ کے درمیان باہمی تعارض دکھاتے ہوئے بزعم خویش ان کے "پرخچے" اڑائے گئے ہیں' اس سلسلہ میں ارشاد ہوتا ہے کہ:-

Marfat.com

"فقہ کا مسئلہ تو یہی ہے کہ حائضہ روزے رکھے اور نماز نہ پڑھے
ان الحائض تقضی الصیام ولا تقضی الصلوٰۃ، حائضہ
روزے رکھے، اور نماز ادا نہ کرے' بخاری ج ۱ ص ۲۲۹ ۔"

(دو اسلام ص ۲۴۲)

تقضی الصیام کا ترجمہ فرمایا گیا ہے کہ " روزے رکھے"۔ حالانکہ عربی کا ابجد خواں بھی اس کا ترجمہ یہ کرے گا کہ روزے کی قضا کرے۔ ولا تقضی الصلوٰۃ اور نماز کی قضا نہ کرے' فقہ کا مسئلہ یہ نہیں ہے کہ حائضہ روزے رکھے، بلکہ یہ ہے کہ وہ اپنے زمانۂ حیض کے قضا کئے ہوئے روزے بعد میں ادا کرے گی' لیکن اس زمانے کی قضا کی ہوئی نمازیں ساقط ہو جائیں گی۔

آگے چل کر ارشاد ہوتا ہے کہ :۔

" لیکن حضرۃ عائشہ سے روایت ہے کہ حضور کی ایک زوجہ حضور کے ہمراہ معتکف ہو گئیں' اس دوران میں انھیں حیض شروع ہو گیا' اور حالت یہ ہو گئی کہ جب وہ نماز پڑھتی تھیں تو ہم ان کے نیچے برتن رکھ دیتے تھے (تاکہ خون مسجد میں نہ گرنے پائے) بخاری ج ۱ ص ۲۳۷"

(دو اسلام ص ۲۴۲)

اوپر فقہ کے بیانِ مسئلہ اور ترجمۂ عبارت میں علم و آگہی کا جو ثبوت دیا گیا تھا اس میں اگر کچھ کسر رہ گئی تھی تو اس روایت کے اندراج سے وہ پوری ہو گئی۔ اگر علم سے حصہ ملا ہوتا تو بآسانی معلوم ہو سکتا تھا کہ یہ روایت حیض کے سلسلہ میں نہیں ہے' بلکہ استحاضہ[1] سے متعلق ہے' بخاری کے جس باب میں یہ روایت

---

[1] (نوٹ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

Marfat.com

مذکور ہے، وہ یہ ہے ـــــ باب اعتکاف المستحاضۃ (وہ باب جس میں استحاضہ کی بیمار عورت کے اعتکاف کا ذکر ہے) اور حیض واستحاضہ کے درمیان اگر فرق معلوم نہ تھا تو کسی اہل فن سے پوچھ لینا چاہیئے تھا، اور اگر اس میں کوئی عار محسوس ہو رہا تھا تو کم از کم اتنا کر لیا گیا ہوتا کہ اسی روایت سے دو روایت پہلے استحاضہ کے متعلق یہ روایت دیکھ لی جاتی اور فہم ساتھ دیتا تو اصل بات معلوم ہو جاتی، وہ روایت یہ ہے کہ ـــــ "فاطمہ بنت ابی جیش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں کبھی طاہر نہیں ہوتی (یعنی ہر وقت خون جاری رہتا ہے) تو کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ حضور نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ یہ تو صرف ایک رگ کا خون ہے اور حیض نہیں ہے پس جب زمانہ حیض آجائے تو بقدر زمانہ حیض اتنی مدت کے لئے نماز چھوڑ دو، اور جب وہ گزر جائے تو اپنے جسم سے خون دھو لیا کرو اور نماز پڑھتی رہو" ـــــ غرض، استحاضہ حیض سے جداگانہ ایک شئے ہے ایک مرض ہے لہذا دونوں کے احکام میں فرق ہوگا، پھر یہ کہ (اس اعتکاف کے)[1] دوران میں انھیں حیض شروع ہو گیا، کا جملہ فتور نیت پر بھی دلالت کر رہا ہے، اس لئے کہ روایت میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں بلکہ عبارت یہ ہے کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعتکف معہ بعض نساءہ وھی مستحاضۃ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آپ

---

[1] استحاضہ اس بیماری کو کہتے ہیں جس میں عورت کے اندام نہانی سے خلافِ معمول خون جاری رہتا ہے۔

Marfat.com

کی کسی زوجہ نے اعتکاف کیا ' درآنحالیکہ وہ مستحاضہ تھیں۔ اعتکاف کے دوران میں حیض شروع نہیں ہوا ہے ' دیکھا آپ نے ؟ بات کیا تھی ' اور کیا رنگ دیا گیا ؟

ایک جگہ احادیث کا مذاق اڑانے کی خاطر یہ روایت درج کی گئی ہے کہ :-

" انس بن مالک کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نمازِ عصر اتنی جلدی پڑھ لیتے تھے کہ اگر ہم نماز پڑھ کر عوالی (مدینہ سے چار میل) سے بھی پھر آتے تو سورج کافی اونچا ہوتا " بخاری ج ۱ ص ۷۸ (دو اسلام ص ۲۹۲)

ان حضرات کی ایک یہ حرکت خاص طور پر نوٹ کرنے کی ہے کہ یہ لوگ اکثر و بیشتر روایات کی اصل متن نہیں دیتے ' بلکہ واوین کے درمیان ایک عبارت اس طرح لکھ دیتے ہیں کہ گویا یہ اصل کا لفظ بلفظ ترجمہ ہے ' حالانکہ اس میں جگہ جگہ ان کے اپنے بڑھائے ہوئے فقرے ہوتے ہیں ۔ اس سے پیشتر استحاضہ والی روایت کے سلسلہ میں یہی کیا گیا ہے ' اور اس موقع پر بھی یہ حرکت کی گئی ہے ' اور ایسا اس لئے کیا جاتا ہے کہ بآسانی تحریف کی جا سکے ' نیز محض ترجمہ ہو یا اگر کبھی متن لکھنے کی نوبت آئی ' تو صرف نام کتاب پر اکتفا کیا جاتا ہے بہت احسان کیا تو نام کتاب کے ساتھ صفحہ لکھ دیا ' تاکہ کوئی اصل کتاب کی طرف رجوع کرنا چاہے تو ضخیم ترین کتب احادیث کے بحر ذخار میں سے اس روایت کا نکالنا جوئے شیر لانے سے کم نہ ہو ' بے انتہا دیدہ ریزی اور کافی وقت صرف کرنا پڑے ' یہاں تک کہ عاجز آ کر اس کا ارادہ ہی ترک

Marfat.com

کر دے، رہا صفحہ کے نمبر کا اندراج، تو یہ بالکل بے سود ہے، اس لئے کہ یہ کتب احادیث مختلف مطابع کی ہیں، کسی کے پاس کسی مطبع کی ہے اور کسی کے پاس کسی مطبع کی، اور ایسا شاذ و نادر ہی ہو سکتا ہے کہ تلاش کنندہ کے پاس وہی نسخہ ہو جو صاحب تحریر کے پیشِ نظر ہے، پھر یہ کون نہیں جانتا کہ مثلاً بخاری میں ایک ہی روایت مختلف ابواب میں ابواب کی مناسبتوں سے مختصر اور طویل موجود ہے، اس طرح محض ترجمہ پر اکتفا کر کے نام کتاب لکھ دینے کے بعد یہ کہنے کا چور دروازہ باقی رہتا ہے کہ روایت اس باب سے نہیں بلکہ دوسرے کسی باب سے نقل کی گئی ہے، اس لئے قاعدہ یہ ہے کہ روایات کے حوالوں میں (چاہے صرف ترجمہ دیا گیا ہو یا اصل متن بھی) نام کتاب کے ساتھ باب کا حوالہ لکھ دینا چاہیے، تاکہ جو شخص اصل کتاب میں روایت تلاش کرنا چاہے تو کر سکے۔ غرض اس روایت میں اس طرح کی حرکت کرنے کے بعد باضابطہ "علم المسافت" کے دریا بہائے گئے ہیں، اور یہ نتیجہ نکال کر خوب مذاق اڑایا گیا ہے کہ اس روایت کی رُو سے "موسم سرما میں نمازِ عصر پونے بارہ بجے پڑھی جاتی تھی اور گرمیوں میں دو بجے بعد دوپہر" حالانکہ اصل روایت میں عوالی جا کر پھر مدینے واپس آنے کا بیان سرے سے ہے ہی نہیں، روایت کے اصل الفاظ یہ ہیں فیذھب الذاھب الی العوالی فیاتیھم والشمس مرتفعۃ (مدینہ میں نماز عصر پڑھ کر) جانے والا عوالی مدینہ جاتا تھا اور عوالی مدینہ کے باشندوں تک پہنچ جاتا تھا درانحالیکہ آفتاب ابھی اونچا ہی ہوتا، کیا آج بھی عصر و مغرب کے درمیان اتنا وقت نہیں رہتا

Marfat.com

کہ عصر کے بعد انسان چار میل چلا جائے پھر بھی آفتاب بلند ہی رہے اور غروب نہ ہو چار میل کی مسافت اوسط چال سے گھنٹہ بھر میں طے ہو جاتی ہے مگر "خوش فہمی" سے فیا یتیھم کے معنی سمجھ لئے گئے پھر واپس آجاتا تھا گویا فیا یتیھم کو فیرجع الیھم کا مرادف تصوّر کیا گیا۔

فقہاء پر نوازش فرماتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ :۔

" ہمارے فقہاء کہتے ہیں کہ ادائے زکوٰۃ کے لئے ایک وقت (ماہ رجب) اور مقدار (لڑھائی فیصد وغیرہ) معین ہے"۔ (دو اسلام ص۱۲۶)

بتائیے! کبھی آپ نے کسی فقیہ کا یہ قول سنا ہے کہ ماہ رجب زکوٰۃ کے لئے معین ہے؟ اگر نہیں تو اسے یا تو مبلغ علم کہئے یا افترا۔ اسی طرح فقہاء پر "کرم گستری" کرتے ہوئے حدیث و فقہ کے درمیان باہمی تعارض کے سلسلہ میں ایک موقع پر لکھا گیا ہے کہ :۔

" فقہاء کے یہاں دوران نماز میں نمازی کے سامنے سے گزرنا ممنوع ہے ..... لیکن حضرۃ عائشہ فرماتی ہیں کہ کنت انام بین یدی رسول اللہ صلعم ورجلای فی قبلتہ فاذا سجد غمزنی فقبضت رجلی فاذا قام بسطتھما والبیوت لیس فیھا مصابیح (بخاری ج ۱ ص۵۵) کہ میں نماز میں حضور کے سامنے پاؤں ان کی طرف پھیلا کر لیٹ جاتی تھی[1] جب وہ سجدہ کرنے لگتے تو مجھے آنکھ سے

---

[1] کنت انام بین یدی رسول اللہ صلعم ورجلای فی قبلتہ کا ترجمہ کیا جارہا ہے کہ "حضور کے سامنے پاؤں ان کی طرف پھیلا کر لیٹ جاتی تھی" مطلب یہ کہ حضرۃ

(باقی ص۱۶۳ پر)

Marfat.com

اشارہ کر دیتے، چنانچہ میں پاؤں سمیٹ لیتی، اور جب وہ اُٹھتے تو پھر پھیلا دیتی اور گھر میں چراغ موجود نہیں تھا (یعنی بالکل اندھیرا تھا) یہ اندھیرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارۂ ابرو کو دیکھ لینا حضرۃ عائشہ ہی کا کمال ہو سکتا ہے"۔

(دو اسلام ص ۲۳۹ - ۲۴۰)

غمزنی کا ترجمہ فرمایا گیا ہے — "مجھے آنکھ سے اشارہ کر دیتے" — یہ ترجمہ فرما کر استہزاء و تضحیک کی گئی ہے کہ "یہ اندھیرے میں اشارۂ ابرو کو دیکھ لینا" الخ۔ حالانکہ رونا چاہیے اپنی علمی تہی دامنی پر۔ غمزنی کا ترجمہ ہے — مجھے ٹھوکا دے دیتے — ترجمہ کے وقت اگر کسی بڑی کتاب کے فہم میں کوئی چیز مانع تھی تو کم از کم المنجد ہی دیکھ لی ہوتی، منجد میں ہے کہ غمزہ حبسہ وکبسہ بالید - (اس نے اس کو ہاتھ سے چھوا اور دبایا) غمزہ بالعین او الجفن او الحاجب اشار الیہ بھا (یعنی غمز کے بعد بالعین وغیرہ ہو تو معنی ہوگا آنکھ سے، یا پلک سے یا حاجب سے اس کی جانب اشارہ کیا) پھر یہاں یہ امر بھی قابلِ لحاظ ہے کہ ایک آدمی کا نمازی کے سامنے سے گزر جانا اور بات ہے اور نمازی کے سامنے بیٹھے رہنا یا لیٹے

(صفحہ ۱۶۳ کا بقیہ)

عائشہ منتظر رہتیں کہ کب حضور نماز شروع کریں، جہاں انھوں نے نماز شروع کی حضرۃ عائشہ جھٹ ان کی طرف پاؤں پھیلا کر شوخی سے لیٹ جاتیں حالانکہ ترجمہ یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلعم کے سامنے سوتی ہوتی تھی اور میرے پیر آپ کے قبلہ کی جانب ہوتے تھے — جب حضور سجدہ میں جاتے تو حضرۃ عائشہ کے پیر کو ٹھوکا دیتے اور سکیڑ لیتیں

Marfat.com

رہنا ایک بالکل جدا بات ہے موخرالذکر فعل کی ممانعت وارد نہیں ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چھونا اور حضرت عائشہؓ کا صرف پاؤں سکیڑ لینا صاف بتا رہا ہے کہ جگہ کی تنگی اور تاریکی کی وجہ سے حضرت عائشہ کے قدم آنحضورؐ کی سجدہ گاہ پر تھے اور انھیں ہٹانا اس لئے ضروری تھا تاکہ سجدہ کیا جا سکے سجدہ کر چکنے کے بعد پاؤں پھیلا لینے میں کوئی مضائقہ نہ تھا۔

اس طرح کے مظاہرۂ علم وفن کے بشمار نظائر ہیں اگر سارے ضبطِ تحریر میں لائے جائیں، تو ایک ہی "صاحب فضل وکمال" شخصیت کے تبحر علمی میں ایک ضخیم دفتر غرق کرنا پڑے گا، اور دیگر "ارباب علم ونظر" کے "افکار وتحقیقات" سے محروم ہو جائے گی، اور ضروری ہے کہ دیگر "صاحبانِ علم ودانش" کی "پروازِ علم وفن" کی شان بھی دیکھی جائے، اس لئے "علم وفضل کے دوسرے مناروں" کی "روشنیاں" بھی ملاحظہ کی جائیں۔

قرآن کی آیت ھو الذی ارسل رسولہٗ بالھدیٰ ودینِ الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہٖ کا یہ ترجمہ کیا گیا ہے:۔

"وہی اللہ ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس پر دین کلہ واضح ہو (اور اس کے ذریعہ تمام عالم انسانی پر واضح کیا جائے) (مذاہب اسلامیہ ص۳۵)

لہ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ —— وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تاکہ اس (دین) کو (دنیا) کے تمام دینوں پر غالب کر دے۔

Marfat.com

بات یہ ہے کہ ایک طرف تو مغربی ذہن کی ساخت اور مادیت کسی ایسی مخلوق کے وجود سے گریزاں ہے جو براہ راست اللہ کے یہاں سے کوئی پیغام کسی انسان پر لائے، اس لئے ملائکہ اور جبرئیل کے مصداق ومفہوم کو بدلا گیا، اور اسے انسان میں ودیعت کردہ قوت سے تعبیر کیا گیا، رسول کو محض ایک مفکر بنایا گیا، جو اپنی قوت فکریہ سے کام لیتا ہے جس طرح دوسرے مفکرین وفلاسفہ کام لیتے ہیں، دینِ حق کا نام فطرت اور سرچشمۂ وحی صحیفۂ فطرت کو قرار دیا گیا، دوسری طرف عام بول چال میں ظہور، ظاہر ہونا اور واضح ہونا اردو میں مستعمل ہے، اور قرآن میں مبصرانہ گفتگو کے لئے اتنا بہت ہے، لہذا لیظہرہ علی الدین کلہ، کا مفہوم سمجھا گیا — تاکہ اس پر دین کلہ واضح ہو — حالانکہ اگر لغت کی کوئی معمولی کتاب ہی اٹھا کر دیکھ لی جاتی تو اس سے پتہ چلتا کہ ظہور کے معنی ہیں ظاہر ہونا اور اظہار کے معنی ہیں ظاہر کرنا۔ پھر عربیت سے تھوڑا بہت لگاؤ بھی ہوتا تو معلوم ہوتا کہ عربی زبان ولغت میں صلات کی حیثیت واہمیت کیا ہوتی ہے، اظہار علی العدو کے معنی ہوتے ہیں، دشمن پر غالب کرنا لِیُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ، کا معنی ہوگا کہ — تاکہ وہ دین کو دوسرے تمام ادیان پر غالب کردے۔[1]

---

[1] واضح رہے کہ اگر — "تاکہ اس پر دین کلہ واضح ہو" — کے خود ساختہ ترجمہ میں اس سے مراد ومفادیہ بیان کیا جائے کہ — "تاکہ رسول کو پورے دین سے باخبر کر دے" — تو یہ تاویلِ فاسد اس سے بھی بدتر ہوگی، اس لئے کہ آیت کے سیاق وسباق سے قطع نظر بھی کر لیا جائے تو جو لوگ عربیت سے نابلد نہیں وہ جانتے ہیں کہ (باقی ص۱۶۶ پر)

Marfat.com

اسی طرح قرآن کی آیت فکیف تتقون ان کفرتم یوماً یجعل الولدان شیباً السماء منفطر بہ کان وعدہ مفعولا[۱] کے اس ترجمہ کو بھی دیکھئے جس کا گذشتہ صفحات میں حوالہ دیا جاچکا ہے، یعنی
" اب تم انکار کر رہے ہو، اس دن تو تقویٰ کرتے ہی بنے گی جب طفلان (مکتب بھی) بڑے بوڑھوں (کی طرح باتیں کرتے) ہوں گے، جب

اس تاویل رکیک کو صحیح تسلیم کرنے کی بنا پر بالھدی ودین الحق کا فقرہ بالکل زائد اور بلا ضرورت ٹھہرتا ہے۔ جملہ یوں ہونا چاہیے تھا ھو الذی ارسل رسولہ لیظھرہ علی دین الحق کلہ - پھر اگر بلا وجہ' اتفاق سے یہ فقرہ پہلے آہی گیا تھا تو پھر بعد میں علی الدین والے لفظ الدین کی تکرار بے فائدہ اور بلا ضرورت ٹھہرتی ہے، بجائے لفظ الدین کے ضمیر آنی چاہیے تھی' جو دین الحق کی طرف راجع ہوتی' بلکہ لفظ الدین لفظ کلہ کی موجودگی میں اس تاویل کے بعد لاحاصل ہی رہے گا۔ نیز ذرا سوچنے کی بات ہے کہ کیا دین کوئی بھید اور عجب تھا یا کوئی کنز مدفون تھا کہ اللہ نے رسول کو بھیجا اور چپکے سے کہہ دیا کہ جا کر وہاں سے نکال لیں' سوال یہ ہے کہ رسول کے کر کیا آئے تھے؟ وہی دین الحق ہی تو لے کر آئے تھے (ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق) ایسا تو نہیں کہ لے کر کچھ اور آئے ہوں اور یہاں آکر پھر دین الحق کا اللہ نے سراغ بتایا۔ لیکن قصہ تو یہ کہ رسول کو بنانا ہے ایک مفکر' نیوٹن وغیرہ کی طرح کا ایک مفکر' کہ انھوں نے اس سرچشمہ وحی -کائنات- میں غور و فکر کیا اور ان پر دین الحق یعنی خدا کا تکوینی نظام واضح ہوتا چلا گیا یعنی وہی' اپنے کسب و عمل سے رسالت کے "لائق و مناسب بنجانے" والی بات بعنوان دیگر کہی جا رہی ہے۔ اس لئے اس طرح کی تحریف معنوی کی جا رہی ہے۔

(۱ - اگلے صفحہ پر دیکھئے)

Marfat.com

(اس ذہنی ارتقا کے ساتھ) آسمان کے حالات پوست کندہ منکشف ہوں گے' اس دن کا وعدہ ہو چکا ہے اور آ کر رہے گا۔"

(مذاہب اسلامیہ صفحہ ۳۲۶)

ظاہر ہے کہ جب یہ" عام عقیدہ کہ قیامت ایسا وقت ہے' جبکہ کل کائنات فنا ہو جائے گی' اللہ کی حکمت بالغہ اور صفت کاملہ کے مناسب نہیں" تو پھر اس طرح کی وہ ساری آیات جو صریح طور پر قیامت اور یوم آخر یعنی اُس دن سے متعلق ہیں' جس دن یہ سارا نظام کائنات درہم برہم ہو جائے گا، اسی طرح کی طبع آزمائیوں کی تختۂ مشق بنیں گی۔ لیکن جو شخص عربی زبان سے کچھ بھی واقفیت رکھتا ہو وہ دیکھ سکتا ہے کہ یہ آیت کا ترجمہ نہیں ہے بلکہ ایک طبع زاد مضمون ہے جو پوری بے باکی کے ساتھ قرآن کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔

"تاریخی بصیرت و تبحر" کے چند نمونے ملاحظہ ہوں :-

"نسانہ نویسوں نے حضرۃ عائشہ صدیقہ کی نسبت بھی لکھا ہے کہ آپ بھی طلحہ و زبیر کے ساتھ اس جنگ میں شریک تھیں' حالانکہ آپ کا بھائی محمد بن ابی بکر اس سازش کے سرغنوں میں سے تھا ...... اور اس صلہ میں حضرۃ علی نے اسے مصر کی حکومت تفویض کی' حضرۃ عائشہ

(۱ پچھلے صفحہ کا نوٹ) پس اگر تم نے کفر کیا تو کس طرح اُس ہولناک دن سے بچ سکو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور جس سے آسمان پھٹ جائے گا' یہ اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔"

۱۔ اس جملہ سے حضرۃ علیؓ کی ذات پر جو چوٹ کی گئی ہے' وہ بھی ملحوظ خاطر رہے'

Marfat.com

کی ہمدردی اگر کچھ ہوسکتی تھی تو حضرۃ علی سے ہونی چاہیئے تھی[1]، جب شیعان علی نے حضرۃ ابوبکر کو غاصب قرار دیا تو یہ بھی اسی عقیدہ کے لگ بھگ بات تھی کہ حضرۃ عائشہ کی نسبت بھی ایسے ہی واقعات گھڑے جائیں، جو حضرۃ علی کی دشمنی پر محمول ہوں "۔ (مذاہب اسلامیہ صفحہ ۹۲)

" شہادت عثمان کے فوراً بعد جب حضرۃ علی خلیفہ مقرر ہوئے تو طلحہؓ زبیر نے بالاتفاق حضرۃ علی کا مقابلہ کیا، یہ لڑائی "جمل" کے نام سے مشہور ہے، بعض مورخین نے حضرۃ عائشہ صدیقہ کی نسبت لکھا ہے کہ آپ بھی طلحہ و زبیر کی ترغیب پر اس جنگ میں شامل ہوئیں، اس جنگ میں آپ کی شمولیت محض افسانہ ہے، آپ کا بھائی تو حضرت علی کے ہواخواہوں میں سے تھا، اور سازشِ قتلِ عثمان کا سرغنہ تھا"

(خلافت اسلامیہ ج ۱ صفحہ ۶۴)

" امام حسین کی نسبت کہا جاتا ہے کہ آپ نے خروج کیا اور کربلا میں شہید ہوئے، تعجب ہے کہ ابن خلدون سا مورخ اس واقعہ کو اشارتاً بھی بیان نہیں کرتا"۔ (مذاہب اسلامیہ صفحہ ۱۳۶)

" شہادت امام حسین کا واقعہ تمام مورخین نے لکھا ہے! لیکن ابن خلدون جو ایک محقق مورخ ہے، اس نے اس واقعہ کے متعلق

---

[1] یہ بات بھی نوٹ کرنے کی ہے کہ اس طرح کے جملوں سے حضرۃ عائشہؓ کے کردار، اخلاق اور سیرت کے بارے میں کس قدر گھٹیا تصور قائم کیا گیا ہے۔ سچ ہے انسان اپنے آئینہ میں دوسروں کو دیکھتا ہے۔

Marfat.com

ایک لفظ بھی نہیں لکھا'....... لیکن ہم فرض کر لیتے ہیں کہ یہ واقعہ رونما ہوا.... " (خلافت اسلامیہ ج ۱ ص۱)

"سلمان فارسی ممکن ہے کوئی شخصیت ہو لیکن اس کا نام اتنا اچھالا گیا کہ اکثر روایات اس کی فضیلت کے بارے میں موجود ہیں"۔

(مذاہب اسلامیہ ص۱۷۳)

اسے کہتے ہیں تاریخ دانی اور ایسی ہی بحر العلوم شخصیتوں کے بارے میں اقبال نے کہا تھا کہ ـــــ ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے۔ بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا ـــــ ۔ اب اگر کل کوئی صاحب غزوۂ احد ہی کا انکار کر دیں یا انکار نہ کریں بلکہ یہ کہیں کہ معرکۂ احد تو ہوا مگر رسولؐ اس میں شریک نہ تھے' یا غزوۂ احد میں رسولؐ کے دندانِ مبارک کی شہادت کا واقعہ محض ایک افسانہ ہے تو آپ کیا کر لیں گے' اسی طرح یہ عین ممکن ہے کہ کل کوئی صاحب کھڑے ہو کر یہ فرمائیں کہ جنگ صفین ہی بے اصل اور محض افسانہ ہے' اور دنیا میں عمرو بن العاصؓ اور ابوموسیٰ اشعریؓ نام کی شخصیتیں ہی نہ تھیں اور واقعہ تحکیم[۱] فسانہ سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا' تو آپ ایسے شخص

۱؎ واقعہ تحکیم کے متعلق بھی ایک دلچسپ حکایت سن لیجئے:۔

"عبداللہ بن عمرؓ تو ایک زاہد و عابد آدمی تھا اُس نے کبھی خلافت کی خواہش نہ کی' دومتہ الجندل پر جب حکمین نے خلافت پیش کی تو انکار کر دیا۔"

(خلافت اسلامیہ ج ۱ ص۷۹)

Marfat.com

کا کیا بگاڑ لیں گے ؟ ۔

رہی یہ بات کہ واقعۂ کربلا کے متعلق ابن خلدون نے اشارتاً بھی کچھ نہیں لکھا، تو اس کی حقیقت بھی سُن لیجئے، بات یہ ہے کہ صاحبِ تحریر کے سامنے غالباً ابن خلدون کا وہ نسخہ تھا جس پر اکثر مقامات پر چند سطروں کی مقدار سادہ حصّہ چھوڑا ہوا ہے اور فٹ نوٹ میں بیاض بالاصل لکھا ہوا ہے، مطلب یہ کہ جس اصل سے یہ کتاب طبع ہوئی ہے اس میں یہاں پر سادہ چھوڑا ہوا ہے اور کچھ لکھا ہوا نہیں ہے، واقعۂ کربلا کے سلسلہ میں بھی اسی طرح بیض لہٗ بالاصل نحو ثلاث ورقات (تقریباً تین اوراق اصل مسودہ میں سفید جگہ چھوٹی ہوئی ہے) یہ "بیاض بالاصل" محض واقعۂ کربلا ہی کے سلسلہ میں نہیں ہے، بلکہ بے شمار مقامات پر ہے، مثلاً مفاح و منصور کے زمانہ میں عمّال کے بیان کے سلسلہ میں بھی ہے، فتنۂ موصل و مصر کے بحث میں بھی ہے، جرجان پر حسن بن زید کے استیلا کے بیان میں بھی ہے کہ بیاض بالاصل بقدر صحیفۃ (ایک صفحہ کے بقدر اصل مسودہ میں خالی جگہ چھوٹی ہوئی ہے) وغیرہ وغیرہ، غرض یہ بیض لہ بالاصل دیکھ کر ہمارے اس "محقق دوراں" نے لکھدیا کہ ابن خلدون نے اشارتاً بھی واقعۂ کربلا کا ذکر نہیں کیا ہے، حالانکہ اگر ابن خلدون کے اسی نسخہ کا سمجھ کر مطالعہ کیا جاتا تو ایسی بات نہ لکھی جاتی، یہاں اس کی تو گنجائش نہیں کہ ابن خلدون سے پوری بحث نقل کی جائے۔ البتہ ابن خلدون نے بحث کے جو ابواب قائم کئے ہیں، وہ ہم لکھے دیتے ہیں، اسی سے اس کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ لکھنا کہاں تک صحیح ہے کہ "ابن خلدون نے اشارۃً بھی

Marfat.com

اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا" اور یہ ابواب اسی ابن خلدون سے نقل شدہ ہیں جس میں بہت سے مقامات پر بیامن بالاصل لکھا ہوا ہے۔

سب سے پہلے ابنِ خلدون یہ عنوان قائم کرتا ہے کہ ـــــ مسیر الحسین الی الکوفۃ ومقتلہ (حضرۃ حسین کی کوفہ اور اپنے مقتل ـــــ کربلا ـــــ کی طرف روانگی) کون کہہ سکتا ہے کہ ابن خلدون نے اشارتاً بھی واقعۂ کربلا کا تذکرہ نہیں کیا' پھر دوسرا باب شروع ہوتا ہے' جس کا عنوان یہ ہے کہ مسیر المختار الی الکوفۃ واخذھا من ابن المطیع بعد وقعۃ کربلا (مختار کا کوفہ کی طرف جانا اور ابن المطیع سے' واقعۂ کربلا کے بعد کوفہ کا چھین لینا) کیا اس" بعد وقعۃ کربلا" کے بعد بھی کوئی پڑھا لکھا شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ ابنِ خلدون نے اشارتاً بھی اس کا ذکر نہیں کیا؟ اور اسی باب میں وہ بیان کرتا ہے کہ ۵ سو قیدی لائے گئے اور ـــــ فقتل المختار کل من شھد قتل الحسین منھم ..... وفرّ عمر بن الحجاج الزبیدی وکان اشدّ من حضر قتل الحسین (پھر مختار نے ان میں سے ہر اس شخص کو قتل کر دیا جو حضرۃ حسین سے قتال میں شریک تھا..... اور عمر بن الحجاج زبیدی بھاگ نکلا' یہ قاتلین حسین میں سب سے زیادہ سرگرم شخص تھا۔) پھر اس نے بہت سارے نام شمار کرائے ہیں کہ کس کو کہاں گرفتار کیا گیا' اور کس طرح اس کا کام تمام کیا گیا شمر بن ذی الجوشن کی تلاش میں مختار نے کس طرح اور کہاں کہاں آدمی بھیجا' اس کا کیا حشر ہوا وغیرہ وغیرہ (تاریخ ابن خلدون ج ۳ صـ۲۱ تا ۲۶)

Marfat.com

آپ نے یہ ایک لطیفہ سنا ہوگا کہ چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا — الا یا ایہا الساقی ادر کأسا وناولہا' دوسرا مصرع حافظ شیرازی کا ہے' جسے سعدی کی جانب منسوب کیا گیا ہے۔ اسی طرح کا یہ لطیفہ ملاحظہ ہو کہ عصمت انبیاء پر بحث کرتے ہوئے امام غزالی کی کتاب "احیاء العلوم" سے ایک حوالہ دیا گیا ہے (معلوم نہیں اس حوالہ میں کتنی صداقت ہے' میں نے اصل سے مطابقت نہیں کی ہے) پھر لکھا گیا ہے کہ — "امام صاحب (یعنی امام غزالیؒ) متوفی ۵۰۵ھ ۱۱۱۱ء کے زمانہ میں عصمت انبیاء پر بحث اس شد و مد سے نہیں تھی" — پھر آگے چل کر ارشاد ہوتا ہے کہ :—

"امام صاحب نے بحث کرتے ہوئے یہ پتہ کی بات کہی ہے کہ

؎ چہ ممکن است ز دور دماغ نبدگی زجبیں۔ زمیں فلک شود و آدمی خدا نہ شود" (مذاہب اسلامیہ ص ۲۶۰)

یہ بیدل کا شعر ہے' جو امام غزالیؒ نے پتہ کی بات فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے' اسے کہتے ہیں شان علم۔

قرآن کی آیت الحمد للہ فاطر السماوات والارض جاعل الملائکۃ رسلا اولی اجنحۃ مثنیٰ وثلٰث وربٰع یزید فی الخلق ما یشاء ان اللہ علی کل شیءٍ قدیر کی ایک وہ الوکھی تشریح و ترجمہ آپ معلوم کر چکے ہیں' جس سے نماز میں کان پکڑنے کے بعد الحمد کا پڑھنا اور نماز کی تعداد رکعات ثابت کی گئی تھی' اب ایک دوسری اچھوتی تفسیر ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

"حمد تمام اللہ ہی کے لئے خاص ہے جو آسمانوں اور زمین کے پوشیدہ امکانات کھولنے والا ہے (جو مخلوق بالخصوص انسانی ترقی کے ذرائع ہیں) اس نے ملائکہ کو رسول بنایا جو دو دو، تین تین، چار چار بازوؤں والے ہیں اور اللہ ہی ہر شئے پر قادر ہے، چاہے تو اس سے بھی زیادہ دست بازو پیدا کر دے۔ بعض مفسرین ان آیات سے خلافت راشدہ وغیرہ کی پیشین گوئی اخذ کرتے ہیں[1]۔ لیکن اس میں ایک اصل اصول بیان کیا گیا ہے کہ اللہ جس شخصیت کو کامیاب بنانے کا ارادہ فرماتا ہے اس کے دست و بازو بھی ایسے قدسی صفات لوگ بن جاتے ہیں جن کا مقصد حیات بھی وہی ہوتا ہے جو اس شخصیت کا الہامی تصور ہوتا ہے، اس کی مثال آنحضرت[ؐ] اور خلفائے راشدین اور اصحاب رسول ہیں .... سید (یعنی سر سید مرحوم) کو اللہ نے کامیاب بنایا، اور مثنیٰ محسن الملک اور وقار الملک جیسے دست و بازو دیئے[2]، ثلث و رباع اور یزید فی الخلق کے تحت حافظ نذیر احمد، خواجہ الطاف حسین، حالی وغیرہم جیسی شخصیتیں آتی ہیں۔"

(خلافت اسلامیہ حصہ ۳ صفحہ ۱۶۵-۱۶۶)

خواجہ الطاف حسین حالی کے بعد ——— "وغیرہم" ——— کو شاید آپ نہ سمجھے ہوں گے، میں بتائے دیتا ہوں، اصل میں کہنا تو یہ تھا کہ حافظ نذیر احمد اور خواجہ

[1] پتہ نہیں وہ کون سے "مفسرین" ہیں، ویسے تو بعض "مفسرین" نے اس سے نماز میں کان پکڑ کر الحمد پڑھنا اور تعداد نماز در کعات بھی اخذ کیا ہے [2] پس محسن الملک، وقار الملک کا مقصد حیات بھی وہی ہو گیا جو سر سید مرحوم کا الہامی تصور تھا۔

الطاف حسین حالی اور صاحب اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام اور نواب انتصار جنگ ثلث و رباع کے تحت آتے ہیں اور یزید فی الخلق میں خود یہ حضرات — مگر شاید انکسار کے سبب وغیرہم پر اکتفا کی گئی۔

نماز پڑھنے کی عربی قرأۃ الصلوٰۃ آپ معلوم کر چکے ہیں، اسی قسم کی ایک عربی اور ملاحظہ ہو۔

"اشرف المخلوقات اسی شرک کی وجہ سے احسن تقویم کے مرتبے سے اسفل السافلین کے قعر ذلت میں جا گرا جس کو خلیفۃ اللہ علی الارض بننے کے لئے مخلوق کیا گیا تھا.... خلیفۃ اللہ علی الارض بننے کی صلاحیت والا انسان ظلوماً جہولاً ہو کر خذلان و خسران میں دست افسوس ملتا رہ گیا۔" (اسلام کی بنیادی حقیقیں ص۱۷۹ مضمون اساس اسلام)

اردو میں بولتے ہیں زمین پر خلیفہ اسی کو عربی لباس پہنا کر خلیفۃ اللہ علی الارض کر دیا گیا ہے حالانکہ ہونا چاہئے تھا خلیفۃ اللہ فی الارض۔ اس قابلیت کے لوگ قرآن کو اپنی تفسیروں کا تختہ مشق بنا رہے ہیں۔

ایک "علمی و تاریخی استدلال" ملاحظہ ہو۔

"سب سے پہلے تاریخ نزول قرآن ہی کو لے لو جس کی روایت بخاری کے سب سے پہلے صفحہ پر ہے .... باوجودیکہ وہ اتنی مشہور و متواتر حدیث ہے، نہ صرف درایتاً ناقابل اعتبار ہے، بلکہ خود حدیث میں ہی اس کی تردید موجود ہے" (مطالعہ حدیث ص۲۱)

اس کے بعد اس طویل حدیث کا ترجمہ دیا گیا ہے جس میں بیان ہوا ہے کہ

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غار حرا میں فرشتہ آیا، اس نے کہا اقرأ (پڑھ) حضور نے فرمایا ما انا بقاری (میں پڑھنا نہیں جانتا) اس نے آپ کو پکڑ کر سینہ سے بھینچا، پھر چھوڑ دیا اور کہا "اقرأ" حضورؐ نے وہی جواب دیا، تین بار یہی صورت ہوئی پھر اقرأ باسم ربک آپؐ پر نازل ہوئی اس طویل حدیث کو نقل کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ :-

"حدیث اچھی ہے، اور ماننے میں کوئی دقت نہ ہوتی، مگر قرآن میں سورہ اقرأ نکال کر پڑھو، خصوصاً ان آیتوں پر غور کرو ارأیت الذی ینھی عبداً اذا صلی الآیۃ کیا یہ آیتیں خود ثابت نہیں کر رہی ہیں کہ یہ سورہ اس وقت نازل ہوئی، جب مسلمانوں میں نماز قائم ہو چکی تھی، اسلام کی تبلیغ ہو رہی تھی، کفار اس کی مخالفت کر رہے تھے، اور ہم کو یہ بتایا جاتا ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی، جبکہ آپ نے نبوت کا کام شروع نہ کیا تھا، نہ کفار میں اسلام پیش کیا تھا۔"

(مطالعہ حدیث صہ ۲۵)

یہ ہے وہ کمال علم و استدلال اور ذخیرۂ معلومات جس کی بنا پر حدیث ناقابل اعتبار قرار دی گئی ہے۔ حالانکہ حضرت کو اس کی خبر نہیں کہ اس موقع پر اس سورہ کی صرف ابتدائی آیتیں نازل ہوئی تھیں جو مالم یعلم پر ختم ہوتی ہیں۔ باقی آیتیں بعد میں نازل ہوئیں۔

قرآن پر عبور و نظر کے یہ دو نمونے ملاحظہ ہوں :-

"ابتدا میں نصاریٰ جو رومیوں کے ہاتھوں ستائے اور قتل کئے جاتے

Marfat.com

تھے، ان کو سریانی اصطلاح میں شہید کہتے ہیں، جس کا لفظی ترجمہ یونانی زبان میں مارٹر ہے، اگرچہ سریانی میں اس کا لفظی ترجمہ اور لغوی معنی وہی ہے جو عربی میں ہے، یعنی شہادت دینے والا مگر اصطلاحی معنی اس کے خدا کی راہ میں مقتول کے اس لئے ہو گئے کہ وہ لوگ حضرۃ عیسیٰ پر گواہی دینے کی پاداش میں قتل کئے گئے، قرآن شریف کے نازل ہونے کے وقت اس اصطلاح سے مسلمان واقف نہ تھے، اور نہ خدا کی راہ میں مارے جانے والوں کو قرآن شریف نے شہید کہا ہے مگر حدیثوں میں شہید کا لفظ اسی مفہوم میں آیا ہے "

(مطالعۂ حدیث ص۷)

یہ دعویٰ اس قرآن کے بارے میں کیا جارہا ہے جس میں یہ آیت ہے —

ومن یطع اللہ والرسول فاؤلٓئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولٓئک رفیقا۔

(النساء) اور جو لوگ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، وہ (قیامت کے روز) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر خدا نے بڑا فضل کیا، یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی خوب ہے۔) مگر، ہاں اس آیت میں "الشہداء" کا مفہوم و مراد متعین کرنے کی ذمہ داری تو رسولؐ پر تھی، اور رسولؐ تو اس ذمہ داری سے سبکدوش کرکے اس کا چارج براہ راست خود اپنے ہاتھ میں لے لیا گیا ہے، اس لئے پتہ نہیں کہ یہاں جو الشھداء کا لفظ آیا ہے اس کو کون سا معنی پہنایا جائے گا

Marfat.com

اور لطف یہ کہ اس قرآن دانی اور اس اعلان کے باوجود ایک مقام پر فرمایا جا رہا ہے کہ:

"...... جن کوفیوں نے امام حسین کو بلا کر شہید کرایا، وہ لوگ بھی زناد قہ جماعت کے افراد تھے" (مطالعۂ حدیث ص۲۴)

معلوم نہیں یہاں امام حسین کے لئے شہید کا لفظ کس "مفہوم قرآنی" میں استعمال کیا گیا ہے — ؟

دوسرا نمونہ :-

"اے ایمان والو جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اپنے منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھو لیا کرو......... اور اگر تم بیمار ہو یا عورتوں سے ہمبستری کی ہو اور تم کو پانی نہ مل سکے تو پاک خاک سے تیمم کر لو۔"

(مطالب الفرقان ص۱۳۷)

ان عبارتوں میں سے لفظ — ہمبستری — پر نمبر ۵ دے کر یہ نوٹ دیا گیا ہے :-

"فقہا اس کے لئے غسل بتاتے ہیں، مگر قرآن سے ثابت نہیں۔"

معلوم نہیں کس قرآن سے یہ ثابت نہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو قرآن نازل ہوا ہے اس میں تو صاف موجود ہے کہ :-

یا ایھا الذین آمنوا لاتقربوا الصلوٰۃ و انتم سکٰری حتی تعلموا ما تقولون ولا جنبا الا عابری سبیل حتی تغتسلوا و ان کنتم مرضٰی او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط او لامستم	مومنو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو جب تک (ان الفاظ کو) جو منہ سے کہو سمجھنے نہ لگو، نماز کے پاس نہ جاؤ اور نہ جنابت کی حالت میں (نماز کے قریب جاؤ) جب تک کہ غسل نہ کر لو۔ ہاں اگر بحالت سفر رستے چلے جا رہے ہو

Marfat.com

النساء فلم تجدوا ماءً فتیمموا صعیداً طیباً فامسحوا بوجوھکم وایدیکم۔ (النساء)

(اور پانی نہ ملنے کے سبب غسل نہ کرسکو تو تیمم کرکے نماز پڑھ لو' اسی طرح ، اور اگر تم بیمار ہو' یا سفر میں ہو' یا کوئی تم میں سے بیت الخلا سے ہو کر آیا ہو یا تم عورتوں سے ہمبستر ہوئے ہو اور تمھیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی لو اور منہ اور ہاتھوں کا مسح (کرکے تیمم) کرلو۔

ایک دلچسپ خیال آفرینی ملاحظہ ہو:۔

" نمازوں کی پابندی کرو۔ خصوصاً بیچ والی نماز کی "۔ (مظاہر قرآن ص ۱۳۹)

اس میں ـــ بیچ والی ـــــ پر نمبر ۲ دیکر یہ نوٹ دیا گیا ہے کہ :۔

" نماز عصر جو تین مقررہ وقت کے بیچ میں ہے' اگر نمازیں پانچ وقت کی قرآن میں ہوتیں تو ایسا مبہم جملہ نہ بولا جاتا کیونکہ پانچ نمازوں کے وقتوں میں ہر وقت کی نماز اپنے ماقبل اور آخر دو نمازوں کے بیچ میں ہو گی لیکن اگر نماز کے اوقات تین ہوں تو وسطیٰ کا تعین بالکل آسان ہے"۔

درست ہے' لیکن جس طرح پانچ وقت کی نمازوں کی شکل میں ہر نماز بیچ والی قرار دی جاسکتی ہے' ٹھیک اسی طرح مبینہ " قرآنی نمازوں " کے تین وقتوں ـــ فجر عصر اور عشار ـــــ میں سے ہر ایک نماز کو اس طور پر بیچ کی نماز بنایا جاسکتا ہے کہ عشاء اور عصر کے درمیان فجر اور عصر اور فجر کے درمیان عشا ـــــ معلوم نہیں اس قسم کی لچر باتیں علمی استدلال کی کون سی قسم ہے۔

عربیت میں درک اور لغت پر عبور کا یہ نمونہ ملاحظہ ہو:۔

Marfat.com

"ہر وہ شخص جس کو ذرا سی عربی آتی ہے وہ لیل کے معنی وہی سمجھے گا جبکہ خوب رات ہو کر ستارے نکل آئیں" (مطالعۂ حدیث ص۱۶۵)

لیل ۔۔۔ کا ترجمہ جو "رات" کیا جاتا ہے اس لئے اتموا الصیام الی اللیل کو تختۂ مشق اجتہاد بناتے وقت تارے نظر آنے لگے حالانکہ کسی بھی لغت کی کتاب اٹھا کر دیکھ لی جاتی تو اس سے معلوم ہو جاتا کہ سورج غروب ہو جانے کے بعد ہی سے لیل کا اطلاق شروع ہو جاتا ہے اور طلوع صبح صادق تک رہتا ہے (من مغرب الشمس الی طلوع الفجر الصادق)

اسی طرح حدیث سے بھی روزوں کو رمضان کے عشرۂ اخیرہ میں تین دن سے لے کر نو دن تک کے اندر منحصر فرمانے کی یہ لغوی دلیل دی گئی ہے کہ :-

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب پھر چاند دیکھو تو افطار کرو، پھر اگر ابر آ جائے تو تیس روزے پورے کرو۔ معلوم ہوتا ہے راوی نے یقیناً آخر کا جملہ بڑھا دیا ہے کیونکہ ابن عمر کی حدیث میں جو بالکل اسی طرح ہے یہ الفاظ نہیں ہیں[1] مہینہ کے معنی صاف ہیں یعنی مہینہ کے آخری ہفتہ میں چاندنی رات رات کے اخیر حصہ میں شروع ہوتی ہے۔" (مطالعۂ حدیث ص۱۷۲)

بات یہ ہے کہ روایت میں ھلال کا لفظ ہے، اس کا ترجمہ کرنے والوں نے چاند کیا، رمضان کا عشرۂ اخیر پرواز تخیل کی بنا پر ایک ثابت شدہ تحقیق قرار پا ہی چکا تھا ادھر

---

[1] حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات میں بھی اسی طرح کے الفاظ ہیں، یہ اور بات ہے کہ مطالعہ حدیث کے وقت غنودگی آ گئی ہو۔

Marfat.com

ترجمہ میں چاند کا لفظ دیکھا' لہٰذا اس کو پچھلے پہر شب کا چاند (چاندنی رات والا) بنایا گیا' اور "تیس پورے کرو" کو الحاقی جملہ قرار دے دیا گیا۔ چلئے حدیث سے بھی تین ہی دن کے روزے (زیادہ سے زیادہ نو تک) ثابت ہو گئے۔ حالانکہ "ہر وہ شخص جس کو ذرا سی بھی عربی آتی ہے" جانتا ہے کہ لفظ ھلال کا اطلاق پہلی کے چاند پر ہوتا ہے یا زیادہ سے زیادہ تیسری تک کے سرِ شام چاند پر۔ لیکن یہ بات تو وہ سمجھ سکتا ہے جس کو "تھوڑی سی بھی عربی آتی ہے" اور اصل عربی عبارت دیکھ کر اظہار خیال کرتا ہو۔

زمانۂ حیض میں عورتوں کی نماز کے متعلق ایک صاحب کی فقہ دانی کا نمونہ گزر چکا ہے دوسرے صاحب کی فقہ میں بصیرت کا یہ کمال ملاحظہ ہو :-

" نماز تو ایک ہی صورت میں فقہا نے ساقط مانی ہے' اور وہ عورتوں کا زمانۂ حیض ہے مگر اس کی بھی قضا واجب ہے"۔ (مطالعۂ حدیث ص۱۵۲)

حالانکہ کسی فقیہ نے یہ نہیں کہا کہ اس کی قضا واجب ہے۔

تاریخ دانی کا ایک کمال ملاحظہ ہو کہ :-

" ابتدائی عباسی زمانے میں اُن کی (یعنی زنادقہ کی) تعداد عراق میں کثرت سے پھیلی' بصرہ جو خلافت کا سب سے بڑا بندرگاہ اور تجارتی مرکز تھا.... اسی جگہ لسانی اور مذہب کے امتزاج سے اسلام نے رفتہ رفتہ وہ صورت اختیار کر لی جو بنی امیہ کے اصل تمسک بالقرآن مذہب سے مختلف تھا"۔

(مطالعۂ حدیث ص۶۳)

یہ ہے تاریخ دانی کا فضل و کمال اور یہ ہے قرآن فہمی کا آئینہ کہ بنو امیہ قرآن

Marfat.com

کی خالص تعلیم کے حبل متین کو مضبوطی سے تھامے ہوئے تھے، جی ہاں، وہی بنو امیہ جنھوں نے خلافت و امارت کی اساس کو "قرآن کے قانونِ وراثت" پر استوار کیا تھا، وہی بنو امیہ جس کا ایک خلیفہ تختِ خلافت پر قدم رنجہ فرماتے ہوئے، قرآن سے رخصتی کلمات کہتا ہے اور جمعہ مدینہ میں اپنے ایک خطاب عام کے اثنا میں اعلان کرتا ہے کہ — "ہاں، میں گردن اڑا دوں گا اُس کی بھی جو خدا کا خوف اور آخرت کی بازپرسی مجھے یاد دلائے گا" — اور وہی بنو امیہ جن کے والیوں اور عمّال میں حجاج بن یوسف بھی تھا۔

اب میرا خیال ہے کہ آپ ان حضرات کی بضاعت علم کے اتنے ہی نمونوں سے اُکتا گئے ہوں گے اس لیے "فضل و کمال" کے مزید "نوادر و شاہکار" سے صرفِ نظر کرنا پڑتا ہے، لیکن اتنا بتا دینا مناسب ہے کہ یہ وہ نقوش و افادات ہیں جو بادنیٰ تامل، بلکہ بہ یک نظر ان حضرات کی علمی "جلالتِ شان" کی حقیقت واضح کرنے کے لئے کافی ہیں، ان کے علاوہ اسی قسم کے بیشمار نظائر ہیں اور ان کے ساتھ بہت سے ایسے غامض مباحث میں بھی کمالات کا ثبوت دیا گیا ہے جو خالص فن سے تعلق رکھتے ہیں، فنی نزاکتوں اور فنی باریکیوں سے تہی دامنی کے سبب ایسی ایسی مضحکہ خیزیاں سرزد ہوئی ہیں جن کی اصلیت اس وقت واضح ہوتی ہے جب کہ ان پر سیر حاصل بحث کی جائے، اور یہ کتاب ایسی طویل بحثوں کی نہ متحمل ہے اور نہ اس کے موضوع میں یہ چیز داخل ہے، اس لئے ہمیں افسوس ہے کہ "فضل و کمال" اور علوم و فنون کے اس "بحر بیکراں" سے ناظرین کما حقہٗ مستفید نہ ہو سکے۔

البتہ ان "حاملینِ قرآن" کی اخلاقیات کے کچھ جلوے بھی ضرور دیکھ لیجئے

Marfat.com

چاہئیں تاکہ اندازہ ہوجائے کہ "صدق وصفا، امانت و دیانت اور راستبازی و خداترسی کے "کتنے بلند مقام" پر یہ حضرات فائز ہیں - پھر یہ حقیقت اپنی پوری شان سے واشگاف ہوجائے گی کہ وہ کون سا مشن ہے جس کی خاطر یہ ساری مساعی اور انتہائی جد و جہد کی جارہی ہے -

اخلاقی سرمایہ قرآن نے اہل کتاب کی ایک دیدہ دلیری پر لعنت کرتے ہوئے کہا ہے کہ فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ (پھٹکار ہے ان لوگوں پر جو کوئی خود ساختہ تحریر اپنے ہاتھوں سے لکھ لیتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے) یہی حرکت قرآن کے ساتھ بھی کی جارہی ہے:-

"اللہ نے قرآن میں ۷۵۶ مرتبہ کہا تھا کہ کائنات کو مسخر کرو، زمین کا سینہ چیر کر اس سے قوت و ہیبت کے خزائن نکالو، عناصر کی سرکش قوتوں کو اپنی خدمت پر لگاؤ، ہواؤں پر حکمرانی کرو، سمندر کی مہیب موجوں کی سینہ زوریاں توڑ دو، آفتاب و ماہتاب کی شعاعوں کو گرفتار کرو اور علم کے پر لگا کر فضاؤں میں اس شان سے پرواز کرو کہ تمام کائنات لرزہ براندام ہوجائے" (دو اسلام ص ۲۷۰)

معلوم نہیں کہ یہ ۷۵۶ آیتیں کس قرآن کی ہیں جن میں مذکورۂ بالا مضمون ارشاد ہوا ہے - تہذیب نو اور ترقی جدید سے والہانہ عقیدت اور عجائب سائنس کے سامنے ہوش و حواس کی گم گشتگی کا یہ کرشمہ تو ہونا ہی چاہیے - کہ "ہر چہ از دوست رسد عین قرآن است" -

Marfat.com

حوالوں اور اقتباسات میں امانت و دیانت مسلم تو مسلم، ایک دہریہ بھی ملحوظ رکھتا ہے، مگر یہ "حاملین قرآن" ہی ہیں جن کا طغرائے امتیاز خیانت نقل ہے۔ جن کے چند نظائر درج ذیل ہیں :-

"ہم ظہر و عصر اور عشاء کی نماز میں چار چار رکعات پڑھتے ہیں لیکن مؤطا کتاب الصلوٰۃ (ص۲۲) میں درج ہے ان عمر بن الخطاب کان یقول صلوٰۃ اللیل والنہار مثنیٰ مثنیٰ۔ عمر بن الخطاب فرمایا کرتے تھے کہ رات اور دن کی نماز صرف دو دو رکعت ہے"۔ (دو اسلام ص۲۳۵)

آپ کو معلوم ہے؟ کہ مؤطا میں حضرۃ عمرؓ کا یہ قول کتاب الصلوٰۃ کے کس باب میں ہے؟ باب یہ ہے ——— باب الافضل فی نافلۃ اللیل والنہار ان یکون مثنیٰ مثنیٰ۔ (یہ باب اس بیان میں ہے کہ دن اور رات کے نوافل دو دو کر کے پڑھنا افضل ہے) اس کے بعد امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ انہ بلغہ ان عمر بن الخطاب کان یقول صلوٰۃ اللیل والنہار مثنیٰ مثنیٰ تسلیم من کل رکعتین۔ دیکھا آپ نے؟ حضرۃ عمرؓ کا یہ قول نوافل و سنن سے متعلق ہے کہ دن و رات میں فرض نمازوں کے قبل یا بعد یا ان کے بغیر جو سنن و نوافل پڑھی جاتی ہیں، وہ دو دو رکعات کر کے پڑھی جانی چاہئیں، اس قول کو کہاں چسپاں کیا ہے؟ فرائض کے ساتھ بعینہٖ اسی طرح کی حرکت جیسے کوئی یہ کہے کہ قرآن میں حکم ہے کہ لاتقربوا الصلوٰۃ اور وانتم سکاریٰ کو ہضم کر جائے پھر یہ کہ تسلیم من کل رکعتین کا جملہ بھی غائب کر دیا گیا اس لئے کہ اگر یہ جملہ بھی لکھ دیا جاتا تو پڑھنے والے کو کھٹک ہوتی کہ آخر اس کا کیا مطلب ہوا اور جب یہ

(صلہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

Marfat.com

جملہ موجود ہی نہ ہوگا تو اس کا احتمال ہی نہ رہے گا۔ اس کے بعد پھر ایک دوسری روایت بخاری کے حوالہ سے ذکر کی گئی ہے :-

" عن ابی جحیفہ قال خرج علینا رسول اللہ صلعم بالھاجرۃ فاتی بوضوء فتوضأ .... وصلی النبی صلعم الظہر رکعتین والعصر رکعتین - ابو جحیفہ کہتے ہیں کہ ایک دن دوپہر کے وقت حضور باہر تشریف لائے، پانی منگوایا، وضو کیا، اور پھر صلوٰۃ ظہر و عصر کی دو دو رکعتیں پڑھیں۔ اس حدیث میں قطعاً یہ مذکور نہیں کہ آپ سفر پر تھے اور اس لئے نمازیں تخفیف کر لی تھی "۔ (رد اسلام ص ۲۳۵-۲۳۶)

اس موقع پر بخاری کی اس روایت کا ذکر کرنا اصل روایات بخاری سے طریقہ استشہاد سے نابلد ہونے کی علامت ہے، اگر کوئی شخص بخاری کے محض کسی ایک باب کی صرف کسی ایک روایت سے استدلال کرتا ہے، تو وہ یا تو مطلقاً بخاری سے واقفیت نہیں رکھتا یا پھر جان بوجھکر دھوکا دینا چاہتا ہے، امام بخاری ایک ہی روایت کو مختلف ابواب میں مختلف مناسبتوں سے ذکر کرتے ہیں، حتی کہ کبھی کسی روایت کے ایک دو جملے ہی ذکر کر کے چھوڑ دیتے ہیں، اس لئے کہ اس باب کی مناسبت کا تعلق اسی ایک دو جملہ سے ہوتا ہے، اس لئے بخاری کی روایات سے کسی استدلال کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ روایت سارے ابواب سے جمع کیجائے

لہ (پچھلے صفحہ کا نوٹ) بات یہ ہے کہ حضرۃ عمرؓ سنن و نوافل میں محض دو دو رکعت کے بارے میں نہیں فرما رہے ہیں، بلکہ مفہوم یہ ہے کہ پڑھنے والا چاہے چار پڑھے اگر دو دو رکعت کر کے پڑھے۔ " ہر دو رکعت پر سلام پھیرے "۔

Marfat.com

اور اسے مکمل طور پر دیکھا جائے، تب کوئی نتیجہ نکالا جانا چاہیے، مثلاً اسی متذکرہ بالا روایت کو لے لیجئے، یہ روایت (انھیں حضرۃ ابو حنیفہ سے) امام بخاری مندرجۂ ذیل آٹھ مختلف ابواب میں لائے ہیں۔

(۱) باب استعمال فضل وضوء الناس (لوگوں کے بچے ہوئے پانی کا استعمال جائز ہے یا نہیں)

(۲) باب سترۃ الامام سترۃ من خلفہ (امام کا سترہ اس کے مقتدی کا بھی سترہ ہے)

(۳) باب الصلوٰۃ فی الثوب الاحمر (سرخ کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق)

(۴) باب الصلوٰۃ الی العنزۃ (سامنے نیزہ گاڑ کر نماز پڑھنے کے متعلق)

(۵) باب الستر بمکۃ وغیرھا (مکہ اور غیر مکہ ہر جگہ سترہ ہونا چاہیے)

(۶) باب الاذان للمسافر (مسافر اگر چند ہوں تو اذان و اقامت ہو سکتی ہے)

(۷) فی صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۸) فی اللباس

اور یہ اس لئے کہ اس واقعہ سے ان سارے امور پر روشنی پڑتی ہے کسی باب میں صرف اتنا حصہ ذکر کیا جس سے اصل باب پر روشنی پڑ جائے، اور کسی میں ذرا طویل حصہ ذکر کیا، یہاں ان سارے امور کی تفاصیل غیر ضروری ہیں، مقصد یہ ہے کہ ان سارے ابواب سے یہ روایت لے کر دیکھی جائے، تب اصل صورت واقعہ سامنے آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ موقع سفر ہی کا تھا، چنانچہ سترۃ الامام سترۃ من خلفہ میں یہ جملہ صاف مذکور ہے کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی بھم بالبطحاء وبین یدیہ عنزۃ الخ باب السترۃ بمکۃ وغیرھا میں یہی روایت

Marfat.com

ذرا طویل ہے اور یوں ہے کہ عن ابی جحیفۃ قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالھاجرۃ فصلی بالبطحاء ..... الظھر والعصر رکعتین ونصب بین یدیہ عنزۃ الخ اور باب الاذان للمسافر میں یہی روایت ہے مگر مختصر اس میں بجائے بطحاء کے ابطح ہے (دونوں نام ایک ہی مقام کے ہیں) اور وضو کے لئے پانی لایا جانا حضور کا وضو فرمانا اور بچے ہوئے پانی کی طرف لوگوں کی لپک اس باب کی اس روایت میں موجود نہیں ـــــ کتاب "دو اسلام" میں جو روایت درج کی گئی ہے وہ باب استعمال فضل وضوء الناس سے نقل کر کے لکھدی گئی اور اُسے لے اُڑے، حالانکہ بخاری کی روایت اور اس کتاب کے فہم کے بنیادی شرائط میں یہ ہے کہ سارے طرق اور سارے ابواب سے اخذ کرنے کے بعد پھر روایت دیکھی جانی چاہئیے تھی، تب اصل واقعہ اپنے سارے گوشوں کے ساتھ سامنے آتا۔ یہ ہے ان لوگوں کے فہم بخاری کا حال اور بخاری سے متعلق اس معیار علم کے باوجود ڈھٹائی کا یہ عالم ہے کہ تضحیک واستہزا کی جاتی ہے اور پورے سوقیانہ انداز سے طعن وتشنیع کی جاتی ہے اور امام بخاری کی جہالتیں شمار کرائی جاتی ہیں۔ تغور برتو اے .....

ایک انداز تنقید ملاحظہ ہو اور اسی ضمن میں خیانت نقل کا کمال بھی دیکھ لیجئے:

" میں ایک ہی دور کے چند راوی لے کر ذہبی کی زبانی ان کی کہانی سناتا ہوں جس سے آپ اندازہ لگا سکیں گے کہ ہمارے بزرگوں کا انداز کردار نویسی کیا تھا۔ مثلاً (۱) علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب کے متعلق لکھتے ہیں، کان یصلی فی الیوم واللیلۃ الف رکعۃ آپ رات دن میں

Marfat.com

ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے ...... تذکرہ (یعنی تذکرۃ الحفاظ ذہبی)
(۲) مطرف بن عبداللہ (وفات ۹۵ھ) کے متعلق لکھا ہے، کان راسًا فی العلم والعمل کہ آپ علم وعمل میں سردار تھے (تذکرہ ص۵۵) (۳) محمد بن سیرین (وفات ۱۱۰ھ) کے متعلق کہا عزیز العلم ثقۃ .... راس فی الورع کہ آپ علم میں بے مثال[1] قابل اعتماد .... اور عمل[2] یعنی تقویٰ میں سردار تھے (تذکرہ ص۶۷) ہیں دونوں (یعنی مطرف بن عبداللہ اور ابن سیرین) ہم عصر اور دونوں علم وعمل میں سردار[3] (۴) طاؤس بن کیسان (وفات ۱۰۶ھ) کے متعلق فرمایا، کان راسًا فی العلم والورع کہ علم وعمل میں سردار تھا (تذکرہ ص۷) (۵) ابو صالح ذکوان (وفات ۱۰۱ھ) کے متعلق ارشاد ہوا من اجل الناس واوثقھم، سب سے بڑا اور سب سے زیادہ قابل اعتماد[4] (تذکرہ ص۸) (۶) شعبی کے متعلق کہا مارأیت

---

۱ ملاحظہ کیجئے عزیز کے معنی بے مثال کئے ہیں، شاید آپ کو اب تک معلوم نہ ہو۔

۲ ورع کے معنی عمل یاد رکھئے اور تقویٰ اس کا وضعی معنی نہیں، بلکہ مرادی معنی ہے۔

۳ شاید اب آپ سمجھ گئے ہوں کہ ورع کا معنی عمل کیوں کیا گیا، اس لئے کہ مطرف بن عبداللہ کے متعلق العلم کے بعد العمل تھا، اس لئے سرداری میں یکسانیت دکھائی نہیں جا سکتی تھی تاوقتیکہ ورع اور عمل کو مترادف نہ قرار دیا جاتا۔

۴ من اجل الناس واوثقھم کا ترجمہ شاید آپ یہ سمجھیں کہ بڑے جلیل القدر اور بڑے ثقہ لوگوں میں سے ایک تھا۔ تو اس کی اصلاح فرما لیجئے۔

Marfat.com

واعلم وافقه من شعبی "شعبی سے بڑا عالم اور بڑا عقلمند[1] میں نے نہیں دیکھا۔ (تذکرہ ص۸۲)، عکرمہ (وفات ۱۰۷ھ) کے متعلق لکھا مابقی احد اعلم بکتاب اللہ من عکرمۃ "کہ عکرمہ سے بڑا کتاب اللہ کا کوئی عالم موجود نہیں۔ (تذکرہ ص۹۶)

(۸) القاسم بن محمد بن ابی بکر (وفات ۱۰۸ھ) کے متعلق فرمایا ما رایت فقیھاً اعلم من القاسم "کہ میں نے القاسم سے بڑا عالم نہیں دیکھا (تذکرہ ص۹۶)

(۹) عطاء بن ابی رباح (وفات ۱۱۴ھ) کے متعلق کہا ما رایت افضل من عطاء "کہ میں نے عطاء سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا" (تذکرہ ص۹۸) دیکھا آپ نے سوانح نویسی کا انداز، یہ سب محدثین ہم عصر تھے، ذہبی ہر ایک کو "بے مثال، سب سے بڑا عالم، سردار" قرار دے گیا ہے، ظاہر ہے کہ ایک ہی زمانے اور قریباً ایک ہی ملک کے سب لوگ بے نظیر، بے مثال نہیں ہو سکتے اس لئے ہم اس نتیجہ پر پہنچنے کیلئے مجبور ہیں کہ ذہبی کی یہ قصیدہ گوئی[2] حقیقت سے بہت کم تعلق رکھتی ہے۔ (دو اسلام ص۲۴۷، ۲۴۹)

جی ہاں، دیکھا ہم نے سوانح نویسی کا انداز، اور ساتھ ہی اس تدلیس و فریب کو بھی دیکھا جو اس سلسلہ میں کیا گیا ہے، ترجموں کی غلطیوں کو چھوڑیئے، نیز اس انداز تنقید سے قطع نظر کر لیجئے کہ وہ ہم عصر بلند مرتبہ اشخاص کے علم و فضل اور تقوی

---

[1] اس موقع پر افقہ کا مطلب بڑا عقلمند ذہن میں محفوظ کر لینے کے لائق ہے، کہیں آپ اصطلاح میں جو فقیہ کا مفہوم ہے وہ نہ سمجھ بیٹھیں۔

[2] یعنی یہی ملاحظہ ہو کہ "ہر ایک کو سب سے بڑا عالم (وغیرہ) قرار دینے کا انتساب علامہ ذہبی کی طرف کیا جا رہا ہے باوجودیکہ اس قصیدہ گوئی میں چند علما و فقہا کے لئے ما رایت فقیھاً من ..... (میں نے فلاں سے بڑھ کر فقیہ یا عالم نہیں دیکھا) کہے جاتے ہیں اور یہ ان لوگوں سے لئے ہیں جن کی وفات ذہبی کی پیدائش سے پانچ ساڑھے پانچ سو سال پہلے ہو چکی تھی۔

Marfat.com

کے اظہار کے لئے اگر دونوں کو علم و عمل میں سردار دونوں کو بے مثال اور ہر ایک کو قابلِ اعتماد کہا جائے تو اس میں تضاد کیا ہے، جادۂ علم کو گھوڑ دوڑ کا میدان سمجھ لیا گیا ہے کہ آگے تو کوئی ایک ہی گھوڑا ہوگا، کیا سردارانِ قریش اُن متعدد افراد کو نہیں کہا جاتا تھا جو ایک ہی زمانے میں تھے، حالانکہ اس طرزِ فکر و فہم کی بنا پر تو کسی ایک ہی کو سردار کہا جانا چاہیئے تھا، ایسی ایسی مضحکہ خیزیوں کا نام تحقیق و تنقید رکھا جاتا ہے بہرحال اس تنقید کے فی نفسہٖ بے معنی ہونے سے بھی صرف نظر کر لیجئے اور دیکھئے کہ اس ارشاد میں کہ "ذہبی ہر ایک کو بے مثال سب سے بڑا عالم، سردار قرار دے گیا ہے" ـــــ کس قدر "صدق و دیانت" کو کام میں لایا گیا ہے۔ علی بن الحسین کے متعلق امام مالک کا قول نقل کرتے ہوئے ذہبی نے کہا ہے کہ قال مالک بلغنی انہ کان یصلی الخ۔ مطرف بن عبداللہ کے بارے میں البتہ ذہبی کا بیان ہے لیکن واضح رہے کہ مطرف البصری تھے۔

محمد بن سیرین کے متعلق بھی ذہبی کا بیان معلوم ہوتا ہے، اگرچہ عبارت میں قطع برید کی گئی ہے، پھر بھی ہم تسلیم کئے لیتے ہیں لیکن دیکھ لیجیے کہ دونوں (مطرف اور ابن سیرین) کے متعلق کون سے الفاظ مشترک ہیں۔

طاؤس بن کیسان کے متعلق بھی ذہبی ہی کا جملہ ہے اور الورع کی جگہ العمل ہے لیکن واضح رہے کہ مطرف بصری تھے اور طاؤس یمانی الجندی، دونوں ایک "ملک" کے نہیں تھے۔

ابو صالح ذکوان کے بارے میں ذہبی نے امام احمد کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ذکرہ احمد فقال ثقة من اجل الناس الخ شعبی کے متعلق جو عبارت درج کی گئی ہے وہ سرے سے موجود ہی نہیں، بلکہ یہ ہے ـــــ قال سعید بن

Marfat.com

عبدالعزیز عن مکحول قال مارائت اعلم من الشعبی (سعید نے مکحول سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ مکحول نے شعبی کے بارے میں کہا کہ میں نے شعبی سے بڑھ کر عالم نہیں دیکھا) قال سلیمان عن ابی مجلز قال مارائت احداً افقہ من الشعبی ! الخ (سلیمان نے ابومجلز سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ ابومجلز نے کہا کہ شعبی سے بڑھکر میں نے کسی کو فقیہ نہیں دیکھا) صاحبِ تحریر نے مکحول کے قول سے اعلم لے لیا۔ اور ابومجلز کے قول سے افقہ اور دونوں کو ملا کر ذہبی کا قول بنا ڈالا۔

عکرمہ کے متعلق ذہبی شعبی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وعن الشعبی قال مابقی احدٌ ! الخ۔ القاسم بن محمد کے بارے میں ابوالزناد کا قول ذہبی نے نقل کیا ہے کہ عن ابی الزناد قال مارأیت فقیھا ! الخ

عطا بن رباح کے متعلق اصل جملہ یہ ہے۔ قال ابوحنیفة مارأیت ! الخ یہاں بھی خود ذہبی کا جملہ نہیں ہے بلکہ امام ابوحنیفہ کا قول ذہبی نے نقل کیا ہے۔

دیکھا آپ نے، حقیقت کیا تھی ؟ ذہبی نے مختلف ائمہ کی نظر میں مختلف جلیل القدر اصحاب کا جو مقام تھا، وہ بیان کیا ہے لیکن ذہبی کی اصل عبارتوں میں کاٹ چھانٹ کر کے کون سا پیرایہ دیا گیا ؟ آپ حیران ہوں گے کہ آخر اس طرح کی حرکت سے غرض کیا ہے ؟ تو ملاحظہ فرمائیے اس سے شاید آپ تہ تک پہنچ سکیں۔

کتاب دو اسلام کے صفحہ ۴۹ پر ایک عنوان درج کیا گیا ہے کہ ــــ "کچھ ائمہ حدیث اور معتبر راویوں کے متعلق" ــــ اور اس عنوان کے تحت ایسے متعدد اقوال جمع کئے گئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فلاں جلیل القدر شخصیت نے فلاں کو کاذب کہا اور ایک تیسری عظیم ہستی نے اول الذکر کو جھوٹا قرار دیا، ایک امام کی

Marfat.com

نظر میں جو محدث ثقہ تھا، دوسرے امام اس کی تکذیب کرتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ اور ان اقوال میں سے اکثر و بیشتر کے ماخذ میں جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر کا ذکر[1] ہے اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد ارشاد ہوا ہے کہ :-

"کہاں تک گنوں، سینکڑوں ایسے راوی ہیں، جنھیں ایک جماعت سچا سمجھتی ہے اور دوسری جھوٹا، ..... کس کی سنیں اور کس کی نہ سنیں"۔ (دو اسلام ص۱۰۲)

---

[1] اس پوری کتاب میں ان کو یہی حصہ قابل اخذ و اعتبار نظر آیا، اور اس میں بھی اپنے مفید مطلب جو بات دیکھی وہ لی ہے، ورنہ علامہ ابن عبدالبر نے ان اقوال کے درج کرنے سے پہلے ڈیڑھ دو صفحات میں بسط و تفصیل کے ساتھ ان کے اسباب لکھے ہیں، تصریحیں کی ہیں چنانچہ اس سلسلہ میں وہ کہتے ہیں کہ :-

"اس بارے میں بہت لوگوں نے ٹھوکر کھائی اور جہل کی وجہ سے گمراہیاں پھیل گئی ہیں، حق یہ ہے کہ جو شخص علم میں قابل اعتبار و امانت دار ثابت ہو چکا ہے اس کے حق میں کوئی رد و قدح قبول نہیں کی جا سکتی، جب تک قانون شہادت کی کسوٹی پر پوری طرح کھری نہ اترے" (جامع بیان العلم ج ۲ مطبوعہ مصر ص۱۵۲)

اور پھر جہاں جہاں ایسی عظیم شخصیتوں اور ایسے ائمہ و علمائے حق کی طرف اس طرح کی کوئی بات منسوب کی گئی ہے وہاں اکثر و بیشتر وہ تبصرہ بھی کرتے چلے گئے ہیں، تاکہ لوگ ٹھوکر نہ کھائیں لیکن انھیں کیا معلوم تھا کہ نقلِ اقوال و اقتباس میں ایسے ایسے "دیانت دار" لوگ پیدا ہوں گے کہ یہ سارے تبصرے اور محاکمے "برقی" مقراض سے کاٹ کر مقصد براری کی سعی کی جائے گی۔ غرض اسی تبصرہ و محاکمہ کے سلسلہ میں ایک جگہ علامہ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ :-

(باقی ص۱۹۲ پر)

Marfat.com

اب تو غالباً آپ نے مدعائے اصلی سمجھ لیا ہوگا' یعنی پہلی صورت حال "حقیدہ گوئی" تھی اور "مبالغہ آمیز مدح سرائی" اس لئے ناقابلِ اعتبار' اور دوسری صورت حال ؟ تو ظاہر ہے کہ جب کیفیت یہ ہو تو سب کے سب اٹھا کر پھینک دینے کے قابل اور سرے سے انکار کر دیئے جانے کے لائق۔

(پچھلے صفحہ سے) "امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی جیسے جلیل القدر ائمہ کی شان میں جس کسی نے بدگوئی کی ہے اس کی مثال ایسی ہی ہے کنطح صخرۃ یوماً لیوھنھا۔ فلم یضرھا وا وھی قرنہ الوعل (جیسے کوہستانی بکرے نے چٹان کو توڑ ڈالنے کے لئے ٹکر ماری' مگر چٹان کا کچھ نہ بگڑا خود بکرے کے سینگ پاش پاش ہو گئے) (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۲۱)

لیکن ابن عبدالبرؒ کے یہ سارے نصائح' تبصرے اور محاکمے ناقابلِ التفات ہیں' "ظنی" اور لائق اعراض ہیں اور اسی طرح کتاب کے وہ سارے حصے' جو انتہائی بصیرت افروز اور بڑے ایمان پرور ہیں' سب کے سب ردی کی ٹوکری میں ڈال دیئے جانے کے قابل! بس لے دے کر "کوہستانی بکروں کے سینگوں کی یہی چوٹیں" قابل اعتنا' یقین و جزم کی پیکر اور لائق استناد ہیں۔

اسی کے ساتھ ایک بات کی جانب اور اشارہ کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے' وہ یہ کہ جامع بیان العلم میں اس طرح کے جو اقوال درج کئے گئے ہیں' وہ باضابطہ اسناد کے ساتھ مندرج ہیں' اور ہر قول کے سلسلہ میں جو درمیانی رواۃ کی کڑی ہے۔ اگر اس کی چھان بین کی جائے' تو یقین جانیئے۔ اکثر و بیشتر ان سندوں میں ایسے مجروح رواۃ کے نام ملیں گے جن کے پیش نظر ہی ائمہ و مجتہدین اور محدثین کو مذموم کرنا ہوگا اور جن کا شمار حدیث و سنن اور دین کے معاملہ میں اسی گروہ کے اندر ہوگا' جو اسلام اور شعائر اسلام کو مسخ کرنا اپنا مطمحِ نظر (باقی ص ۱۹۳ پر)

Marfat.com

اسی سلسلۂ تنقید میں ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے اور ایسا دراصل پورے فنِ اسماء الرجال اور جرح اور تعدیل کو بے اعتبار ٹھہرا دینے اور تشکیک کی خدمت بحسن وجوہ انجام دینے کی خاطر کیا گیا ہے :۔

"میں تسلیم کرتا ہوں کہ آپ (یعنی امام بخاری) کے معاصر یحییٰ بن معین نے راویوں کے حالات قلمبند کئے تھے، لیکن اُن کے متعلق بھی وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ انھیں یہ حالات کس نے بتائے تھے اور دو سو سال کے متعلق انھوں نے معلومات کہاں سے حاصل کی تھیں، اگر آج ہمیں کہا جائے کہ اپنے محلہ کے تمام ان لوگوں کے حالات قلم بند کرو جو گزشتہ دو سال میں مر چکے ہیں تو ہم کبھی نہیں کر سکیں گے۔ ممکن ہے مجملاً ہمیں معلوم ہو جائے کہ فلاں صاحب پابند صوم وصلوٰۃ تھے لیکن اس کے کردار کی صحیح تصویر کھینچنا ہمارے ناممکن ہوگا۔" (دو اسلام ص۴۶)

مشکل یہ ہے کہ ایک طرف لاعلمی ہے، فن سے نابلدی ہے اور حدیث و محدثین سے خدا واسطے کا بیر ہے، اسی کے ساتھ دنیا کی ساری ہستیوں کو اپنی ذات، اپنی سرگرمیوں اور اپنے مشاغل کے آئینہ میں دیکھنے کی عادت ہے اور دوسری طرف ذمہ داری وہ اٹھائی گئی ہے، جس میں بہرحال کچھ نہ کچھ فکر و دانش کی ضرورت

(بقیہ ص۱۹۲ کا) بنا چکا تھا، اس طرح کی حرکتیں انھیں اصحاب کی ہیں، جو کی گئیں اور اس لئے کی گئیں ہیں تاکہ دین میں فساد پیدا ہو اور ان کا مقصد حاصل ہو اور اس کے بھی کہ ان کے بعد آنے والے ان کے "خلفاء" ان "اکتسابات" سے خاطر خواہ فائدے اٹھا سکیں، چنانچہ دیکھئے کس طرح فائدہ اٹھایا جا رہا ہے۔

Marfat.com

ہے، سلیک فی القرآن بچوں کا کھیل تو نہیں، اس کے لئے تو "ٹھڑے" باید۔ یہ انھیں باتوں کا نتیجہ ہے کہ ایسی ایسی مضحکہ خیزیوں کا ارتکاب ہوتا رہتا ہے، ورنہ اگر صورت حال یہ نہ ہوتی تو معلوم کیا جاسکتا تھا کہ ابن معین نے یہ معلومات کہاں سے اور کس طرح حاصل کیں، آثار و اخبار اور فن اسماء الرجال کے معاملہ میں تو یہ حال ہے لیکن دوسری طرف ایمان لایا جا رہا ہے ایسی ہستیوں پر جن کے حالات دو سو سال نہیں بلکہ ہزاروں سال بعد قلمبند ہوئے، اور پتہ نہیں کہ قلمبند کرنے والوں تک یہ حالات کن ذرائع اور کن واسطوں سے پہنچے، پھر جو کچھ بھی قلمبند ہوئے وہ پیغمبرانہ کردار کی صحیح تصویر تو کیا، انسانی کردار کی عظمتوں پر بھی پورے نہیں اترتے :-

> "ہندوستان کے مشہور پیغمبر تین ہیں، حضرۃ رام چندر، حضرۃ کرشن چندر اور حضرۃ بدھ علیہم السلام۔ رام چندر کے حالات زندگی بالمیک نے رامائن میں منضبط کئے ہیں، اس کتاب سے ان کی بلند سیرت کے ہر گوشہ پر روشنی پڑتی ہے اور یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ ایک کامیاب اور متعدد زندگی کے ترکیبی عناصر کیا ہوتے ہیں، لیکن آپ کی تعلیمات کا کوئی علیحدہ مجموعہ دنیا میں موجود نہیں، اس لئے ہم ان کی تعلیمات پہ بحث کرنے کے قابل نہیں، البتہ ہم پیروان قرآن و انجیل سے اتنی التماس ضرور کریں گے کہ وہ اس محترم و مکرم ہستی کے خردا فروزا اور ایمان افزا سوانح حیات بالمیک یا تلسی داس کی رامائن میں ضرور مطالعہ کریں" (ایک اسلام ص۱۸۸)

کیا آپ جانتے ہیں کہ بالمیک اور تلسی داس رام چندر جی کے کتنے عرصہ بعد کی شخصیتیں ہیں ؟

Marfat.com

پھر یہ کہ تلسی داس نے کن ذرائع معلومات سے یہ حالات زندگی لکھے ؟ اور پھر یہ کہ کیا فی الواقع یہ حالات زندگی بالمیک اور تلسی داس ہی کے نوشتہ ہیں ؟ علی ہذا القیاس کرشن جی اور بدھ کے حالات زندگی صاحب تحریر تک کس طرح پہنچے ؟ کس نے لکھے ؟ اور لکھنے والا ان شخصیتوں کا معاصر تھا' یا سو دو سو برس بعد کا' یا ہزار ڈیڑھ ہزار برس بعد کا ؟ اور اس نے یہ حالات کس طرح جمع کئے ؟ اس کے علاوہ جب ـــــ "رام چندر جی کی تعلیمات کا کوئی مجموعہ دنیا میں موجود نہیں" ـــــ تو پھر یہ یقین کیسے کر لیا گیا کہ یہ سوانح حیات جو "خرد افروز اور ایمان افزا" ہیں فی الواقع انھیں تعلیمات پر مبنی ہیں' جن تعلیمات کا عکس حالات زندگی کو "خرد افروز اور ایمان افزا" بناتا ہے ؟ ـــــ محدثین اور احادیث پر ہی چاند ماری کے وقت اس طرح کے سوالات سوجھتے ہیں ؟

اسی طرح ایک جگہ یہ تحریر فرمایا گیا ہے کہ :ـــ

"اگر قرآن نے فاروق رض صدیق رض جنید رح و بایزید رح ' خالد رض و حیدر رض اور سینا و فارابی جیسے عظیم المرتبت انسان پیدا کئے تو صحائف اولیٰ نے داؤد[1] سلیمان و سقراط ' افلاطون ' لقمان و بقراط ' کالیداس و کرشن ' رام اور

---

[1] حضرۃ داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے انبیاء ہونے اور ان کی رسالت پر قرآن کی نص ہے' لیکن کہا جا رہا ہے کہ انھیں صحائف اولیٰ نے جنم دیا اور ان کو اسی سطح پر رکھا جا رہا ہے جس سطح پر فاروق و صدیق اور سینا و فارابی وغیرہ کو رکھا گیا ہے گویا یہ دونوں اولوالعزم انبیاء و رسول نہ تھے' بلکہ کسی نبی و رسول کی کتاب پر ایمان لا کر اپنی سیرت و کردار کو بنایا تھا - یہ وہی اپنی فکر و محنت اور قوت بازو سے رسالت کے مرتبہ کیلئے "لائق و مناسب بن جانے" والی روح بول رہی ہے -

Marfat.com

بدھ جیسے جلیل القدر افراد کو جنم دیا' جن کے افکار کی روشنی میں کاروانِ
انسانیت ہزارہا برس تک رہ گرد منزل رہا" (ایک اسلام ص۱۳۰)

سوال یہ ہے کہ سقراط و افلاطون اور بقراط وغیرہ کے افکار و حالات کس زمانہ میں قلمبند ہوئے' اور کس نے کئے ؟ اور کیا یہ افکار و حالات واقعی اُن کے ہیں؟ یا کسی لکھنے والے کے تخیلات کی کاشت ہیں' جو منسوب کر دیے گئے ہیں ان حضرات کی طرف آخر اس طرح کے سوالات ان "حقائق" کے وقت پیدا کیوں نہیں ہوتے ؟ جس طرح کے سوالات ابن معین رح کے قلمبند کئے ہوئے حالات کے بارے میں اٹھائے گئے ہیں؟ پھر یہ کہ اس یقین کا کون سا ذریعہ ہے کہ یہ حالات و افکار ان شخصیتوں کی "قصیدہ گوئی" اور "مبالغہ آمیز مدح سرائی" نہیں ہے ؟ اور لطیفہ ملاحظہ ہو کہ ایک طرف تو یہ کہا جا رہا ہے کہ ـــــ "جن کے افکار کی روشنی میں الخ" ـــــ اور اسی سانس میں یہ بھی کہا گیا کہ ـــــ "لیکن آپ کی تعلیمات کا کوئی علیحدہ مجموعہ دنیا میں موجود نہیں" تو پھر ضیا پاشیاں کرنے والے کون سے افکار و تعلیمات تھے ؟ پھر میں پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی سقراط و افلاطون اور کالیداس و کرشن وغیرہ کی شخصیتوں ہی سے انکار کر دے اور کہے کہ ان ناموں کا کوئی وجود دنیا میں ہوا ہی نہیں' "شرلک ہومز" کی طرح یہ کسی کے ذہنی تخلیقات ہیں' تو وہ کون سا استادی تواتر ہے جس کے بل بوتے پر ان افراد کے موجود ات میں سے ہونے کو ثابت کیا جائے گا ؟ جب روایات کی مسلسل سندوں کے باوجود حضرۃ سلمان فارسیؓ کی شخصیت کا انکار کیا جا سکتا ہے اور جنگ جمل میں حضرۃ عائشہ رضؓ کی شرکت کو افسانہ قرار دیا جا سکتا ہے اور واقعۂ کربلا کے ہونے کو الزامی جواب یا معارضہ

Marfat.com

کی خاطر" بالفرض کہا جا سکتا ہے، تو ان افراد کی شخصیتوں کا انکار نہایت سہل ہے۔
اسی پر بس نہیں بلکہ دیکھئے کہ ماضی احتمالی کی گفتگو کس طرح یقین و
قطعیت کا جامہ پہنتی ہے :-

"بات یہ ہے کہ حضرۃ موسیٰ علیہ السلام نے تمام اسرائیلی بادشاہوں کو
حکم دیا تھا کہ ہر بادشاہ تورات کی ایک نقل اپنے پاس رکھے" (استثنار
(۱۷ / ۱۸-۲۰) ظاہر ہے کہ ان بادشاہوں نے تورات کے کافی نسخے تیار
کرائے ہوں گے، کاہنوں اور فقیہوں کے پاس بھی نقلیں ہوں گی
امرا و عوام کے پاس بھی لازماً متعدد نسخے ہوں گے"

(ایک اسلام ص۹۶)

ان تمام ——— "ہوں گے اور ہوں گی" ——— کے لئے کسی ثبوت و برہان
کی ضرورت نہیں، بلکہ یہ جزم ویقین کی وہ باتیں ہیں جن کا نتیجہ لازماً یہ نکلتا
ہے کہ :-

"اس لئے یہ تصور کہ موسیٰ علیہ السلام (۱۳۵۱ق م) سے لیکر بخت نصر
(۵۸۶ ق م) کے زمانہ تک یعنی نو سو برس کے طویل عرصہ میں
تورات کا صرف ایک ہی نسخہ تیار ہوا تھا جو معبد یروشلم میں محفوظ
تھا......... سخت غلطی اور بے بنیاد تصور ہے" (ایک اسلام ص۹۶)

اس کو کہتے ہیں علم و فضل اور تحقیق پہلے قیاسات کے ستون کھڑے کئے گئے اور
پھر ان پر یقین و قطعیت کی چھت ڈال دی گئی، ابھی کیا ہے زور کلام اور
سلسلۂ قیاسات و احتمالات تو اب دیکھئے :-

Marfat.com

" اگر حضرۃ فاروق دس سال میں قرآن کے ایک لاکھ نسخے لکھوا سکتے تھے، تو حساب لگا لیجئے کہ نو سو برس میں تورات (جس کا حجم قرآن سے کم ہے) کے کتنے لاکھ نسخے لکھے گئے ہوں گے، آخر سلاطین اسرائیل میں بھی کوئی نہ کوئی فاروق جیسا خدا دوست آیا ہوگا جسے کلام اللہ سے عشق ہوگا، اور جس نے اصلاح انسانی کے لئے کتاب مقدس کی متعدد نقول تیار کرائی ہوں گی، ان سلاطین میں داؤد و سلیمان جیسے مقدسین بھی گزرے تھے، ان حضرات نے اپنی وسیع سلطنتوں کے لئے جو چین سے مراکش تک پھیلی ہوئی تھیں تورات کا کوئی نسخہ تیار نہیں کرایا ہوگا؟ کرائے ہوں گے، اور ہزاروں کی تعداد میں" (ایک اسلام ص۹۶)

اس "ہوں گے" "ہوگا" اور "ہوں گی" کا یہ سلسلہ اتنا یقینی، اتنا مستحکم اور اس قدر حتمی ہوگیا کہ اب سوال کیا جاتا ہے کہ جب یہ "ہوں گے، ہوگا" اور "ہوں گی" والے "حقائق و واقعات" روز روشن کی طرح عیاں اور ثابت ہیں تو:۔

لہ کیسے معلوم؟ جن لوگوں نے اس کی خبر دی ہے ان کے احوال تو سو دو سو برس بعد کے نوشتہ ہیں، کیا یہ واقعہ صاحب تحریر کا چشم دید ہے؟ اگر نہیں، تو پھر ایسے لوگوں کی خبر پر یہ اعتماد کس طرح کر لیا گیا جن کے صدق و دیانت اور جن کی سیرت و کردار سو ڈیڑھ سو برس بعد لکھی گئیں ——

اور دلیل ملاحظہ ہو مطلب یہ کہ تحریر و کتابت کی جو سہولتیں حضرۃ عمرؓ کے زمانہ میں حاصل تھیں، اور تحریر کا علم و فن جتنا حضرۃ عمرؓ کے عہد میں عام تھا بعینہ وہی شکل حضرۃ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھی اگر استدلال میں یہ امور پیش نظر رکھنے ضروری نہیں تو پھر کیوں نہ کہا جائے کہ دس سال میں تاج کمپنی نے لاکھوں نسخے طبع کرا لئے، تو حساب لگا لیجئے کہ ——

Marfat.com

" فرمائیے کہ بخت نصر کے حملہ کے بعد یہ ہزارہا لسنخے کہاں غائب ہوگئے تھے۔" (ایک اسلام ص۹۶)

ایک طرف تو ذھبیؒ اور ابن معینؒ کی کاوشیں بے حقیقت ٹھہرائی جارہی ہیں، باقاعدہ سند کے ساتھ نقل ہونے والی روایات کو ناقابلِ اعتبار قرار دیا جارہا ہے۔ اس لئے کہ ان سندوں میں بیان کردہ افراد کی سیرتیں اور کردار اور حالات یا تو "قصیدہ گوئی" اور "مبالغہ آمیز مدح سرائی ہیں" یا پڑھنے والوں کو حیران وششدر بنادیتے ہیں کہ وہ غریب "کس کی سنے اور کس کی نہ سنے" اور دوسری طرف تحقیق واستدلال کی یہ شان ہے کہ امکانات وقیاسات پر ایمانیات ویقینیات کی اساس رکھی جارہی ہے یہ وہ حرکت ہے جس پر ایک بچہ بھی ہنس دے، اور یہ وہ استدلال ہے جس کی بنیاد پر تورات وانجیل کو غیر محرف قرار دیا گیا ہے، اور وید ورامائن کو ایسی کتابیں "ثابت" کیا گیا ہے جو بالجزم کتب منزل من اللہ اور بالیقین غیر محرّف ہیں، لہذا مسلمانوں پر "فرض" گردانا گیا ہے کہ وہ ان پر ایمان لائیں، ان کی تعلیمات پر عمل کریں اور انھیں بغل میں داب کر "تبلیغ" کے لئے نکل کھڑے ہوں۔

اور لطف یہ ہے کہ انہی "ہوں گے اور ممکن ہے" وغیرہ امکانات کے باعث بخاری پر جلال وعتاب نازل کیا جارہا ہے اور علامہ قسطلانی کا استخفاف وتضحیک کی جارہی ہے:—

" یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ مسجد اقصیٰ (یروشلم) کے بانی حضرت سلیمانؑ تھے[1]

---

[1] یہ حقیقت کیوں کر تسلیم شدہ ہوئی؟ وہ کون سے ذرائع معلومات ہیں اور وہ (باقی ص ۱۹۷ پر)

Marfat.com

"...... ابراہیم و سلیمان میں کئی سو برس کا زمانہ حائل تھا حضرۃ سلیمان نے ۱۰۱۰ ق م میں مسجد اقصیٰ کی بنیاد ڈالی تھی اگر عام تاریخوں پر اعتماد کرتے ہوئے ہم حضرۃ ابراہیم کی تاریخ وفات اندازاً ۲۰۰۰ ق م قرار دیں اور مکہ[1] کی تعمیر ۲۰۶۰ ق م کے قریب فرض کریں تو تعمیر مکہ[2] اور تعمیر بیت المقدس کے درمیان ۱۰۵۰ برس کا زمانہ بنتا ہے .... لیکن بخاری کی ایک حدیث کے مطابق یہ زمانہ صرف چالیس سال بنتا ہے۔" (دو اسلام ص ۱۸۱ تا ۱۸۲)

پھر بخاری کی روایت درج کی گئی ہے جس میں حضرۃ ابوذرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے ہیں کہ سب سے پہلی مسجد زمین پر کون سی بنی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے ہیں کہ مسجد حرام پھر وہ دریافت کرتے ہیں کہ اس کے بعد کون سی؟ آپؐ جواب میں مسجد اقصیٰ کا نام لیتے ہیں پھر وہ دونوں مساجد کی تعمیروں کے درمیانی عرصہ کی بابت پوچھتے ہیں تو آپؐ ۴۰ سال فرماتے ہیں یہ روایت درج کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ:—

"ہے کوئی محدث جو اس صریح تاریخی غلط بیانی کی کوئی تاویل پیش کر سکے، علامہ قسطلانی لکھتے ہیں "ممکن ہے کہ حضرۃ ابراہیم کے فوراً بعد کسی نے مسجد اقصیٰ بنائی ہو جو گر چکی ہو اور اسے سلیمان نے دوبارہ تعمیر کیا ہو۔"

کون سے افراد ہیں جنھوں نے آکر شہادت دی اور کیا وہ اپنی سیرت و کردار کے لحاظ سے شہادت کے شرائط پر پورے اترتے ہیں؟ حتیٰ کہ یہ ایک "حقیقت ثابتہ" بن گئی۔

[2] مکہ نہیں، کعبہ فرمائیے۔

Marfat.com

"تاریخ کے ٹھوس واقعات کو "ممکن ہے یہ ہوا ہو" سے جھٹلایا نہیں جاسکتا، اگر حقیقتاً مسجد اقصیٰ ایک مرتبہ پہلے بن چکی تھی تو تاریخی ثبوت لایئے کوئی کتاب، سند، یا روایت پیش کیجئے[۱]، صرف "ممکن ہے ایسا ہوا ہو" کہکر اس حدیث کو صحیح ثابت نہیں کیا جاسکتا، اگر ہم یہ کہہ دیں کہ ممکن ہے کہ امریکہ حضرۃ موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا ہو، تو کیا آپ مان لیں گے[۲]؟ کبھی نہیں، تو پھر ہم آپ کا یہ "ممکن ہے" کیوں تسلیم کریں؟"

(دو اسلام صـ۱۸۴)

پھر مزید دلچسپ بات یہ ہے کہ تعمیر مسجد اقصیٰ کا جو زمانہ لکھا گیا ہے، یہ وہ زمانہ ہے جو خود صاحب "دو اسلام" کے اعتراف کی رو سے تاریخی دھندلکوں میں مستور عرصہ ہے:-

"ہمیں افسوس ہے کہ ۲۲۰۰ قم سے ۱۵۱۲ قم تک کا زمانہ تاریخ کے دھندلکوں میں مستور ہے۔" (ایک اسلام صـ۱۰۲)

اور اس مستور زمانہ کے متعلق آشنا یقین و وثوق کہ سارے محدثین کو چیلنج کیا گیا ہے۔

۱۔ لیکن تورات کے ہزاروں نسخوں کی کتابت اور وید ورامائن کے منزل من اللہ ہونے کے لئے اسی ہوگا اور ہوں گے" وغیرہ کو ثبوت کا درجہ حاصل ہے کسی کتاب سند یا روایت کی ضرورت نہیں ——؟

۲۔ ... قدرِ خود بشناس آپ بنی نہیں، ہاں اگر نبی کہہ دیں کہ امریکہ حضرۃ موسیٰ نے دریافت کیا تھا تو یقیناً ہم مان لیں گے، اور یہی کہیں گے کہ ممکن ہے حضرۃ موسیٰ علیہ السلام کی دریافت اولی ہو اور اس کا علم کسی تاریخ داں کو نہ ہوا ہو اور کولمبس کی دریافت ثانوی ہو، جس کو یہ (باقی صفحہ پر)

Marfat.com

اور بخاری کی تاریخی غلط بیانیوں کا ڈھنڈورا پیٹا گیا ہے، سوال یہ ہے کہ جب وہ زمانہ تاریخی حیثیت سے دھندلکوں میں مستور ہے تو پھر اتنا وثوق وجزم کیوں؟ جیسے کہ علمِ حضوری حاصل ہو آخر اس میں استحالہ کیا ہے کہ مسجد اقصیٰ کی تعمیر کا آغاز تعمیر مسجد حرام کے چالیس سال بعد کسی نے کیا ہو اور وہ تعمیر ناتمام رہ گئی ہو، یا منہدم ہوگئی ہو پھر حضرۃ سلیمانؑ نے اس کی تکمیل یا تجدید کی ہو روایت کو تعمیرِ اول پر کیوں نہ محمول کیا جائے نہ کہ بنائے سلیمان پر؟ مگر یہ تو وہ سمجھے جس کا دل ائمہ دین، محدثین کرام اور حدیث وسنن کے خلاف بغض وعناد سے پاک ہو اور جو شخص قسم کھا کر بیٹھا ہو سلف صالحین اور روایات پر طنز وتشنیع اور ان کی تضحیک واستہزا کے لئے اور مادی قوتوں، تہذیب نو اور مغربی علوم وافکار کے "جاہ وجلال" سے اتنا مرعوب ہو کہ توحید ورسالت، عبادت وطریقۂ عبادت اور الکتاب سب کچھ مسخ کر کے ان کے قدموں پر نچھاور کر دینے کا عزم لے کر اٹھا ہو اس سے کسی طرح کی معقولیت کی توقع کس بنا پر کیجا سکتی ہے ——؟

اسی طرح امام بخاری بلکہ نفس حدیث وسنت سے عناد وکد کا یہ داعیہ ملاحظہ ہو جس کو غیرت اور نزاکتِ احساس کے پردہ میں چھپایا گیا ہے:۔

"کردار رسول پر ایک چوٹ —— بخاری کی ایک حدیث ہے، عن عائشہ قالت کنت اغتسل انا والنبی صلی اللہ علیہ وسلم من اناء واحد۔ حضرۃ عائشہ فرماتی ہیں کہ میں اور حضرۃ رسول اللہ صلعم ایک ہی برتن سے نہاتے تھے اس حدیث کی تشریح مُسلم نے یوں کی ہے، کنت اغتسل

(بقیہ حاشیہ) حقیقت ثابتہ تسلیم کر کے کہا جاتا ہے کہ یہی ابتدائی دریافت ہے۔

Marfat.com

انا والنبی صلی اللہ علیہ وسلم من اناء واحد نختلف
ایدینا فیہ من الجنابۃ' مجامعت کے بعد میں اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے' اور اُس برتن
(جس میں پانی بھرا ہوا تھا) میں باری باری ہاتھ ڈالتے تھے' مطلب
یہ کہ حضورؐ ازواج کے ہمراہ برہنہ غسل فرمایا کرتے تھے' دنیا میں
کوئی عورت یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ وقت مباشرت کے علاوہ
اس کا شوہر اُسے برہنہ دیکھ سکے' پھر ہم سرور کائنات علیہ الف
التحیات اور ان کی ازواج مطہرات کے متعلق یہ کیسے تسلیم کرلیں کہ وہ
اکٹھے غسل فرمایا کرتے تھے' میں یہ مانتا ہوں کہ شرعاً اس میں کوئی حرج
نہیں' لیکن ان احادیث کو پڑھ کر حضورؐ کی جو تصویر دماغ میں تیار
ہوتی ہے وہ برداشت نہیں کی جا سکتی'۔ (دو اسلام ص۲۱۱-۲۱۲)

اس حدیث پر اعتراض صرف اس صورت میں ہو سکتا تھا جب کہ اس میں یہ لکھا ہو
کہ برہنہ غسل کرتے تھے اور یہ غسل دن کی روشنی میں ہوتا تھا' مگر حدیث میں
ایسی کوئی تصریح نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ فجر کی نماز سے پہلے یا تہجد کے
وقت تاریکی میں غسل کیا گیا ہو' تو کیا پھر بھی یہ اعتراض اُٹھ سکتا ہے؟ مگر
یہ باتیں تو وہ سوچے جس کو تحقیق مطلوب ہو۔ یہاں اصل مقصد ہے حدیث
کے خلاف پروپگنڈا اور اس غرض کے لئے جہاں اعتراض کا موقع نہ ہو وہاں
بھی ہر بہانے اعتراض کی گنجائش پیدا کی جاتی ہے۔ یہاں یہ ذکر کر دینا بھی ضروری
ہے کہ ازواج مطہرات سے متعدد صحیح روایات مروی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کپڑا سے کر نہاتے تھے اور امہات المومنین رضؓ نے آپ کو زندگی بھر کبھی بھی برہنہ نہیں دیکھا۔ اسی طرح ایک جگہ یوں عتاب فرمایا گیا ہے کہ :۔

"ایک اور حدیث دیکھئے حذیفہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کھاد کے ایک ڈھیر کے قریب آئے اور میرے سامنے کھڑے ہو کر پیشاب کر دیا (بخاری ج ۱) اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے دو دو مرتبہ دھرایا ہے لیکن مالک نے اسے بیان نہیں کیا انھوں نے یہ حرکت عبداللہ بن عمر کی طرف منسوب کی ہے .... امام بخاری ہی میں یہ جرأت تھی کہ اس معلّم کائنات و مہبط الوحی کی طرف یہ فعل منسوب کر دیا ورنہ ہم تو حضور کے متعلق اس قسم کی کوئی بات خیال تک میں لانا گناہ سمجھتے ہیں"۔ (دو اسلام صفحہ ۳۲۲،۳۲۱)

یہ صریح غلط بیانی ہے جو بخاری و مسلم کی روایات میں تحریف کر کے محض دھوکا دینے اور محدثین کو بدنام کرنے کے لئے کی گئی ہے۔ اصل واقعہ جو احادیث میں بیان ہوا ہے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو راستہ چلتے ہوئے پیشاب کی حاجت محسوس ہوئی، بیٹھنے کے لئے کوئی موزوں جگہ نہ ملی اس لئے آپ کوڑے کے ایک ڈھیر کی طرف گئے۔ حضرۃ حذیفہؓ کو پیچھے کھڑا کیا اور ڈھیر کی طرف رُخ کر کے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ یہ قصہ حضرت حذیفہ نے اس لئے بیان کیا ہے کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ہر حالت میں ممنوع نہیں ہے بلکہ ضرورت پڑے تو جائز بھی ہے۔ ایک طرف تو فاضل مصنف کی غیرت و حمیت کا یہ عالم ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے جیسے "فعل" کا رسول کی طرف انتساب کا خیال بھی گناہ سمجھا جا رہا ہے، اور دوسری طرف ایک اولوالعزم نبی کو (نعوذ باللہ) زانی

Marfat.com

ثابت کرنے کی شرمناک جسارت کی جارہی ہے' اور اس کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جارہا ہے:۔

" اگر شیطان آدم و موسیٰ سے عصیان و قتل جیسے جرائم کرا سکتا تھا تو حضرۃ داؤد کو بھی گناہ کی ترغیب دے سکتا تھا..... حضرۃ داؤد کے اس واقعہ کی طرف قرآن میں ایک اشارہ سا موجود ہے' پہلے سموئیل کی دوسری کتاب (باب ۱۱ آیت ۲ تا آخر) کا بیان سنیئے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شام حضرۃ داؤد محل پر چڑھے' سامنے ایک گھر میں ایک عورت نہا رہی تھی' نظر پڑ گئی اور اس کا حسن دیکھکر بیتاب ہو گئے' کئی آدمی بھیج کر اُسے بلوایا' اور اس سے مجامعت کی' اس عورت کا خاوند اوریا میدان جنگ میں تھا' اپنے سپہ سالار کو لکھا کہ اوریا کو ایسے مقام پر رکھو کہ وہ دشمن کے ہاتھ سے مارا جائے۔ چنانچہ اوریا قتل ہو گیا اور حضرۃ داؤد اس عورت کو اپنے گھر لے آئے پھر اللہ نے ایک شخص ناتن کو حضرت داؤد کے پاس بھیجا' ناتن نے کہا کہ اے بادشاہ ایک آدمی کے پاس بھیڑوں کا بہت بڑا ریوڑ تھا' اور دوسرے کے پاس بھیڑ کی ایک چھوٹی سی بچی' جس سے یہ اور اس کے بچے بہت پیار کرتے تھے' ایک دن پہلے آدمی کے یہاں ایک مہمان آگیا' اس نے دوسرے غریب سے اس کی بھیڑ زبردستی چھین کر مہمان کو کھلا دی فرمایئے آپ کا انصاف کیا کہتا ہے' حضرۃ داؤد یہ کہانی سُنکر کہنے لگے کہ پہلا واجب القتل ہے' اسے میرے سامنے پیش کرو'

Marfat.com

ناتن نے کہا وہ مجرم تو ہے جس نے بیویوں کا پورا گلہ رکھتے ہوئے بھی ہمسائے کی بھیڑ زبردستی چھین لی، اس پر حضرۃ داؤد بہت نادم ہوئے .... اب قرآن کریم کی کہانی ملاحظہ ہو: وھل[1]

اتاک نبؤ الخصم اذ تسوروا المحراب الآیہ (ص)"

(ایک اسلام ص۲۶۳)

---

[1] قرآن پر اس سے بڑھکر بہتان کیا ہوگا کہ خباثت نفس اور اسرائیلیات کی تائید قرآنی آیات کو توڑ مروڑ کر کرائی جائے، اور یہ حرکت بھی کوئی نئی نہیں ہے، بلکہ "تعلیمی وراثت" میں حاصل کردہ ہے اور اپنے انھیں "سابقین کرام" کی تلقینات کا ایک اظہار ہے جن کے فاسد و مفسد خیالات کی شمع برادری کی ذمہ داری انجام دی جا رہی ہے، بائبل سے لئے ہوئے اس قصہ کی حقیقت کو ابن کثیر نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے ......

ماخوذ من الاسرائیلیات ولم یثبت فیھا عن المعصوم حدیث (یہ قصہ اسرائیلیات سے لیا گیا ہے، اور حدیث میں اس کی کوئی اصل موجود نہیں ہے) رہا "قرآن میں اس کی طرف اشارہ کا وجود" —— تو یہ وہی شخص نکال سکتا ہے جس کے مدنظر قرآن میں معنوی تحریفات ہو جو نبوت و رسالت سے بغض رکھتا ہو اور جو رسول و نبی کا اخلاق باختہ حیثیت سے ثابت کرنے کے درپے ہو ورنہ قرآن موجود ہے اس میں سے سورہ ص نکال کر ہر شخص بآسانی دیکھ سکتا ہے کہ اس موقع پر حضرۃ داؤد علیہ السلام کو کس عظمت و رفعت کے ساتھ یاد کیا گیا ہے۔ متذکرہ بالا آیت کا سلسلۂ کلام یہاں سے شروع ہوا ہے۔ اصبر علی ما یقولون واذکر عبدنا داؤد ذالاید .... پھر حضرۃ داؤد علیہ السلام کے تذکرہ کے بعد حضرۃ سلیمان حضرت ایوب

(باقی ص۲۰۷ پر)

Marfat.com

اسی پر بس نہیں، بلکہ اس حرکت شنیعہ کو یقینی ثابت کرنے اور پختہ و مؤکد کرنے کی خاطر قلم کی پوری طاقت صرف کی گئی ہے، اور اس ضمن میں دوسرے انبیاء و رسل پر بہتان طرازی کر ایک واقعہ ثابتہ بنانے کی مزید سعی کی گئی ہے، ارشاد ہوتا ہے کہ :-

" صفحات گزشتہ میں آپ حضرۃ داؤد اور اوریا کی کہانی پڑھ چکے ہیں اور یہ بھی ملاحظہ کر چکے ہیں کہ یہود کو تورات سے کس قدر عقیدت تھی، اور کیوں نہ ہوتی، ہے کوئی ایسا انسان جسے اپنے پیغمبر اور اپنی کتاب سے اندھی عقیدت نہ ہو..... یہی حال تھا یہود و نصاریٰ کا، انھیں بھی اپنے انبیاء و صحائف سے سچا عشق تھا، یہ امر نا قابل تسلیم ہے کہ کوئی فرد یا گروہ کتاب مقدس میں تحریف کرتا رہا ہو اور باقی نہ صرف تماشا دیکھتے رہے بلکہ اپنے ذاتی نسخوں میں بھی اس تحریف کو داخل کرتے رہے، اگر یہ لوگ تحریف کے مجرم ہوتے تو سب سے پہلے حضرۃ

حضرۃ اسماعیل اور حضرۃ ابراہیم وغیرہ متعدد انبیاء و رسل کے تذکرے ہیں، اور یہ سب دراصل آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے ہیں، اور آپ کو بتانا مقصود ہے کہ آپ کی مخالفت کی جاتی ہے اور آپ کے جان لینے کے منصوبے کئے جاتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں، انبیائے سابقین کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوتا چلا آیا ہے، یہاں تک کہ حضرۃ داؤد جیسے طاقتور بادشاہ کے خلاف بھی ایسے منصوبے ہوتے رہے، سازش کرنے والوں نے دیوار پھاند کر حضرۃ داؤد کا کام تمام کرنا چاہا لیکن آپ کو بیدار پا کر ٹال گئے، اور ایک من گھڑت مقدمہ پیش کر کے فیصلہ چاہا۔

Marfat.com

داؤدؑ لوطؑ اور یہوداہؑ کی داستانوں کو کتاب سے خارج کرتے ہ؎

(ایک اسلام ص۱۱۰-۱۱۱)

جب انبیاء و رسل کی شان میں گستاخی و دریدہ دھنی کا یہ عالم ہے۔ تو محدثین وفقہاء پر جو بازاری پھبتیاں کسی گئی ہیں، وہ کس شمار میں ہیں؟ اس لئے انھیں نظر انداز کر کے صرف صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے استخفاف و تحقیر کے ارتکاب پر ایک سرسری نظر ڈال لیجئے، تاکہ معلوم ہو جائے کہ عداوت احادیث وضع کرنے والوں اور جھوٹی روایات سے نہیں ہے، قرآن کے خلاف فتنہ پردازوں کی فتنہ پردازی سے نہیں ہے اور مد نظر قرآن کی سربلندی نہیں بلکہ مقصود نفس حدیث کی تضحیک اور سنت کا استہزا ہے، نقطۂ نگاہ اسلام کی تباہی ہے اور لفضب الحین قرآنی تعلیمات کو تاراج کر ڈالنا ہے۔

حضرۃ علی اور حضرۃ عائشہ کی جنگ میں دونوں طرف صحابہ کی ایک بہت

؎ حضرۃ لوطؑ کے متعلق پیدائش باب ۱۹ کے حوالہ سے تحریر فرمایا گیا ہے کہ ــ" انھیں اُن کی بیٹیوں نے شراب پلائی اور نشہ کی حالت میں اُن سے ہم بستر ہوئیں" ـــ اور یہودہ کے متعلق پیدائش باب ۳۸ کے حوالے سے رقم فرمایا گیا ہے کہ ـــ" اُس نے اپنی بہو سے زنا کیا" ـــ (ایک اسلام ص۳۸) اس طرح حضرۃ داؤدؑ لوطؑ اور یہوداہ کی جانب منسوب شدہ یہ ساری ناپاک باتیں ان" دلائل مستحکم" سے حق و صداقت کی پیکر گردانی گئی ہیں اور قلب و دماغ نہ صرف انھیں گوارا کر رہا ہے بلکہ اس پر امرار ہے کہ یہ نفس الامری واقعات ہیں، لیکن بخاری کی ایک روایت جو فی نفسہٖ ناقابل اعتراض ہے اور خود اعتراف کیا گیا ہے کہ از روئے شرع اس میں کوئی حرج نہیں ہے، مگر حدیث و سنت اور ائمہ و محدثین سے بغض و عناد کے سبب ان کا خیال تک گوارا گناہ بتایا جا

Marfat.com

بڑی تعداد تھی" ظاہر ہے کہ دونوں راستی پر نہیں ہو سکتے تھے ان حالات میں بالکل ممکن ہے کہ کسی صحابی نے عمداً ہی حدیث کے الفاظ بدل دیئے ہوں۔" (دو اسلام ص۴۵)

"رحلت حضور سے صرف تین برس پہلے حضرت ابو ہریرۃ مشرف با سلام ہوئے لیکن روایت احادیث میں سب سے بازی لے گئے اور حضرت عائشہؓ بھی ایسی کہ سارا قرآن ایک طرف اور ابو ہریرۃ کی احادیث دوسری طرف یہ ایک مرتبہ پڑھ جاتی لیکن روایت سے باز نہ آئے" (دو اسلام ص۸۳)

"یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ ابو الطفیل عمر بن وائلۃ آخری صحابی تھا جس کی وفات ۱۱۰ھ میں کہیں ہوئی تھی" (دو اسلام ص۹۳)

حضرت معاویہؓ کے ایک قول "بلغنی ان رجالا منکم یحدثون احادیث لیست فی کتاب اللہ ولا تؤثر عن رسول اللہ ﷺ" الخ کو حدیث رسول بتاتے ہوئے ارشاد ہو رہا ہے کہ:۔

"اس حدیث میں ان رجالا منکم کے جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ میں کافی تعداد ایسے حضرات کی موجود تھی جو محرف احادیث بیان کرنے کے خوگر تھے۔" (دو اسلام ص۹۵)

لہ اس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے کہ — "مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میں سے بعض لوگ ایسی احادیث بیان کرتے ہیں، جو نہ رسول اللہ سے منقول ہیں اور نہ تعلیمات قرآن کے مطابق" حالانکہ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ "مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ ایسی باتیں کیا کرتے ہیں جو نہ کتاب اللہ میں ہیں اور نہ رسول اللہ سے مروی ہیں"۔

Marfat.com

"معاویہ کا یہ جرم ایسا تھا کہ جس کی پاداش میں وہ انتہائی سزا کے قابل تھا، لیکن علمائے اسلام نے اُن کی تعریف میں بھی احادیث تراشیں"۔ (دو اسلام ص۱۳۶)

"وہی انس جس کی دو روایات اختصارِ نماز کے متعلق اُوپر دی جا چکی ہیں بیان کرتا ہے...... جو کسر باقی رہ گئی تھی اُسے ابو سعید الخدری پورا کرتا ہے۔ (دو اسلام ص۲۳۶)

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہ پر اس طرح کے رکیک و شرمناک حملے کرتے ہوئے خوفِ خدا کا احساس نہ ہوا تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ محدثین و فقہاء کے بارے میں کیا کچھ نہ کہا گیا ہوگا، قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ البتہ کوثر و تسنیم میں دھلی ہوئی زبان کا یہ ایک تازہ بتازہ (اپریل ۵۵ء کا) شاہکار ضرور ملاحظہ کیجیے

لہ اور انھیں حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ کا وہ قول اور اس قول کا یہ فقرہ رجالاً منکم آتا محکم گویا وحی منزل من اللہ نظر آیا جس کی بنا پر صحابہ کی "کافی تعداد کو محرفِ احادیث بیان کرنے کا خوگر قرار دیا گیا تھا اور پھر علمیت ملاحظہ ہو کہ متذکرہ قولِ معاویہ میں یتحدثون احادیث جس لفظاً احادیث سے مراد ارشادِ رسول سمجھا گیا قصداً اس کا معنی۔ "ایسی احادیث" ـــ کیا گیا ہے۔ اور لیست فی کتاب اللہ کے معنی تحریف کرتے ہوئے یہ ترجمہ کیا گیا ہے کہ ـــ اور نہ تعلیماتِ قرآن کے مطابق" ـــ حالانکہ اس قول میں ولا تؤثر عن رسول اللہ صاف موجود ہے جس کا مفہوم اس کے سوا کچھ نہیں کہ احادیث سے ارشادِ رسول مراد نہیں، بلکہ اس کا محض لغوی معنی یعنی "باتیں" مراد ہے۔ مطلب یہ کہ وہ باتیں جو نہ کتاب اللہ میں ہیں اور نہ وہ ارشادِ رسول ہیں۔ نیز اس قول میں اس کا مطلقاً ذکر نہیں کہ ان باتوں کو رسول کی طرف منسوب کر کے بیان کرتے ہیں۔

...... اگر آپ جیسا علوم جدیدہ سے آراستہ عالم بھی اس قدر تنگ نظر، متعصب، کج ذہن، تاریک دماغ اور کودن ثابت ہو کہ اسے علم جہالت اور اپنی ہمالہ صفت جہالت علم نظر آئے تو پھر ہم ملا کے متعلق اور کیا رائے قائم کریں، آپ کی تحریرات کا طرۂ امتیاز کیا ہے؟ رعونت، دعوے ہمہ دانی، ایک غلیظ قسم کی خانقاہی و رسوم زدہ اسلام کی ٹھیکیداری[1]، خود پسندی، غلط انگاری، غلط بینی اور غلط اندیشی آپ کی اسلام سوز جہالتوں پر ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے لیکن کوئی صاحب فکر و نظر آپ جیسی متعفن لاش پر وقت کیوں ضائع کرے کہ کسی کتاب پر تنقید کرتے وقت شخصی و ذاتی تضحیک و استہزا کا جو عالم[2] آپ کے ہاں ملتا ہے وہ اور کہیں نظر نہیں آتا، اب زندگی کی اس منزل پر آپ کی اصلاح کی آرزو بے سود ہے، ملا ہو اور سنبھل جائے، لاحول ولا۔ سچ کہا تھا کسی نے ملا[3] شدن چہ آسان آدم شدن چہ مشکل قبلہ! آپ علمی و اسلامی مسائل پر لکھنا چھوڑ دیں، اس لئے کہ یہ کام آپ کے ڈھب کا نہیں، داڑھی بڑھا لینے سے تو علم نہیں بڑھ جاتا! آپ بیشک وضو، حیض، استنجا اور ڈھیلا جیسے موضوعوں[4]

---

[1] یہ "غلیظ قسم کی خانقاہی اور رسوم زدہ اسلام کی ٹھیکیداری" کا طعنہ اُس "نفس ذکیہ" کی جانب سے دیا جا رہا ہے جس نے بدترین غلاظتوں اور خباثتوں کو انبیاء و رسل اور صحابہ کرام سے متصف کرنے کی ٹھانی ہے۔

[2] شخصی و ذاتی تضحیک و استہزا سے بالاتر ہو کر گفتگو کرنے کا یہ زریں "اسوۂ حسنہ" ہے جو اس مکتوب میں قائم کیا گیا ہے۔ [3] اللہ کا شکر ہے کہ جناب مکتوب الیہ اس کے (باقی ص ۲۱۲ پر)

Marfat.com

پر خامہ فرسائی کیا کریں کہ آپ کے علم کا دائرہ یہی ہے، آپ علمی کتابوں کے پھٹے میں ٹانگ کیوں پھنساتے ہیں، میں نے ان چند سطور میں آپ کی صحیح تصویر کھینچ دی ہے، تاکہ آپ اس آئینہ میں اپنی شبیہ مبارک دیکھ لیں، آئندہ دخل در معقولات سے اجتناب فرمائیں، حضرۃ مولانا! یاد رکھیے ے نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند، آپ کے اخبار کا نام "صدق جدید" آپ کی جہالت کا سب سے بڑا ثبوت ہے، صدق اور جدید؟ مطلب؟ (مکتوب ڈاکٹر غلام جیلانی برق بنام مولانا عبدالماجد دریابادی)

"رعونت، دعوائے ہمہ دانی، خود پسندی، غلط نگاری، غلط بینی اور غلط اندیشی" کے متعدد نظائر آپ دیکھتے چلے آ رہے ہیں، پھر اسی مکتوب میں بھی اس کی جھلکیاں ملاحظہ ہوں :-

" قبلہ! یہ خاکسار پورے تیرہ برس تک دیو بند جیسے مکاتب میں مشہور علماء سے منطق و فلسفہ، فقہ و حدیث و دیگر علوم مروجہ پڑھتا رہا، مولوی فاضل، منشی فاضل، ادیب فاضل کے بعد ایم اے عربی و فارسی، ایم او ال عربی و فارسی اور آخر میں پی۔ایچ۔ڈی کی ڈاکٹریٹ حاصل کی، گو آپ جیسے "یگانہ روزگار" "تنقید نگار" کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کا شرف حاصل نہیں ہوا، لیکن جن لوگوں سے اس خاکسار نے کچھ سیکھا ہے یقین کیجئے کہ ان میں سے بعض بین الاقوامی شہرت کے اساتذہ تھے

اہل کو سمجھے گئے؟ اور یہاں تو خیر سے حیض و استحاضہ اور استنجا وغیرہ تک کی بابت معلومات کی جو کیفیت ہے، وہ گزشتہ اوراق سے معلوم ہو چکی ہے۔

Marfat.com

اگر ان میں کمی تھی تو صرف اتنی ہی کہ انھیں آپ کی بارگاہ علم تک جبیں
سائی کا موقع نہیں ملا تھا۔"

فضائل و کمالات اور علوم و معارف کے مکہ کی ان وادیوں کی زیارت اور وہاں کے سفر کے بعد فکر و نظر کی جو بضاعتیں لے کر واپسی ہوئی ہے اب آگے چل کر اس کا خلاصہ یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ:۔

"مولانا قرآن ذوجہات ہے ان کے بیسیوں پہلو ہیں[1] اسی قرآن سے
آپ جیسے بزرگوں نے قبر پرستی ثابت کی ہے، کسی نے اسے اغراض ملوکیت
کے لئے استعمال کیا کسی نے قوم کی اخلاقی سیاسی اخلاقی تعمیر کی،
پاکستان آزاد مملکت ہے، ہمارے مقاصد[2] آپ سے جدا گانہ ہیں اس
لئے آپ اپنی نہج پر قائم رہیے اور ہمیں قرآن کی ایک زندہ و محکم تفسیر مرتب
کرنے کی اجازت دیجئے، آزاد کی ضروریات کو عبد محکوم کیا سمجھے۔
پوشیدہ ہیں بیچارے موروں کی نظر سے۔ شہباز فلک سیر کے
احوال و مقامات۔"

انبیاء و رسل اور صحابہ و صلحائے امت کی توہین کرنے والی انجمن اور زبان وادب

---

[1] اسی "ذوجہات اور بیسیوں پہلو" کو اپنے من مانے قالب میں ڈھالنے کے لئے تو درمیان سے تشریحات رسول کو ہٹا دینے کی سعی نامشکور کی جا رہی ہے کہ جب یہ قدغن باقی نہ رہے گا تو جس طرح چاہیں گے قرآن کو استعمال کریں گے اور اسی کا یہ کرشمہ تھا ہے کہ ایمانیات اور اسلام کے بنیادی ستونوں کو ڈھالنے کی سعی کی گئی ہے جس کی تفصیلات گزر چکی ہیں۔

[2] جن کی تفصیلات و تبیان کے لئے "ایک اسلام" کی تصنیف عمل میں آئی ہے — ؟

Marfat.com

کی کرامتوں کے اس گروہ میں سے ایک ہی فرد کی پوری اخلاقی داستان آپ سننے بیٹھ گئے تو رات تمام ہو جائے گی اور حکایت ختم نہ ہو گی' اس لئے مناسب ہے کہ اب ذرا دوسرے اراکین کی اخلاقیات سے بھی آپ "بہرہ ور" ہوں' تاکہ پوری وضاحت سے آپ کو معلوم ہو جائے کہ ان حضرات کو خاص مزہ آتا ہے یہ ثابت کرنے میں کہ انبیاء معصیت کار تھے' وہ مجرمانہ تمناؤں اور شیطانی وساوس کے شکار ہوتے رہتے تھے اور صحابہ و صلحائے امت وہ ساری بدکرداریاں چن چن کر اپنے اندر پرورش کرتے تھے' جو اسلام تو اسلام' انسانیت کے دامن پر دھبہ ہوتی ہیں' اور یہ ساری مساعی محض اس لئے کی جا رہی ہیں کہ رسالت کی اہمیت اور دین میں اس کی عظمتِ مرتبت کو کسی طرح غارت کر دیا جائے اور جن بزرگ و برگزیدہ ہستیوں کی بدولت آج اسلام کی ضیا پاشیاں ہیں' اُن کی سیرتوں کو داغدار اور مجروح بنا دیا جائے' اور اس طرح "محمود و ایاز" جب ایک ہی صف میں ہو جائیں گے تو پھر قرآن سے تلاعب کرنے میں کسی قسم کی رکاوٹ باقی نہ رہے گی۔ اسلام کی تخریب اور شعائرِ اسلام کا انہدام بھی ہوتا رہے گا اور تشکیک فی القرآن کی کارروائی اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو گی۔ چنانچہ دیکھئے کہ قرآن توصلہ اور انعام اثم و عدوان سے اجتناب اور بر و تقویٰ کے پیکر ہونے کی بنا پر ملنے کا اعلان کر رہا ہے' لیکن محض اس لئے کہ گریبان میں جو منہ ڈال کر دیکھا گیا تو کوائف و صفات دگرگوں ہی نظر آئے' اور معلوم ہوا کہ اس صلہ و انعام کے استحقاق کا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا' اس لئے اس نعمت و کرامت کی علت ہی بدل دی گئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ :-

Marfat.com

"یہ انسان ہی غلطی کرنے والا ہے، جو برابر ترقی کرتا آرہا ہے اور کرتا جائے گا اس کے لئے "اجر غیر ممنون" ہے اس لئے واجب ہے کہ انسان غلطی کرے، غلطی بھی گناہ ہی ہے خواہ صغیرہ ہے۔"

(مذاہب اسلامیہ ص۴۹)

مطلب یہ ہوا کہ اگر انسان گناہ نہیں کرے گا تو "اجر غیر ممنون" کا مستحق نہ ہوگا رسول کے لئے جو ان لک لاجرا غیر ممنون وارد ہوا ہے وہ اسی لئے تو ہے کہ رسول (نعوذ باللہ) معصیتیں اور غلطیاں کرتے رہتے تھے اور الذین آمنوا وعملوا الصالحات لھم اجر غیر ممنون میں "اجر غیر ممنون" کی جو علت ایمان وعمل صالح بتائی گئی ہے، وہ درحقیقت ترقی اور گناہ کا دوسرا نام ہے یعنی آمنوا سے مراد وہ لوگ ہیں جو ترقی کریں اور الصالحات کا مفہوم ہے اس ترقی کی صلاحیت والے وہ لوگ جو عمل سیات کرتے ہیں ان کے لئے اجر غیر ممنون ہے ـــــــ دیکھئے ایک جنبش قلم اجر غیر ممنون کے استحقاق کی علت کو کس طرح منقلب کر دیا گیا۔

ان حضرات کی تصانیف میں آپ یہ چیز عام طور پر دیکھیں گے کہ صحابہ کے تذکروں کے مواقع پر ان کے لئے "موجود تھا" "بیمار تھا" "اس نے کہا" "کہتا تھا" وغیرہ جملے ہوں گے، اور اس کے برخلاف جس درس گاہ سے ان لوگوں کو فیض علم وتربیت ملا ہے اس کے ارباب حل وعقد اور بانیوں کے اذکار جمیلہ اور ان کے کارناموں کے بیان کے مواقع پر ان کے لئے "غفرلہ" اور "فرمایا" وغیرہ استعمال کئے گئے ہوں گے، اس طرح کے جملے اور عبارتیں بیشمار ہیں، ان کو ترک

Marfat.com

کرتے ہوئے دوسری تبیلی کی چند گستاخیوں اور رھو ریدہ دہنی کے نمونے پیش کئے جاتے ہیں :-

یہود و نصاری اپنے انبیاء بالخصوص حضرۃ موسیٰ وعیسیٰ کی نسبت جو کچھ بھی بڑھ چڑھ کر بیان کرتے، مسلمان آمنا وصدقنا کہتے ...... جب مسیحی یہ کہتے کہ "مسیح بلا باپ پیدا ہوئے اور ہر ایک گناہ سے جو انسان کرتا ہے معصوم ہیں" تو یہ مسیح کو گنہ گار ثابت نہ کر سکے۔"

(مذاہب اسلامیہ ص۱۲۳)

چنانچہ مسلمانوں کی اس کوتاہی و غلطی —— مسیح (بلکہ سارے انبیاء و رسل) کو گنہ گار ثابت نہ کر سکنے —— کی تلافی کی جارہی ہے :-

"اسی طرح حضرۃ ابراہیم کی نسبت مذکور ہے کہ ان کی قوم ستارہ پرست تھی آپ نے بھی سورج چاند اور زہرہ کی پوجا کی لیکن جب نبوت عطا ہوئی تو فرمایا کہ لا احب الآفلین۔ اسی طرح آنحضرۃ کی نسبت ارشاد ہے ووجدک ضالا فھدیٰ۔" (مذاہب اسلامیہ ص۱۲۷)

"بعض آیات میں حضرۃ ابراہیم کی دو غلطیاں واضح کی گئی ہیں، جب بشارت امامت ملی تو بہ تقاضائے بشریت اپنی ذریت کا خیال آیا، کہ یہ عہد برکت یا عہدۂ امامت میری اولاد میں بھی موروثی ہو ارشاد الٰہی ہوا کہ ایسا نہیں ہوگا .... دوسری غلطی یہ کی کہ اس تنبیہ سے یہ سمجھا کہ امامت تو صرف اہل ایمان ہی کو ملے گی، اس لئے اس سے وادی غیر ذی ذرع میں اپنی ذریت یا یہاں کے باشندوں کو رزق ثمرات

Marfat.com

بھی اہل ایمان ہی کو ملنا چاہیے اس لئے اپنی دعا میں اہلِ ایمان کی تخصیص کردی' ارشاد ہوا کہ نہیں' دنیوی مفاد جو فی الحقیقت بمقابلہ آخرت متاع قلیل ہے' کافروں کو بھی دیا جائے گا۔" (مذاہب اسلامیہ ص؟)

" ابو الانبیار حضرۃ نوح کی دُعا مقبول نہیں ہوتی' حضرۃ ابراہیم کی دعا والد کے حق میں رد کی جاتی ہے'۔۔۔ حضرۃ لوط کی خائنہ زوجہ ہلاک ہوجاتی ہے' ان حضرات نے دعار کا مفہوم بھی نہ سمجھا'........
قوم لوط کے لئے حضرۃ ابراہیم نے کیا کچھ زور دعاؤں میں نہیں لگایا' کچھ بھی شنوائی نہیں ہوئی"۔ (مذاہب اسلامیہ ص؟)

" حضرۃ نوح کا یہ کہنا کہ یہ میرا بیٹا اور اہل ہے' حقیقت کے خلاف تھا... قرآن میں بہ تعلق زن و شوئی مرد اور عورت کو اپنی فروج کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے' اور عورت پر تو مرد کا اتنا ہی حق ہے کہ وہ کسی غیر مرد کے پاس نہ جائے' مرد پر بہت کچھ ذمہ داری اس کے علاوہ بھی ہے' اس تعلق کے ہوتے ہوئے عورت خائنہ اسی صورت میں ہوگی کہ اس کا چلن اچھا نہ ہو' اس لئے ظاہر ہے کہ جسے حضرۃ نوح محض حسن ظن کی بنا پر اپنا بیٹا سمجھتے تھے' آپ کا بیٹا[1] نہ تھا ــــ رہا یہ سوال کہ وہ حضرۃ نوح کا اہل تھا کہ نہیں' اس کی دو صورتیں ہیں ایک تو بحیثیت بیٹا ہونے کے اور دوسرے بلحاظ اتباع' بیٹا تو وہ تھا ہی نہیں' اس لئے

---

[1] یعنی ولد الزنا تھا' فراشِ رسول کو محفوظ نہ رہنے دینا اور خیانت کو زنا کاری میں منحصر گردانا' انھیں حضرات کی جسارت کا کام ہے۔

Marfat.com

سے اس لحاظ سے وہ اہل نہ تھا' آیت قرآنی کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اس کا عمل صالح ہوتا تو وہ بلا لحاظ اس امر کے کہ وہ تیرا بیٹا نہ تھا' پھر بھی بچ جاتا"۔ (مذاہب اسلامیہ صـ۱۴۲ - ۱۴۳)

ازمنہ تاریک (Dark Ages) کو قرآن میں "ایام جاہلیت" یا "ظلمات" سے موسوم کیا گیا ہے......

امم سامیہ میں تمام انبیاء و رسل اور امم آریہ میں رشی اور منی اور اوتار وغیرہ انھیں ایام میں گزرے جن کے ذہنی درجات بلند تر تھے مگر توہمات اور تمناؤں سے ان کا ذہن بھی پاک نہ تھا ارشاد قرآن ہے کہ وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنیٰ القی الشیطٰن فی اُمنیتہ الآیہ تجھ سے پہلے نہ تو کوئی رسول اور نہ کوئی نبی ایسا گزرا ہے کہ اس نے تمنا (دور از کار توقعات) کیں تو شیطان نے اس کی آرزو میں دخل نہ دیا ہو۔ الخ" (اسلام کی بنیادی حقیقتیں صـ۱۳۱ - ۱۳۲ مضمون اصول اسلام)

" ارشاد قرآن ہے کہ وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الآیہ تجھ سے پہلے نہ تو کوئی رسول اور نہ کوئی نبی ایسا گزرا کہ اس نے تمنا کی ہو اور شیطان نے اس کی تمنا میں القاء نہ کیا ہو"

(مذاہب اسلامیہ صـ۵۲)

سورۂ تحریم کی ابتدائی آیات ـــــ یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک الآیہ کی تفسیر ہو رہی ہے :-

Marfat.com

• اس واقعہ کو مفسرین طشت از بام کرنے میں بڑے بے چین نظر آتے ہیں کہیں ماریہ قبطیہ کا قصہ بتاتے ہیں کہیں شہد کھانے کا.........

اگر اس کو مان بھی لیا جائے کہ آپ حضرتہ ماریہ سے ملاعبت کر رہے تھے کہ دوسری بیوی نے جن کی باری کا دن تھا دیکھ لیا اور خفا ہو گئیں تو اس میں کون سا اندھیر ہو گیا......... اس میں پوشیدہ قصہ اور شرم کی بات کون سی تھی جو یہ طومار باندھا جا رہا ہے' میں تو بذات خود عورتوں کے ہیرو ہی کو اصلی ہیرو سمجھتا ہوں' ایسے ہی لوگ دنیا میں اعلیٰ مراتب پر پہنچے ہیں جن کے دل میں عورتوں کے لئے بھی جگہ تھی زن بیزار' بدصورت' بدسیرت' نامرد ہیجڑے کے لئے نہ دنیا میں بزرگی ہے' نہ دین میں' عورتوں سے بڑھ کر مرد کے لئے خدا نے کوئی نعمت دنیا میں پیدا نہیں کی......... جو ان کے حسن و ناز و نخرے سے بیزار ہو وہ انسان نہیں......... میں حضرت زینب کے قصے میں بھی عیسائیوں کے طعن کی کوئی وجہ نہیں پاتا' حضرۃ زینب حضرۃ صلعم پر مائل تھیں' اور ان سے نکاح کرنا چاہتی تھیں' آنحضرت کا دل بھی چاہتا تھا' وہ ان کو پسند تھیں' اور یہ ان کو پسند تھے' البتہ آپ چاہتے تھے کہ زید طلاق نہ دے' طلاق نہ دے تو کیا کرے' جب عورت کا دل نہ چاہے تو کس مرد کی مجال ہے کہ اس کے دل کا مالک ہو' باوجودیکہ آنحضرۃ منع کرتے تھے بالآخر طلاق ہوئی حضرۃ اپنی

لہ صحیح ہے' المرء یقیس علی نفسہ ـــ

میلان طبع کو چھپاتے رہے' بھلا خدا کو کس کا لحاظ اور کس کی شرم' اس نے سب کچھ کہہ دیا اور کر دیا' جس سے آنحضرت شرماتے اور ڈرتے تھے' میں اس میں بھی وہی حضرت داؤد اور اوریا کی بیوی کے قصے کی بازگشت پاتا ہوں' داؤد کی طرح آپ بھی تو حکمران نبی تھے' داؤد نے ذرا حیلہ کیا تھا کہ اوریا کو سب سے زیادہ خطرے کی جگہ جنگ میں دی' کہ اس کا شہید ہونا یقینی تھا' خدا کو یہ برا معلوم ہوا اور ناتان نبی کے ذریعہ ان کی فہمائش ہوئی .... نبی ہونے سے انسان اپنی فطرت سے سبکدوش نہیں ہو جاتا' اگر یہ باتیں انسان کے لئے قدرتی اور فطرتی ہیں یعنی عورت پر دل آجانا' یا اس سے محبت کرنا' تو حضرت انسان تھے اور عرب' اور کیا عرب اور یہودی قوموں کے علاوہ اور قوموں نے اپنے ہیرو کو عورتوں کا ہیرو نہیں مانا"

(مطاہرۂ قرآن صفحہ ۲۲۴-۲۲۵)

یہ ہے انکارِ حدیث کی پاداش میں خدائے ذوالجلال کی جانب سے پھٹکار' کہ رسولؐ کو درمیان سے ہٹا کر قرآن فہمی کے ادعا و سعی سے ایسی ملعون ذہنیت بنتی ہے' توفیق الٰہی اور فیضان باری اپنا سایۂ عاطفت اٹھا لیتا ہے تو پھر انسان فکر و عمل کے ایسے غلیظ نالے میں غوطہ زن نظر آتا ہے جس کا گھناؤنا پن کسی جذامی کے گھناؤنے پن سے کم نہیں ہوتا' ان حضرات کی نظر میں انبیاء و رسل نہ ہوئے قیس و فرہاد ہو گئے' اور سورۂ احزاب نہ ہوئی مثنوی زہر عشق ہوئی +

جب یہ حضرات انبیاء کو اس مقام و حیثیت تک گرا دینے کے درپے

Marfat.com

ہیں، تو اندازہ کرنا چاہیے کہ سلف صالحین اور صحابہ کس شمار میں ہوں گے؟ چنانچہ ان حضرات کی جانب سے ائمۂ دین، فقہا و محدثین اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر طعن و تشنیع، ان کی تضحیک و استہزا اور انھیں ملامتوں کا ہدف بنانے میں کسی طرح کی کبھی، کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی، مثلاً :۔

"تعجب تو ان جامعین حدیث پر ہے کہ ان کی آنکھوں پر کیسا سیاہ پردہ پڑا ہوا تھا ...... پس جائے تعجب کیا کہ اسلام کے یہ بے وقوف دوست کبھی زمانے کے ہاتھوں آرام نہ اٹھا سکے"۔ (مطالعۂ حدیث ص۸۰)

جانتے ہیں؟ کن لوگوں کو اسلام کے "بے وقوف دوست" قرار دیا گیا ہے، اور اسلام کی خاطر مظالم و مصائب کے برداشت اور جان و مال کی قربانیوں کو ان کی "بے وقوفی کے سبب آرام نہ اٹھا سکنا" بتایا گیا ہے، وہ کون لوگ ہیں؟ متذکرہ بالا جملہ (آرام نہ اٹھا سکے) کے بعد ہی ان میں سے چند کے اسماء شمار کرائے گئے ہیں :۔

"اہل شام نے نسائی کو اس حدیث کے نقل کرنے پر قتل کر دیا کہ جو علی سے جنگ کرے وہ مجھ سے جنگ کرے اور جو اس کا دوست ہے وہ میرا دوست ہے، اور جو اس کا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے، یا احمد بن حنبل کو اہل بغداد نے ایسی ایذا دی کہ وہ جاں بر نہ ہو سکے، کہ ان کے ہاتھوں روایات حدیث کا فتنہ ایسا بڑھا کہ صالحین کے ہوش جلتے رہے" (مطالعۂ حدیث ص۸۰)

لہ اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت۔ دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ۔ (باقی ص۲۲۲)

Marfat.com

"اسں قسم کی روایتیں زیادہ تر ابوہریرۃ رضؓ سے مروی ہیں گروہ خود اور ان سے روایت کرنے والے ابوالزناد اور اعرج قابلِ اعتبار نہیں سمجھے گئے اور یہ خود حدیث ورجال سے ثابت ہے۔"[1]

(مظاہرہ قرآن ص)

حضرۃ عثمانؓ کے واقعہ شہادت کے سلسلہ بیان میں ایک صاحب فرمار ہے ہیں کہ :-

"اثنا کے محاصرہ میں پانی ختم ہو چکا تو خلیفہ نے جھرو کے سے پانی کی درخواست کی تو حضرۃ علی نے دو مشکیزے بھجوادیے مگر اس سے پیشتر باغی آب خنجر پلا چکے تھے اب حضرۃ علی اور دو چار مقتدر صحابی بھی آگئے، سوال یہ ہے کہ پہلے خانہ نشین کیوں رہے۔"

(مذاہب اسلامیہ ص۵۹)

امام نسائیؒ اور احمد بن حنبلؒ جیسے اکابر کا شمار صالحین میں سے نہ ہو اور یہ اولوالعزم ہستیاں "اسلام کے بیوقوف دوست" اور غیر صالح ہوں تو پھر بلا شائبہ ریب کہا جا سکتا ہے کہ "جن لوگوں کے ہوش جاتے رہے" وہ چاہے سبھی کچھ ہوں مگر "صالح" قطعاً نہ تھے۔

[1] بیگانگی علم وفن ملاحظہ ہو کہ ابوالزناد اور اعرج تو خیر صحابہ میں سے نہیں مگر حضرۃ ابوہریرۃ رضؓ صحابی ہیں اور حدیث ورجال کا متفقہ فیصلہ ہے کہ الصحابۃ عدول صدوق اور کہا جا رہا ہے کہ "حدیث ورجال سے ثابت ہے" کہ ابوالزناد اور اعرج کے ساتھ خود حضرۃ ابوہریرۃ رضؓ بھی قابلِ اعتبار نہیں۔

Marfat.com

حضرۃ علیؓ پر اس جوٹ کا مقصد کیا ہے؟ دراصل انھیں شریک سازش بتایا جاتا ہے اگر آپ کو اس جوٹ کا یہ مقصد باور کرنے میں تردد ہو، تو لیجئے صراحت ملاحظہ ہو: —

"مخالف جماعت کے پاس یہ باور کرنے کے معقول وجوہ تھے کہ حضرۃ علی اس سازش میں شریک تھے، آپ کا فوری تقرر بحیثیت خلیفہ اور ان لوگوں کو جو سازش کے سرغنہ تھے، اعلیٰ عہدوں پر ممتاز کرنا بے معنی ہیں"

(خلافت اسلامیہ حصہ اول ص۹۷)

اب اگر یہ حضرات اسلام پسند طبقہ اور دین کی سربلندی کی خاطر جد وجہد کرنے والوں کو "ملا" کہہ کر اپنے دلوں کے بخار نکالتے ہیں، اور اپنے ذوق تشنام طرازی کی تسکین کے لئے "کوڑ مغز ملا" "شہوت پرست ملا" وغیرہ الفاظ استعمال کرکے گالیوں اور تحقیر و تذلیل کا مظاہرہ کرتے ہیں تو انبیاء و رسل صحابہ اور فقہاء و محدثین کا جو مقام و منصب ان حضرات کے باطل و مکروہ مزعومات نے متعین کیا ہے دراصل اسلام پسند طبقہ اور اقامت دین میں سرگرم افراد کو وہی مقام و منصب دیا جا رہا ہے اس سلسلے میں یہ کہوں گا کہ ان "ملاؤں" کی اس سے بڑھ کر اور کیا خوش قسمتی ہو سکتی ہے کہ انھیں انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین کی صف میں جگہ مل رہی ہے، وحسن اولئک رفیقا۔

میں چاہتا تھا کہ ان انجمن کے ان گرگ ارکین کی "شیریں مقالی" اور "شستگی زبان" کے بھی کچھ نمونے پیش کروں مگر انبیاء، صحابہ، اکابر ملت، اور صلحائے امت کی توہین اور ان کی شان میں گستاخیوں اور دریدہ دھنی کے ان چند حوالوں کے نقل کی

ناخوشگواری نے طبیعت آنی مکدر کردی ہے کہ اب اس خواہش پر عمل کا ارادہ فسخ کردیا آپ اسی گلستان پر اس بہار کو بھی قیاس فرمالیں' البتہ اخیر میں ایک تحقیقی شاہکار اور ایک نادر تفسیر وتشریح آیات قرآنیہ سے آپ کو ضرور مشرف ہوجانا چاہیے اس سے آپ ان حضرات کے علمی پایہ کا بھی اندازہ کرسکتے ہیں اور انبیاء کی اہانت کا بھی۔ سب سے پہلے تو قرآن کی اس آیت کا یہ تشتر کی ترجمہ ملاحظہ ہو' ترجمہ میں جو قوسین لگائے گئے ہیں' ان پر خاص طور سے نگاہ رہے۔

وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء انہ علیّ حکیم کسی بشر میں یہ تاب وطاقت نہیں کہ اللہ اس سے کلام فرمائے' مگر (اس کی ایک صورت یہ ہے کہ) وحیاً (اور دوسری یہ کہ) پردہ کی اوٹ یا (تیسری یہ ہے کہ) کوئی رسول بھیج دیتا ہے تو وہ (عوام کو) وہی کچھ اللہ کے اذن سے وحی کرتا ہے (جو بلفظہ ہوتی ہے) تحقیق اللہ بلند مرتبہ حکمت والا ہے[1]" (مذاہب اسلامیہ ص۱۸۹)

اب اس کی تفسیر وتشریح ملاحظہ ہو:-

" اللہ تعالیٰ کا کلام حقیقت مجردہ ہے اور حرف وصورت سے منزہ ہے

---

[1] اس آیت کی صحیح ترجمانی یہ ہے کہ ۔۔۔ کسی بشر کو میسر نہیں کہ اللہ اس سے ہم کلام ہو مگر الہام کے ذریعہ سے یا پردہ کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیج دے تو وہ خدا کے حکم سے جو خدا چاہے القا کرے' بلاشبہ اللہ تعالیٰ عالی رتبہ اور حکمت والا ہے۔

Marfat.com

ناممکن ہے کہ انسان کو حقیقت مجردہ کا احساس تک ہو، جب تک وہ کسی صورت میں رونما نہ ہو، اس کی دو ہی صورتیں ہیں، ایک بصورت وحی اور دوسری من ورا رحجاب، تمام اشیاء عمل زیر وحی کر رہی ہیں، وحی میں غلطی نہیں، اس لئے غلطی اشیا نہیں کرتیں[1]۔ شہد کی مکھی جو کچھ عمل کرتی ہے وحیاً کرتی ہے، اس کو کسب واکتساب کی ضرورت نہیں، وہ سب کچھ فطرتاً کرتی ہے، اور علیٰ ہذالقیاس لیکن ماسوائے انسان کوئی جاندار ترقی نہیں کرتا، انسان غلطی کرتا ہے مگر ترقی بھی کرتا ہے، اس کی ترقی کا راز اس کی غلطی میں مضمر ہے، اس لئے واجب ہے کہ انسان غلطی کرے اور اگر نہ کرے تو وہ انسان نہ ہوگا، اس لئے کوئی انسان بحیثیت انسان معصوم عن الخطا نہیں، انسان کو وحی بلفظ ہوگی[2]، معانی مجردہ کا احساس ناممکن ہے بے کسوت عبارت معانی کا انکشاف اس پر ممکن نہیں، انسانی قلب میں کوئی خیال بلا الفاظ پیدا نہیں ہو سکتا، الفاظ کیا ہیں، اشارت ہیں، اس لئے ہر ایک مہبط وحی کو اس کی قومی یا مادری زبان ہی میں وحی ہوگی، جو کچھ دل میں ہے وہی زبان پر آتا ہے[3]

---

[1] اور رسول غلطی کرتا ہے اور لازم ہے کہ وہ غلطی کرے (برہان القرآن و مذاہب اسلامیہ ص۵۲ وغیرہ) اور وحی میں غلطی نہیں لہٰذا رسول تو وحی کے استحقاق سے نکل گیا۔

[2] کیوں ہوگی؟ جب کہ وہ غلطی کرتا ہے اور اگر ہوگی تو اُسے بھی غلطی نہ کرنی چاہیئے۔

[3] مطلب سمجھا؟ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں جو کچھ تھا، وہی زبان پر آیا جس کا نام قرآن پڑا، دوسرے لفظوں میں یہ کہ قرآن رسول اللہ کی تصنیف ہے، جس طرح مذاہب اسلامیہ خواجہ عباد اللہ اختر کی۔ اور کوئی انسان معصوم عن الخطا نہیں لہٰذا رسول خطا سے معصوم

(باقی ص۲۲۶ پر)

Marfat.com

"زبان ایک بے شعور آلۂ صوت ہے" وحی کا سرچشمہ صحیفۂ کائنات ہے جو صحیح معنی میں الکتاب ہے' لاریب فیہ' قرآن اسی کا بیان اور اسی کی تفصیل[1] ہے" (مذاہب اسلامیہ صفحہ ۱۹۰)

یہ تو ہوئی وحی کی حقیقت' اس وحی کی جو اصطلاحی ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہوا ہے اور لطف یہ کہ اس آیت میں ذکر شدہ وحی کو شہد کی مکھی والی وحی' دونوں کو ایک ہی حیثیت دی جا رہی ہے' حالانکہ سوائے لفظ وحی کے اشتراک کے دونوں قسموں کی وحیوں میں کوئی چیز مشترک نہیں' شہد کی مکھی والی وحی کا تعلق امر تکوینی سے ہے' اور اس آیت میں جس وحی کا بیان ہے اس کا تعلق امر تشریعی سے ہے' خود آیت کی ابتدا میں وما کان لبشر کا ٹکڑا اس پر دال ہے کہ یہ بیان اس وحی کا نہیں ہے جس کے تحت "تمام اشیا ءعمل کرتی ہیں" لیکن یہ رموز و حقائق بھی تو "وحی" سے تعلق رکھتے ہیں' اس لئے کہ "جو کچھ دل آیا وہ زبان سے ادا کیا گیا"۔ لہٰذا یہ "احوال و مقامات" بیچارے مولوں — ملاؤں — پر کیونکر روشن ہو سکتے ہیں؟

اب دوسری صورت — من وراء حجاب — کا بیان سنئے:-

نہیں' اور جب رسول معصوم عن الخطا نہیں' تو قرآن خطایا و اغلاط سے منزہ نہیں' اسی لئے ارشاد ہوا تھا کہ — "قرآن میں ریب کی گنجائش ہے"۔

[1] یعنی رسول اللہ صلعم نے کائنات میں غور و تدبیر فرمایا' اور اس کے نتیجہ میں آپ کے ذہن نے جو حقائق حاصل کئے' اور آپ کے قلب میں جو کچھ اس فکر سے پیدا ہوا اس کو آپ نے اپنی مادری زبان میں ظاہر کیا' جو قرآن کہلاتا ہے۔

Marfat.com

"حجاب یہی صورتیں ہیں اور مذکورہ الذکا نقش ہمارے قلب پر
بالارادہ اور بلا ارادہ پڑتا ہے، جو کچھ خارج میں ہے، وہی کچھ ہمارے
قلب میں ہے، ظاہری حواس سمع و بصر کا کام اتنا ہی ہے کہ ان صورتوں
کے عکس یا "ظل" کو ہمارے آئینۂ دل پر لے آئیں، اس کے بعد قلب کی
قوتوں کا عمل شروع ہوتا ہے، اگر ہمارا قلب سلیم ہو، اور کباڑخانہ نہ ہو
جیسا کہ عوام کالانعام کا ہوتا ہے تو خواب یا رویا میں بھی ہم ان صورتوں
کو اسی نظم و نظام میں مشاہدہ کریں گے، جیسا کہ بیداری میں کرتے ہیں فرق
صرف اتنا ہے کہ بیداری میں ہم بالارادہ اور خواب یا رویا میں بلا ارادہ
.... جب ہم بالارادہ متوجہ نہیں ہوتے تو ایسی حالت میں جبکہ
ظاہری حواس معطل ہوتے ہیں، یہی صورتیں خواب میں رونما ہوتی ہیں
اور ہمیں پھر اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں، المختصر کلام اللہ ہم سے انھیں دو
صورتوں میں فرماتا ہے۔ ایک وحیاً جس میں غلطی نہیں، دوسرے
"من وراء حجاب" غلطی اس میں بھی نہیں، لیکن چونکہ اس کی تعبیر یا تاویل
ہم عقلاً کرتے ہیں، ہم غلطی بھی کرتے ہیں[۱]" (مذاہب اسلامیہ ص ۱۶۱)

جی ہاں! انبیاء و رسل میں کون سے (نعوذ باللہ) سرخاب کے پر لگے ہیں، جو اللہ کا کلام کرنا ان کے ساتھ مخصوص ہو، اللہ وحیاً یا من وراء حجاب کلام کرتا ہے، وہ "ہم" سب کے ساتھ کرتا ہے، ہم بھی بشر اور انبیاء و رسل بھی بشر، ہم بھی معصیت کوش ہیں اور وہ بھی (نعوذ باللہ) "شیطانی تمناؤں" سے خالی نہ تھے

---

[۱] اس پورے بیان میں "ہمارے، ہمارا، اور ہم" وغیرہ خاص طور پر نوٹ کرنے کے قابل ہے۔

Marfat.com

ہم بھی کھاتے پیتے ہیں اور وہ بھی کھاتے پیتے تھے ہم بھی Marketing کرتے ہیں اور وہ بھی بازاروں میں چلتے پھرتے تھے صحیفۂ کائنات اُن کے سامنے جس طرح کھلا ہوا تھا، ہمارے تدبر و تفکر و تعقل کا بھی وہ آماجگاہ ہے، بلکہ نت نئے ایجادات و اختراعات سے کام لے کر اس سرچشمۂ وحی (صحیفۂ کائنات) کی ہم تفاصیل سے دنیا کو متمتع کرتے ہیں۔ آخر کس بات میں ہم انبیاء و رسلؑ سے کم ہیں ہم پر جو وحی آتی ہے اس میں بھی غلطی نہیں، جس طرح اُن پر آئی ہوئی وحی میں غلطی نہیں، اور جس طرح شہد کی مکھی پر "نازل شدہ" وحی میں غلطی نہیں، رہا من و حجاب کا معاملہ، تو اس کی تعبیر و تاویل میں اگر کبھی کبھار ہم غلطی کر جاتے ہیں ا ہم سے چوک ہو جاتی ہے، تو اس گروہ (انبیاء و رسل) سے کب اس معاملہ میں غلطی نہیں ہوئی؟ "من وراء حجاب" والی وحی کی تعبیر و تاویل میں انھوں نے بھ (عیاذاً باللہ) غچے کھائے ہیں :۔

"تاویل اس مناسبت مشاہدہ ہے، جو اشیاء کی صورتوں کو حقائق اشیاء کے ساتھ ہے، اس مناسبت میں زمان و مکان کا بھی لحاظ کرنا پڑتا ہے اور صاحب رویا کے طبعی رجحان وغیرہ کو بھی دیکھنا ہوتا ہے، مثلاً آنحضرت نے خواب میں دیکھا کہ مکہ معظمہ میں اصحاب کے ساتھ امن کے ساتھ داخل ہو رہے ہیں، اور اطمینان کے ساتھ مناسک حج ادا کر رہے ہیں آنحضرتؐ کو یقین تھا کہ یہ خواب پورا ہو کر رہے گا چنانچہ اصحاب کے ساتھ مکہ کی طرف چل پڑے مگر جب حدیبیہ آئے تو کفار مکہ کو سامنے صف آرا دیکھا، اگر آنحضرتؐ مقابلہ پر اُتر آتے اور کفار کو شکست بھی ہوتی، خواب

Marfat.com

کی تعبیر صحیح نہیں ہوتی، کیونکہ خواب میں دکھایا گیا تھا کہ آپ امن کے ساتھ داخل ہو رہے ہیں آنحضرتؐ فوراً سمجھ گئے کہ رویا پورا ہونے کا یہ مناسب وقت تھا، صدق اللہ رسولہ الرویا بالحق لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ آمنین الآیہ .... مکہ میں امن کے ساتھ داخلہ اور مناسک حج بلاخوف ادا کرنا اسی صورت میں ممکن تھا کہ مکہ فتح ہو جاتا اور فتح بلا جنگ و جدل ہوتی، چنانچہ ایسا ہی ہوا، خواب کی تعبیر فتح مکہ تھی۔" (مذاہب اسلامیہ ص۱۹۲)

مطلب یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متذکرہ خواب اللہ کا من وراء حجاب آنحضرتؐ سے کلام تھا آنحضرتؐ اللہ کے اس من وراء حجاب کلام کی ایک تاویلؐ تعبیر کر کے روانہ ہو گئے، اور حدیبیہ پہنچے، حالانکہ اس کی تاویل و تعبیر وہ نہ تھی جو آنحضرتؐ نے کی، بلکہ فتح مکہ تھی، بس

"غور کرنا چاہیئے کہ آنحضرتؐ کو بھی[ا] "تاویل" میں غلطی ہوئی، حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے کو ذبح کرتے رویا میں دیکھا تو تاویل میں غلطی کی۔" (مذاہب اسلامیہ ص۱۹۳)

وہ یہ کہ صاحبزادہ کو لے کر میدان کی طرف چلیئے، اور انہیں ذبح کرنے کے ارادہ سے ماتھے کے بل پچھاڑ دیا حالانکہ صحیح :-

---

ا اس "بھی" کا مطلب سمجھئے ———— یعنی ہم اپنے پر نازل شدہ کلام اللہ من وراء حجاب کی تاویل میں جس طرح غلطی کر جاتے ہیں اسی طرح آنحضرتؐ کو بھی ———— ؟

Marfat.com

"تاویل یہ تھی کہ بیٹے کو وادی غیر ذی زرع میں بسانا ہے، یہ بہت بڑی قربانی تھی"۔ (مذاہب اسلامیہ صلا[12])

اور جو اللہ نے اس واقعہ کی نسبت حضرۃ ابراہیمؑ سے اُن کی تاویل رویا کی تصدیق کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ یا ابراھیم قد صدّقت الرویا، انّا کذٰلک نجزی المحسنین (اے ابراہیمؑ تم نے خواب سچ کر دکھایا ہم اسی طرح نیک بندوں کو جزا دیتے ہیں) تو شاید اس کا مطلب یہ ہوگا کہ "اے ابراہیم (کے رویا کی تاویل کرنے والے مصنفِ مذاہبِ اسلامیہ) تم نے جو (ابراہیم کے رویا کی تاویل کی وہ) درست اور سچی ہے، ہم اسی طرح ایسی صحیح تاویل کرنے والے محسنین کو (ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ کی رفاقت کا شرف بخش کر) جزائے حسنہ دیتے ہیں"۔ ———— ؟

یہ تو ہوا وحیاً اور من وراء حجاب کا معاملہ، رہی تیسری شکل یعنی — او یرسل رسولاً الآیہ ———— تو اُسے تفصیل سے سمجھانے کی ضرورت نہ سمجھی گئی، بلکہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ ترجمہ ہی میں اس کی تشریح توسین لگا کر اس طرح کر دی گئی ہے کہ ———— "کوئی رسول بھیج دیتا ہے تو وہ عوام کو (دی) کچھ اللہ کے اذن سے وحی کرتا ہے" الخ ———— اس طرح آیت کے اس حصّہ کو اپنے ماسبق سے بالکل کاٹ دیا گیا ہے، اور رسول سے ایسا آدمی (سمجھ) گیا ہے جو عوام پر وحی کرنے کے لئے بھیجا جائے، یا پھر خدا کی کوئی ایسی مخلوق جو آدمی چاہے نہ ہو، مگر اس کا تعلق براہِ راست عامّۃ الناس سے ہوتا ہے، حالانکہ آیت صریح طور پر اس چیز کو بتلا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغام کو نبی و رسول پر

Marfat.com

کس کس طریقہ سے نازل کرتا ہے اور اس کی تین شکلیں تبلائی گئی ہیں۔
یہ ہیں "بالغ نظری"، "دقیقہ سنجی"، "جودتِ فکر وفہم" اور "عبقریت" کے وہ مقاماتِ بلند جن کے یہ "شہبازانِ فلک سیر" مالک ہیں، اور اس فنی افلاس علمی بے مائگی کے باوجود کبر ونخوت کا عالم یہ ہے کہ جیسے ان کی اپنی ٹولی کے علاوہ ساری دنیا جاہلوں اور سفیہوں کے مجموعہ کا نام ہے اور ہر وہ شخص جو فہم قرآن کے ان اجارہ داروں کی جناب پر سجدہ ریز نہیں ہوتا وہ گردن زدنی "ملا" ہے اور "علم وآگہی" کے یہ وہ اسلحہ ہیں جن سے "آراستہ" ہو کر یہ "فضلا" دہر چلے ہیں شکست دینے قسطلانی و رازی کو، عسقلانی و زمخشری کو، ابن قیم و ابن تیمیہ کو، ابن ھمام اور امام شافعی کو۔ اور یہ ہیں سیرت وکردار کے وہ "درجاتِ عالیہ" اور فطرت و ذہنیت کی وہ "شرافتیں" جو بلا شرکتِ غیرے ان "نفوس قدسیہ" کے زیر تصرف ہیں اور ایسے اخلاقی دیوالیہ پن اور اس طرح کی کور باطنی کے باوجود غرورِ نفس اور فخر ومباہات کا حال یہ ہے کہ جیسے قلب ونظر کی تمام رعنائیں اور فکر وعمل کی ساری پاکیزگیاں سمٹ کر بس ان دوچار "سالکانِ دین" کے انسانی پیکر بن گئی ہیں، اور ان کے "ھیولیٰ وصورت" سے جو اشکال واوصاف مطابقت نہیں رکھتے وہ کالانعام ہیں، بلکہ ان سے بھی گئے گزرے، اور قلوب وارواح کی یہ وہ "عظمتیں" ہیں جو نبوت ورسالت کو مطعون ومجروح کرنے کے لئے میدان میں آئی ہیں، اور "فضائل ومناقب" کے یہ وہ حربے ہیں جن کے بل بوتے پر یہ ارباب ہمم میدان سر کرنے چلے ہیں ایسی مکرم و برگزیدہ ہستیوں سے نبرد آزمائی کرکے، جن کے خوف

Marfat.com

خشیت اور تقویٰ کی قسمیں کھائی جاسکتی ہیں، جن کے ایمان و اعمال صالحہ اور رضائے الٰہی سے مشرف ہونے اور کفر و فسق و عصیان سے جن کے اجتناب و کراہت پر قرآن شاہد ہے اور نفس و ضمیر کے یہ وہ "محاسن" ہیں جو شکار کرنا چاہتے ہیں ان اولوالعزم، بابرکت اور مومنانہ غریمت کے مالک ائمۂ کرام و محدثینِ عظام کا جن پر آج اسلام کو فخر ہے نہیں، بلکہ چشمِ انسانیت جن کے فراق میں ہنوز اشکبار ہے اور قیامت تک اشکبار رہے گی۔

اور میں پوچھتا ہوں کہ اگر فی الواقع ان حضرات کی مراد "ملا" سے جہل مرکب کے علمبرداروں سے ہے نہ کہ اسلام پسند عناصر سے اور حقیقتاً یہ حضرات انھیں "ملا" کے دشمن ہیں، اور اگر "ملا بیت" ان حضرات کی لغت میں اسلام اور دینِ حق کا نام نہیں بلکہ جہالت و تنگ نظری اور عصبیت جاہلیہ ہے تو

لہ والسّابقون الاوّلون من المهاجرين والانصار والّذين اتّبعوهم باحسان رضی اللہ عنهم ورضوا عنهُ الآیہ سورۂ توبہ (مہاجرین و انصار میں سے جن لوگوں نے ایمان لانے میں سبقت کی اور وہ لوگ جنھوں نے نیکوکاری و راستبازی کے ساتھ ان سابقین کی پیروی کی، ان سبھوں سے اللہ راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے الخ ولکن اللہ حبّب الیکم الایمان وزیّنهٗ فی قلوبکم وکرّہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان الآیہ ـــــ سورۂ حجرات صحابہ کے متعلق کہا جارہا ہے کہ) لیکن اللہ نے تمھارے لئے ایمان کو عزیز بنا دیا اور اس کو تمھارے دلوں میں سجا دیا اور کفر و فسق و عصیان سے تم کو بیزار کر دیا) ان منکرین حدیث کے علاوہ وہ کون سا مسلمان ہے جو قرآن کی ان صراحتوں کے باوجود یہ کہنے کی جسارت کرے

باقی ص ۲۳۳

Marfat.com

پھر اس کا کیا سبب ہے کہ اسلام کے لئے نفسِ رسالت کے غیر ضروری ہونے کا پروپگنڈا کیا جا رہا ہے' اور یوں کلمۂ طیبہ کے ایک جزء (محمد رسول اللہ) ہی کو اڑا دینے کی فکر کی جا رہی ہے نیز یہ کہ انبیاء و رسل کے مقدّس دامنوں پر خباثتوں کے دھبّے لگانے کے کیا معنی ؟ صحابہ کی تذلیل و تحقیر اور انھیں مجروح و مطعون کرنے اور انھیں نشانۂ ملامت بنانے کی مہم کیوں جاری ہے؟ متعدد صحابہ پر اُن کے ناموں کی صراحت کے ساتھ طعن و تشنیع کے تیر کیوں برسائے جا رہے ہیں ؟ کیا یہی خد و خال ہوتے ہیں قرآن کی سربلندی چاہنے والوں کے ؟ اور یہی وطیرہ ہوتا ہے ایسے شخص کا جو نفسِ حدیث و سنت کے دشمن نہ ہونے کا ادعا کرتا ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ اُسے وضعی و جعلی احادیث سے عداوت ہے' اگر محض کذب و افترا آمیز روایات کے مخالف ہونے کے دعویٰ میں صداقت و دیانت کا کوئی شائبہ بھی ہے تو آخر کیا وجہ ہے کہ اسلام کے لئے نفسِ عقیدۂ رسالت ہی کو غیر ضروری قرار دیا جا رہا ہے انبیاء و رسل کی ہستیوں کو داغدار کیا جا رہا ہے' اور صحابہ کی شخصیتوں پر چاند ماری کی جا رہی ہے' کیا یہ سرگرمیاں اور یہ طرزِ عمل اس بات کا بیّن ثبوت نہیں کہ دراصل بغض ہے اسلام سے' عداوت ہے دینِ الٰہی سے اور عناد

"صحابہ کی ایک کثیر تعداد جھوٹی احادیث بیان کرنے کی خوگر تھی' صحابہ نے قصداً جھوٹی احادیث وضع کیں' اور ابوہریرہ' ابوسعید الخدری' انس بن مالک اور معاویہ (رضی اللہ عنہم) جھوٹے اور لاغی اور انتہائی سزا کے قابل تھے۔"

Marfat.com

ہے نفس حدیث وسنت سے۔ لیکن اخلاقی جرأت کے فقدان کے سبب ادعائے ایمان و اسلام کی دبیز نقاب اتار کر صاف صاف دینِ قرآن سے بغاوت و عناد کے اعلان کی ہمت نہیں، اس لئے "ملّا" اور "ملّائیت" مومن صادق، مسلم حنیف اور اسلام کا دوسرا نام رکھا گیا ہے اور اس اصطلاح کی آڑ میں جذبۂ عناد و بغاوت کی تسکین کی جاتی ہے اور قرآن کا نام لے لے کر اسلام کی جڑیں کاٹتے چلے جانے کی پالیسی اختیار کی گئی ہے ۔

اسی کے ساتھ ساتھ صورتِ حال کا یہ پہلو بھی کچھ کم وزن نہیں رکھتا کہ انبیاء و رسلؑ کی توہین اور رسالت کی بیخ کنی کی یہ ساری مساعی پوری دیدہ دلیری کے ساتھ اس مملکت میں جاری ہیں، جس کے دستورِ اساسی میں یہ بات طے کر دی گئی ہے کہ مملکت کے سربراہ کار امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ذمہ دار ہوں گے، مگر یہ منکرات پورے زور و شور کے ساتھ ایسی مملکت کے ارباب کار کے عین ناک کے نیچے پھیلائے جا رہے ہیں، یہی نہیں، بلکہ اس جمہوریۂ اسلامیہ پاکستان کی ایک صوبائی شاخ کے زیر نگرانی و سرکردگی چلنے والا ایک ادارہ (ثقافتِ اسلامیہ، لاہور) ایسے لٹریچر فراہم کر رہا ہے، جن کے ذریعہ اس مسلم معاشرہ میں یہ خیالات و عقائد پھیلائے جا رہے ہیں کہ :-

- ــــ مومن و مسلم ہونے کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لانا بالکل غیر ضروری ہے
- ــــ محض خدا پر ایمان رکھنے والے ایسے با اخلاق افراد جو رواجی نیکیوں سے

Marfat.com

متصف ہوں، وہ بھی اسی جماعت کے افراد ہیں، جس کو قرآن محسنین و مسلمین کی جماعت قرار دیتا ہے۔

- اسلام نام ہے محض خدا کے فطری قوانین میں جکڑ بند ہونے کے سبب چار و ناچار خدا کے تکوینی قانون کی اطاعت کا۔
- قرآن میں ریب و شک کی گنجائش ہے۔
- "الکتاب" یہ قرآن نہیں ہے، بلکہ یہ صحیفۂ کائنات ہے جو ہر شخص کو دعوتِ فکر و نظر دے رہا ہے، الکتاب پر ایمان لانے کا مطلب ہے اس کائنات پر ایمان لانے کا، جس کو خدا نے پیدا کیا ہے
- رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حیثیت ایک مفکر کی تھی، جس طرح نیوٹن وغیرہ مفکر و فلسفی تھے۔
- سرچشمۂ وحی یہ صحیفۂ کائنات ہے، نہ کہ ذاتِ خداوندی، یہ کائنات ہر شخص کو فکر و تدبر کی دعوت دیتی ہے، رسولؐ نے اس میں فکر و تدبر کیا، جس کے نتیجہ میں رسولؐ پر پوری شان سے حقائق و اشیاء منکشف ہو گئے، رسولؐ کے اسی نتیجہ، فکر و تدبر کا نام قرآن ہے۔
- رسولؐ کے علاوہ اس کائنات میں فکر و تدبر کرنے والے دیگر مفکرین کے انکشافات بھی وحی، اسی اصطلاحی وحی، کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جس کا ذکر قرآن میں ہے، کیونکہ وہ انکشافات بھی اسی سرچشمۂ وحی سے ماخوذ ہوتے ہیں، لہٰذا ان انکشافات پر بھی اسی طرح ایمان لانا ضروری ہے جس طرح رسولؐ کے انکشافات پر، جو ایمان نہیں لائے

Marfat.com

گا وہ سخت کافر اور خائب وخاسر ہوگا۔

- —— انبیاء ورسل وحی کے سمجھنے اور ان کی تاویل وتعبیر میں غلطیاں کرتے تھے، اور ضروری ہے کہ غلطیاں کرتے، ہر غلطی گناہ ہے لہٰذا انبیاء ورسل گناہگار تھے
- —— یوم آخر سے مراد ہے مستقبل، اسی دنیا کا مستقبل؛ اور یہ عقیدہ سراسر غلط اور بالکل مہمل ہے کہ یہ دنیا ایک دن فنا ہو جائے گی اور اس دن کا نام یوم الحساب، قیامت اور یوم آخر ہے۔

یہ ہیں وہ عقائد وایمانیات اور ارکان اسلام جو ملک کے ارباب حل وعقد کی سرپرستی ونگرانی میں اس مسلم معاشرہ کے اندر وسیع پیمانہ پر پھیلائے جا رہے ہیں۔

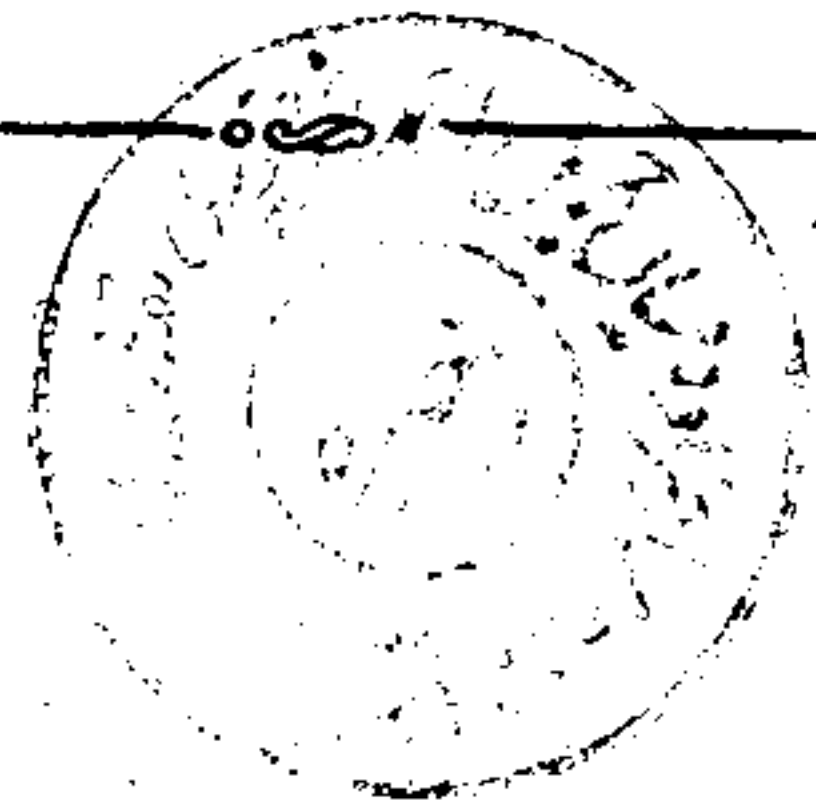

Marfat.com

Marfat.com

- بعض لوگوں پہ دین و مذہب کی فطری پابندیاں بھی بار ہیں۔
- حدیثِ نبوی سے انکار انھیں شریعت کے اوامر و نواہی سے جان چھڑا دیتا ہے
- منکرینِ حدیث پاکستان میں حدیث کے خلاف ایک باقاعدہ مہم کیوں چلا رہے ہیں؟
- کیا منکرین حدیث کے پاس ٹھوس اور عقلی دلائل موجود ہیں یا وہ محض اندھے جذبات کو اپیل کرتے ہیں؟

یہ جاننے کے لئے مطالعہ فرمائیں

حدیث اور قرآن

مؤلفہ: سید ابوالاعلیٰ مودودی

اس کتاب میں منکرینِ حدیث کے تمام اعتراضات کا علمی و عقلی اور مستند جواب دے دیا گیا ہے

منکرینِ حدیث کی گالیوں کا جواب نہیں دیا جا سکتا۔

لیکن ان کے اعتراضات کا پول ضرور کھول دیا گیا ہے۔

قیمت بارہ آنے

مکتبۂ چراغ راہ۔ کراچی

Marfat.com

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

منکرین حدیث کہتے ہیں

- احادیث تاریخ ہے۔
- احادیث مشکوک، مشتبہ اور بے اعتبار ہیں
- احادیث قرآن پر اضافہ ہیں
- احادیث کے جمع تدوین کی کوشش قرآن کے خلاف "عجمی سازش" ہے۔
- رسول اکرم صلعم کی وفات کے بعد ان کی سنت پارینہ (OUT OF DATE) ہو گئی

قرآن کی آڑ میں جو گمراہی پھیلائی جا رہی ہے اس کی اصل حقیقت جاننے کیلئے مطالعہ فرمائیں

سنّتِ رسُول

- جسے شام کے مجاہد ادیب مصطفیٰ حسنی السباعی نے لکھا ہے۔
- جس کا ترجمہ ملک غلام علی صاحب نے کیا ہے
- جس کا ایک اچھوتا دیباچہ مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم نے سن وفات سے پہلے لکھا ہے، جو ان کی آخری تحریر ہے۔

- احقاقِ حق
- ابطالِ باطل

قیمت ۲ روپے ۴ آنے

مکتبۂ چراغ راہ

آرام باغ روڈ۔ کراچی ۔ بیرون لوہاری دروازہ لاہور

Marfat.com

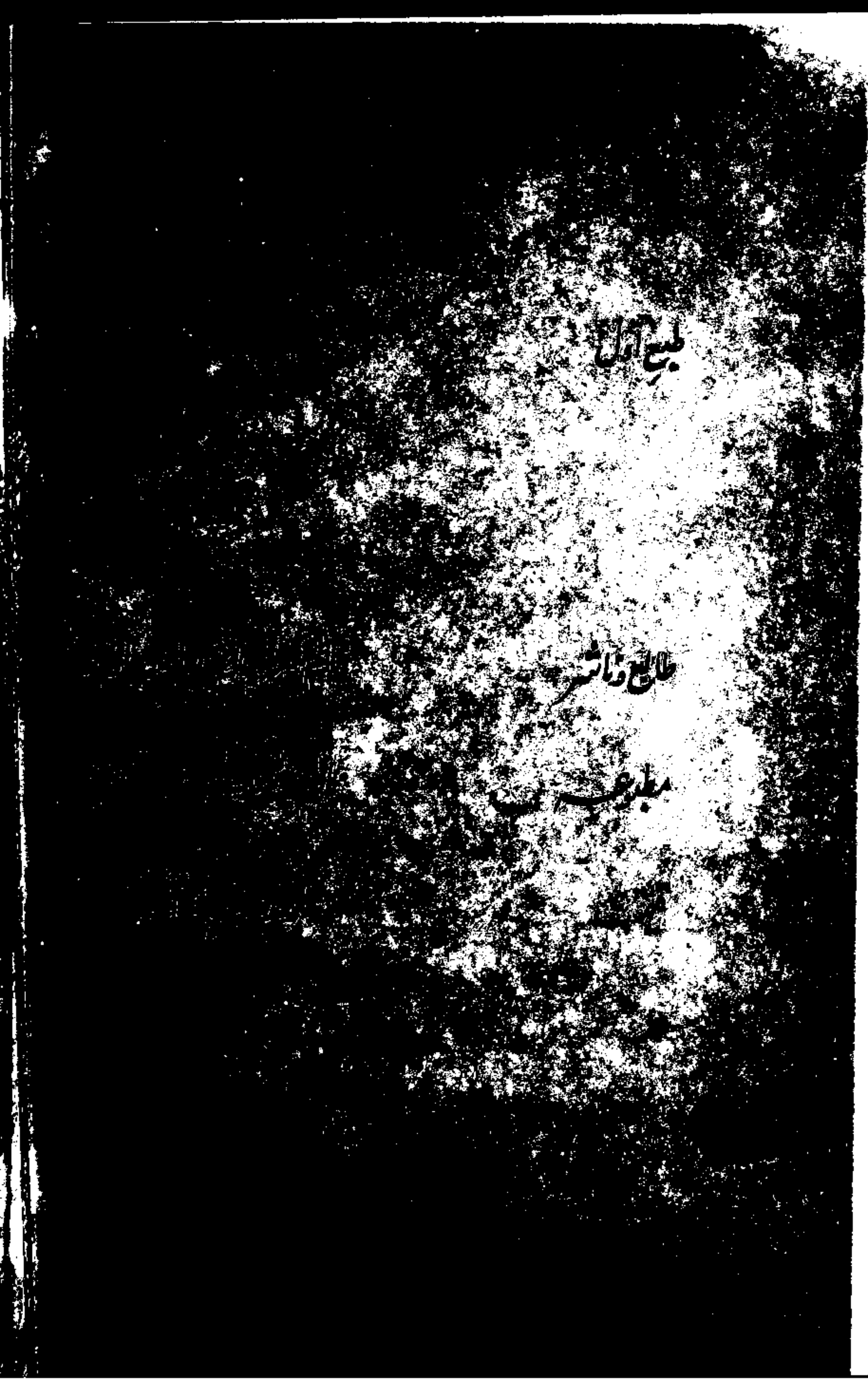

طبعِ اول

طابع و ناشر

مطبوعہ

Marfat.com

Marfat.com

ہماری مطبوعات

تخریب و تعمیر	۳ ۰	مجربات ہومیوپیتھی	۴ ۱
فریب نظر	۳ ۱۲	ذہنی زلزلے	۰ ۲
منتخب نظمیں	۸ ۱	اسلامی ریاست میں فقہی اختلافات کا حل	۱۲ ۱
تحریک اسلامی اپنے لٹریچر کے آئینہ میں	۸ ۱	اقسام القرآن	۸ ۱
شعلۂ خیال	۴ ۳	تدبر قرآن	۴ ۳
اخوان المسلمون	۴ ۱	ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک	۸ ۲
حدیث اور قرآن	۱۲ ۰	معروف و منکر	(زیر طبع)
سنت رسول	۴ ۲	جسکا اللہ نگہبان	۱۲ ۰
مکاتیب سلیمان	۴ ۳	خوفناک طوفان	۶ ۷ ۰
مکاتیب زندان	۰ ۲	خدائی معمار	۱۰
الترجمۃ العربیہ	اول ۸ ۱	پہلا خون	۵
الترجمۃ العربیہ	دوم ۸ ۱	جنت سے زمین پر	۵
قومی ملکیت	۱۲ ۰	قہر کی آندھی	۶ ۰
مبادیات ہومیوپیتھی	۰ ۰	اللہ میاں کی اونٹنی	۶ ۰

مکتبۂ چراغ راہ

کراچی نمبر ۱ ——————— لاہور

سرورق شان پریس، آرام باغ روڈ، کراچی میں چھپا

Marfat.com

ہماری مطبوعات

تخریب و تعمیر	۳ ۰	مجربات ہومیوپیتھی	۴ ۱
فریب نظر	۳ ۱۲	ذہنی زلزلے	۰ ۲
منتخب نظمیں	۸ ۱	اسلامی ریاست میں فقہی اختلافات کا حل	۱۲ ۱
تحریک اسلامی اپنے لٹریچر کے آئینہ میں	۸ ۱	اقسام القرآن	۸ ۱
شعلۂ خیال	۴ ۳	تدبر قرآن	۴ ۳
اخوان المسلمون	۴ ۱	ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک	۸ ۲
حدیث اور قرآن	۱۲ ۰	معروف و منکر	(زیر طبع)
سنت رسول	۴ ۲	جسکا اللہ نگہبان	۱۲ ۰
مکاتیب سلیمان	۴ ۳	خوفناک طوفان	۶ ۷ ۰
مکاتیب زندان	۰ ۲	خدائی معمار	۱۰
الترجمۃ العربیہ	اول ۸ ۱	پہلا خون	۵
الترجمۃ العربیہ	دوم ۸ ۱	جنت سے زمین پر	۵
قومی ملکیت	۱۲ ۰	قہر کی آندھی	۶ ۰
مبادیات ہومیوپیتھی	۰ ۰	اللہ میاں کی اونٹنی	۶ ۰

مکتبۂ چراغ راہ

کراچی نمبر ۱ ——————— لاہور

سرورق شان پریس، آرام باغ روڈ، کراچی میں چھپا

Marfat.com

فتنۂ انکارِ حدیث کا منظر و پس منظر

افتخار احمد بلخی

مکتبہ چراغِ راہ کراچی

Marfat.com